ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے **ایم فل علوم اسلامیہ**

مقالہ نگار

حنا بتول کیانی

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جنوری 2023ء

سیشن: 2019–2023ء

ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

مقالہ برائے **ایم فل علومِ اسلامیہ**

مقالہ نگار

حنا بتول کیانی

شہادۃ العالمیہ (تنظیم المدارس، لاہور) 2018ء

یہ مقالہ ایم فل علومِ اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

© حنا بتول کیانی، 2023ء

بسم الله الرحمن الرحيم

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد فیکلٹی آف سوشل سائنسز

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ**

Family Problems of Working Women:A Dicussion in the Light of Islamic Teachings

Mulazmat paisha Khawateen kay Aaeli Masaael:Islami Taleemaat ki Roshni Main Jaaeza

نام ڈگری: ایم فل آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: حنابتول کیانی

رجسٹریشن نمبر: 1803-Mphil/IS/F19

ڈاکٹر منزہ سلطانہ
(نگران مقالہ)
____
دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر مستفیض احمد علوی
(صدر، شعبہ علوم اسلامی فکر و ثقافت)
____
دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)
____
دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

بریگیڈیر سید نادر علی
(ڈائریکٹر جنرل، نمل)
____
دستخط ڈائریکٹر جنرل، نمل

تاریخ ________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں حنابتول کیانی ولد عبدالمجید کیانی

رول نمبر: MP-F19-527 رجسٹریشن نمبر: 1803 -Mphil/IS/F19

طالبہ، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ**

Family Problems of Working Women:A Dicussion in the Light of Islamic Teachings

Mulazmat paisha Khawateen kay Aaeli Masaael:Islami Taleemaat ki Roshni Main Jaaeza

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر منزہ سلطانہ** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتی ہوں کہ ایچ ای سی اور نمل علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتی ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: حنابتول کیانی

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ملخص مقالہ (Abstract)

In modern era we see that the need of women’s job is increasing day by day.Although Islam has introduced the responsibilities of men and women to run a smooth economic system and according to Islamic teachings financial activities are not concerned with women as they are weak and unable to do hard work.So,they are ordered to stay homes and do their indoor responsibilities.However in some situations Islam allows the women to go out and work to support their families but the family system is being destroyed because of their jobs.In Pakistan many social and financial factors demand the jobs of women.So,we see that many women are now working in different fields.When they come out for jobs they are not able to manage their indoor duties.Because of this they face many problems in daily lives.

This study is designed to address that what problems are being faced by working women in their family life about their rights and duties.Besides of that this study will provide the solution of these problems according to Islamic teachings.That would be beneficial for working women,their families and the society as well.

This thesis consists of four chapters.First chapter is about the meaning and importance of the earning and need of women’s job in present age.In the second chapter,problems of Pakistan’s working women in respect of their rights, are discussed.While the problems about their duties in family life are discussed in third chapter.Survey report, islamic teachings about women’s job and the proposed solution of the problems of working women are included in the last chapter.

This study enables the researcher to find out the family problems of Pakistani working women.Furthermore,she come to know that many women are forced to continue their jobs in any condition.In such a miserable situation we only have Islamic teachings to overcome our problems.Women and their family members are recommended to follow these teachings so that they may lead better lives.

Key words: *responsibilities, rights, women, family system, Islamic teachings, society*

اظہارِ تشکر

ACKNOWLEDGEMENT

سب سے پہلے اللہ کریم کا کروڑہا شکر جس نے حصولِ علم کی خواہش کو میرے دل میں پیدا کیا، اس کے راستے پہ گامزن کیا اور مجھے اپنا تحقیقی کام مکمل کرنے کی توفیق دی۔ کروڑوں درود وسلام اس کے حبیب، میرے کریم نبی ﷺ پر جن کے مبارک اقوال وافعال کے ذریعے سے اللہ کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد میرے انتہائی شکریہ کے لائق میرے والدین ، جنہوں نے ہمیشہ راہ نمائی کی اور میری فکر اور عمل کو دینِ اسلام کا پابند بنایا۔ میں اپنی تعلیمی زندگی میں پہلے قدم سے اب تک کے تمام اساتذہ کرام کی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے علم کی دولت سے منور کرنے کے ساتھ کردار سازی بھی کی۔

مقالہ کی تیاری کے معاملے میں نمل یونیورسٹی کے تمام اساتذہ کرام بالخصوص صدر شعبہ علومِ اسلامیہ ڈاکٹر مستفیض احمد علوی صاحب کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔ نگرانِ مقالہ ڈاکٹر منزہ سلطانہ صاحبہ کی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے مکمل دورانیے میں نہایت محبت اور شفقت سے راہ نمائی فرمائی۔ میں سر شیر از اختر مغل صاحب کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے میرے مقالہ کو حرف بحرف پڑھا اور اس کو بہتر اسلوب پر ڈھالنے کے لیے اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ مقالہ کی کمپوزنگ، مواد کے حصول اور اس تحقیقی کام کے دوران کسی بھی حوالے سے جن عزیز واقارب نے مدد کی ان تمام کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

میں اپنے شوہر ڈاکٹر فہد سعید کیانی کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ اگر ان کا پرخلوص تعاون نہ ہوتا تو میں اپنا تحقیقی کام مکمل نہ کر پاتی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کا دنیا وآخرت میں حامی وناصر ہو۔ آمین

حنا بتول کیانی

انتساب

(DEDICATION)

والدین کریمین کے نام!

جنہوں نے دینی اور دنیاوی تعلیم دلوائی اور ہر قدم پہ ساتھ
دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی انہیں اُن ستّر ہزار افراد میں شامل
فرمائے جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔ آمین

حنا بتول کیانی

فہرست مضامین بالترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
01-	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	I
02-	حلف نامہ(Decleration)	II
03-	ملخص(Abstract)	III
04-	فہرست عنوانات(Table of Contents)	IV
05-	اظہارِ تشکر(ACKNOWLEDGEMENT)	V
06-	انتساب(DEDICATION)	VI
07-	مقدمہ	1
08-	**باب اول: عصر حاضر میں خواتین کی ملازمت کی ضرورت**	**9**
09-	فصل اول: کسبِ معاش: مفہوم: ضرورت واہمیت	10
10-	فصل دوم: خواتین کی ملازمت اور عصری تقاضے	21
11-	**باب دوم: عائلی حقوق سے متعلقہ مسائل**	**32**
12-	فصل اول: ملازمت پیشہ خواتین اور عائلی رشتوں کے مابین ہم آہنگی امور سے متعلقہ مسائل	33
13-	فصل دوم: خواتین کی صحت اور ذمہ داریوں سے متعلقہ مسائل	44
14-	**باب سوم: عائلی فرائض سے متعلقہ مسائل**	**61**
15-	فصل اول: شوہر کے حقوق کی ادائیگی سے متعلقہ مسائل	62
16-	فصل دوم: سسرال کی خدمت واطاعت سے متعلقہ مسائل	81
17-	فصل سوم: اولاد کی تربیت وپرورش سے متعلقہ مسائل	93
18-	**باب چہارم: مسائل کا شماریاتی تجزیہ اور اسلامی تعلیمات**	**108**
19-	فصل اول: ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کا شماریاتی تجزیہ	109
20-	فصل دوم: خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات	133
21-	فصل سوم: ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل کا مجوزہ حل	148

155	نتائج	22-
156	سفارشات	23-
157	فہرست آیات	24-
158	فہرست احادیث	25-
159	نمونہ سوالنامہ	26-
161	فہرست مصادر و مراجع	27-

مقدمہ

موضوع کا تعارف(Introduction to the Topic)

اسلام نے کسبِ معاش کی ذمہ داری سے عورت کو آزاد کر کے اس پر احسان کیا ہے۔ عورت کی فطرت میں قدرت نے کمزوری رکھی ہے۔ اس کو ایسی سرگرمیوں کا پابند کیا جن کی ادا کرنے میں اسے دقت نہ ہو۔ خواتین کے ذمہ مردوں کی نسبت آسان اور گھر کی اندرونی ذمہ داریاں ہیں اسی وجہ سے اسلام عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ:

﴿وقرن فی بیوتکم﴾[1]

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو"

لیکن بوقتِ ضرورت اسلام نے عورت کو بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں شرکت کی اجازت بھی دی ہے اور اس مقصد کے لیے حدود و قیود کو متعین کیا۔ ان حدود کو خاطر میں لائے بغیر آج کی عورت کے لیے ہر جائز و ناجائز شعبے میں ملازمت کرنا کسی قوم کی ترقی کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ موجودہ دور میں بہت سے معاشی اور معاشرتی عوامل خواتین کی ملازمت کا تقاضا کرتے ہیں جن کی وجہ سے خواتین کو گھر سے باہر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ جب خواتین ملازمت کی خاطر گھر سے باہر نکلتی ہیں تو ان کے راستے میں قدم قدم پہ مشکلات حائل کر دی جاتی ہیں جن میں سب سے زیادہ کردار ان خواتین کے گھر کے افراد کا ہوتا ہے جو ان کی دوہری ذمہ داریوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے خود ان کے لیے رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح خواتین کو ملازمت کی وجہ سے کئی طرح کے مسائل پیش آتے ہیں۔ یہ مسائل ان کی عائلی زندگی کو بہت زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ خواتین خاندان اور معاشرے کا لازمی جزو ہیں چنانچہ اگر یہ مسائل کا شکار رہیں تو خاندانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ دراصل خواتین کے عائلی مسائل کا نقصان صرف ان کی ذات اور خاندان تک نہیں رہتا بلکہ اس کی جڑیں پورے معاشرے میں پھیل جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں اور مردوزن کی شانہ بشانہ معاشی کوششوں کے باوجود خوشحالی میسر نہیں آ رہی۔ اس لیے ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل کا سدِباب ضروری ہے۔ اس مقالہ کے ذریعے موجودہ دور میں ملازمت پیشہ خواتین کو درپیش عائلی مسائل کا جائزہ لیا جائے گا اور تحقیقی بنیادوں پر ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے گا۔

---

[1] الاحزاب:33

موضوع کی ضرورت و اہمیت(Significance of the Study)

عورت کا اصل دائرہ کار اس کا گھر ہے لہذا اسلام عورت کو گھر میں ٹھہر کر گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔اس کی معاشی ضروریات کی کفالت اس کے باپ، بھائی اور شوہر کے سپرد کی گئی ہے لیکن مرد اگر اپنی خواتین کے معاشی حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوں تو اسلام خواتین کو باہر نکل کر معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔دورِ حاضر میں بہت سی وجوہات کی بناپر خواتین میں ملازمت کا رجحان بڑھا ہے لیکن چونکہ گھریلو معاملات کی ذمہ داری بھی خواتین کو ہی سونپی گئی ہے جو ملازمت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوسکتی بلکہ مردوں کا بوجھ بانٹنے کے باوجود سہولت فراہم کرنے کی بجائے خواتین سے دیگر تمام ذمہ داریاں ادا کرنے کی توقع بھی کی جاتی ہے۔لہذا دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے ملازمت پیشہ خواتین کو اپنی عائلی زندگی میں کئی مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔پاکستان میں بھی خواتین کی ملازمت کی ضرورت بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے خواتین کو ملازمت اختیار کرنا پڑتی ہے۔لیکن پاکستانی معاشرے میں خواتین سے عائلی زندگی کے حوالے سے بہت سی توقعات وابستہ کرلی جاتی ہیں۔اوراس بات کا تقاضا کیا جاتا ہے کہ خواتین گھر کے کام کاج، شوہر کی خدمت، سسرال کی خدمت میں دن رات ایک کریں۔صرف گھریلو ذمہ داریاں ہی نہیں بلکہ پڑھی لکھی بہو سے مالی معاملات میں بھی مدد کی توقع رکھی جاتی ہے۔جب خواتین گھر کی خاطر ملازمت اختیار کرلیتی ہیں توجدیدیت کے اظہار میں خواتین کے ملازمت پیشہ ہونے کو ایک طرف تو یہ تاثر قائم کیا جاتا ہے کہ خواتین کو خود انحصاری کا حق دے کر ان پہ احسان کیا گیا ہے لیکن دوسری طرف ان کی مشکلات کو سمجھنے کی ضروت محسوس نہیں کی جاتی۔خواتین پہ ملازمت کے ساتھ گھریلو معاملات کی تمام تر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔مرد تو خواتین سے مالی مدد حاصل کرلیتے ہیں لیکن خواتین کو اندرونی اور بیرونی مسائل گھیر لیتے ہیں۔گھر والے جو خود خواتین کی ملازمت کی خواہش رکھتے ہیں وہی خواتین کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ملازمت پیشہ خواتین کو ملازمت کی وجہ سے اپنی عائلی زندگی کے حوالے سے کئی حقوق پر سمجھوتا کرنا پڑتا ہے اور فرائض کی ادائیگی بھی متاثر ہوتی ہے۔لہذا ملازمت پیشہ خوتین اپنے عائلی حقوق وفرائض کے معاملے میں بہت سے مسائل کا شکار رہتی ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مسائل کا بروقت ادراک کیا جائے اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا جائے۔کیونکہ یہ دورِ حاضر کے سلگتے مسائل میں سے ایک ہے جس پر تحقیقی کام کی اشد ضرورت تھی جس کی وجہ سے تحقیق کے لیے یہ موضوع منتخب کیا گیا۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ(Literature Review)

خواتین کے معاشی حقوق،معاشی مسائل اور معاشی میادین کے حوالے سے مختلف نوعیت کا تحقیقی کام وقتاً فوقتاً کیا گیا ہے۔ بعض تحقیقات میں ملازمت پیشہ خواتین کے مختلف مسائل پر جزوی طور پر بحث کی گئی ہے۔

- 2000ء میں "جدید تحریکِ نسواں اور اسلام" کے عنوان سے ثریا بتول علوی نے کتاب تحریر کی جس میں انہوں نے امتِ مسلمہ کی خواتین کا مغربی طور طریقوں کو پسند کرنے اور ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو بدلنے اور اس کی وجہ سے خواتین کی عزت و وقار میں کمی آنے پر بحث کی ہے۔ کتاب میں خواتین کی ملازمت سے ہونے والے کچھ نقصانات کا تذکرہ بھی شامل ہے۔
- 2004ء میں طاہرہ کوکب نے پی ایچ ڈی کی سطح پر "عصرِ حاضر میں مسلمان خواتین کی ملازمت" کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا۔ اس مقالہ میں مسلمان خواتین کی ملازمت کے میادین، عصرِ حاضر میں مسلمان خواتین کے ملازمت اختیار کرنے کے رجحان، طور طریقوں اور مسلمان خواتین کی ملازمت کے معاشرے پر مثبت و منفی اثرات پر بحث کی ہے۔
- The Problems of women of subcontinent and their solution in the Light of Kutab-e-Fatawa.Lubna,Phd,2005

  اس مقالہ میں برصغیر کی خواتین کے مسائل کو کتبِ فتاوی کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔
- "پاکستانی عورت کے معاشی مسائل اور کردار" کے عنوان سے حافظہ ہاجرہ مدنی نے ایم فل کی سطح پر 2010ء میں مقالہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے عورت کے مقام کے حوالے سے اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کا جائزہ لیا۔ مقالہ کا اصل مقصد پاکستانی خواتین کے معاشی حقوق، معاشی مسائل مثلاً میراث، حق مہر، نان ونفقہ اور سکنیٰ سے متعلقہ مسائل کو تفصیلاً بیان کرنا اور ان معاشی مسائل کے لیے حل کی تجاویز پیش کرنا ہے۔ مقالہ میں "معاشرے میں عورت کا کردار" کے عنوان پر مبنی باب کی ایک فصل میں مختصراً معاشی سرگرمیوں کی وجہ سے عورت کو پیش آنے والے چند مسائل پر بحث کی گئی جن میں معاشی سرگرمیوں کی وجہ سے عورت کی ذاتی زندگی کو متاثر کرنے والے مسائل اور خاندانی زندگی کے چند مسائل مثلاً خواتین کی ملازمت کی وجہ سے مردوں میں احساسِ ذمہ داری کی کمی اور خواتین میں اپنی اصل ذمہ داریوں سے کوتاہی وغیرہ کا مختصراً تذکرہ کیا ہے۔
- 2010ء میں عامرہ احسان نے "اکیسویں صدی اور مسلمان عورت" کے عنوان سے کتاب تحریر کی جس میں انہوں نے عصرِ حاضر میں خواتین کی دین بے زاری پر بحث کی۔ اس کتاب میں انہوں نے اجتماعی طور پر تمام مسلم

عورتوں کی آزاد خیالی اوران کے بدلتے رجحانات، افکار و نظریات اور کردار پر بحث کرتے ہوئے ملازمت پیشہ خواتین کے کچھ مسائل بھی ذکر کیے۔

- 2010ء میں "خواتین کی ملازمت اوراسلامی تعلیمات" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی گئی۔ کتاب میں اسلام میں خواتین کی ملازمت کی اجازت سے متعلق اور خواتین کی ملازمت کے بارے میں اسلامی حدود قیود کو بیان کیا گیا ہے۔ کچھ مضامین میں ملازمت پیشہ خواتین کی اصل گھریلو ذمہ داریوں کے معاملے میں کوتاہیوں کو بھی بیان کی گیا۔
- "خواتین کی ملازمت، تعلیماتِ اسلامی کی روشنی میں" کے عنوان سے ڈاکٹر نصیر خان اورڈاکٹر صاحب اسلام نے2010ء میں آرٹیکل پیش کیا۔ انہوں نے خواتین میں ملازمت کے رواج عام ہونے، بوقتِ ضرورت خواتین کی ملازمت کے جوازاوراس حوالے سے اسلامی تعلیمات بیان کی ہیں۔
- Working Women in Pakistan:Analysis of Issues and Problems,Sidra Pervez,PJSS,vol:35.no:2,2015

اس آرٹیکل میں پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کے بارے میں کیے گئے سروے کے نتائج کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں خواتین کی ماہانہ آمدنی، ملازمت کی ذمہ داریوں، ملازمت کی جگہ پیش آنے والے مسائل، ملازمت کرنے کی وجوہات اور گھر سے باہر ملازمت کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل کے حوالے سے سوالات شامل ہیں۔

- 2015ء میں "عورت کا دائرہ عمل اور عصرِ حاضر کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے شازیہ بانو نے ایم فل کی سطح پر مقالہ پیش کیا جس میں انہوں نے خواتین کی معاشی سرگرمیوں کے دائرہ کار کو بیان کیا اور موجودہ دور میں خواتین کی معاشی ذمہ داریوں پر بحث کی۔
- "پاکستانی خواتین کے معاشی مسائل کا حل صحابیات کی معاشی سرگرمیوں کے تناظر میں" کے عنوان سے عاطف قادر نے 2016 ء میں مقالہ پیش کیا جس میں صحابیات کے لیے اختیار کیے گئے میادین کو تفصیلاً بیان کیا گیا۔ پاکستانی خواتین کی جائیداد، تقسیم میراث، نان ونفقہ اور حق مہر کے مسائل پر تفصیلاً بحث کی جبکہ ایک باب میں پاکستانی خواتین کے عسکری، طبی اور علمی اور تجارتی میادین میں عورت کے کردار، ان میادین میں درپیش مسائل کا تذکرہ اوران کے حل کے لیے تجاویز پیش کی ہیں۔
- Personal,Family Problems and Challenges Faced by Working Women Vs Housewives,Manmeet Kaur,2018

اس آرٹیکل میں بھارت کی ملازمت پیشہ خواتین کے بچوں اور گھریلو ذمہ داریوں سے متعلق مسائل کو شامل کیا گیا ہے۔

- 2020ءمیں "ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل اوراسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل" کے عنوان سے یاسر فاروق اور ڈاکٹر حافظ مسعود قاسم نے آرٹیکل پیش کیا جس میں انہوں نے ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی زندگی اور ملازمت کے مقامات پر پیش آنے والے مسائل کو بیان کیا ہے ۔ میاں بیوی کے باہمی تعلقات کے حوالے سے صرف خواتین کی جانب سے ملازمت کرنے کی خواہش اورخاوند کی طرف سے روکے جانے پر خواتین کی نارضامندی کو ذکر کیا،اولاد کے حوالے سے یہ مسئلہ زیرِ بحث لایا گیا کہ بعض اوقات ملازمت پیشہ خواتین اولاد کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھ کراس ذمہ داری سے آزاد رہنے یاطلاق لینے کوترجیح دیتی ہیں۔ نیز ملازمت کی وجہ سے خواتین کی شادی کا تاخیر سے ہونے یانہ ہونے کے مسائل پر بحث کی اور کسی وجہ سے گھر میں اضافی مصروفیت کی مشکلات شامل کی گئی ہیں۔
- "پاکستان کی دیہی مزدورخواتین کے مسائل" کے عنوان سے سیدہ ربیعہ ضیانے ایم اے کی سطح پر مقالہ پیش کیا۔ جس میں مقالہ نگارنے پاکستان کے دیہاتی علاقوں کی مزدوری پیشہ خواتین کے مسائل کو بیان کیا۔ مقالہ میں ان کی ہمت سے بڑھ کے بوجھ،مزدوری کے اوقات،کم آمدنی،وڈیروں کا غیر منصفانہ سلوک جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔
- خواتین کی ملازمت اوراسلامی تعلیمات کے عنوان سے خالد سیف اللہ رحمانی نے کتاب لکھی جس میں تین صفحات پر مختصراًخواتین کی ملازمت کے فوائد ونقصانات تحریر فرمائے گئے ہیں۔ ان میں بھی مغربی خواتین کی ملازمت کے بارے میں زیادہ گفتگو موجود ہے۔
- امرأة المسلمة کے عنوان سے سارہ بنتِ عبدالمحسن نے لکھی گئی جس میں خواتین کے معاشرتی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔
- درج بالا تحقیقات میں عمومی طور پر تمام اسلامی خواتین کے مسائل یاملازمت پیشہ خواتین کے معاشی ومعاشرتی مسائل کے تحت عائلی زندگی کے چند مسائل کو بیان کیا گیا ہے لیکن بالخصوص ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی حقوق وفرائض سے متعلقہ مسائل پر تحقیق نہیں کی گئی۔ پاکستانی ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل پر مستقل تحقیق نہیں کی گئی۔ کچھ تحقیقات میں پاکستان کی ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل بھی بیان کیے ہیں لیکن ان کی عائلی زندگی میں پیش آنے والے کئی ایک مسائل کو زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔ مقالہ ہذا اس لحاظ سے

اہمیت کا حامل ہے کہ اس مقالہ کا مقصد بالخصوص ملازمت کی وجہ سے خواتین کے عائلی زندگی میں حقوق وفرائض کے حوالے سے پیش آمدہ مسائل کو یکجا پیش کرنا ہے۔

جوازِ تحقیق

عصرِ حاضر میں خواتین کی ملازمت کی ضرورت بڑھ رہی ہے۔خاندان اور معاشرے کو خواتین کی ملازمت کی ضرورت ہے لیکن خواتین کی ملازمت کی وجہ سے ان کی عائلی زندگی بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے جس سے خاندانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔خاندانی نظام کا متاثر ہونا کسی معاشرے کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو سکتا ہے۔

بیانِ مسئلہ

خواتین کی ملازمت خواتین کی عائلی زندگی کے حقوق وفرائض کو بہت حد تک متاثر کرتی ہے۔جس سے معاشرے میں کئی خرابیاں جنم لے رہی ہیں اس لیے ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل کو جاننا اوران مسائل کے حل کے لیے تجاویز پیش کرنا ضروری ہے۔زیر نظر تحقیق اسی مقصد کے لیے کی گئی ہے۔

مقاصدِ تحقیق(Research Objectives)

- موجودہ دور کے تناظر میں خواتین کی ملازمت کی ضرورت واہمیت واضح کرنا۔
- ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی حقوق وفرائض سے متعلقہ مسائل کو اجاگر کرنا۔
- خواتین کے عائلی مسائل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لینا۔

تحقیقی سوالات(Research Questions)

I. موجودہ وقت میں خواتین کی ملازمت کیوں ضروری ہے؟
II. خواتین کو ملازمت کی وجہ سے عائلی حقوق سے متعلق کون کون سے مسائل درپیش ہیں؟
III. عائلی فرائض کی بجاآوری سے متعلق ملازمت پیشہ خواتین کو کس طرح کے مسائل کا سامنا ہے؟
IV. ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کیسے ممکن ہے؟

تحدید(Delimitation)

تحقیق کا دائرہ کارعصرِ حاضر میں پاکستان کی ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل کا جائزہ لینا ہے جبکہ سروے کے لیے راولپنڈی اسلام آباد کی ملازمت پیشہ خواتین کو منتخب کیا گیا۔

منہجِ تحقیق(Research Method)

- اسلوبِ تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی ہے۔
- مقالہ تین مراحل میں تحریر کیا گیا:-

پہلا مرحلہ: موجودہ مواد

دوسرا مرحلہ: سروے(سوالنامہ،انٹرویو)

نمبر شمار	شعبہ	تعداد
1۔	ٹیچرز	60
2-	نرسز	40
3-	فیکٹری ورکرز	40
4-	ڈاکٹرز	20
5-	ہیلتھ ورکرز	20
6-	بینکرز	20
7-	محکمہ پولیس	20
8-	بیوٹیشنز	20
9-	سیلزگرلز	20
10-	آیا	20
11-	ریسپشنسٹس	20
	کُل خواتین	300

60 فیصد خواتین کا تعلق گاؤں اور نواحی علاقوں سے اور 40 فیصد کا تعلق شہری علاقوں سے تھا۔ سوالنامہ میں کُل 20 سوالات شامل کیے گئے۔ ہر سوال کے پانچ ممکنہ جواب(متفق،انتہائی متفق،غیر جانبدار، غیر متفق،انتہائی غیر متفق) تھے۔ سوالنامہ کے آخر میں اضافی رائے کے لیے چند سطریں دی گئی تھیں۔ سروے سے حاصل ہونے والی معلومات کو گرافس اور ٹیبلز کے ذریعے بیان کیا۔ مسائل کے حل کے لیے علماء سے انٹرویوز کیے گئے۔

تیسرا مرحلہ: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجاویز

- مواد کے حصول کے لیے بنیادی مصادر میں قرآن کریم، کتب احادیث، فتح الباری، کتاب العبر، ردالمختار، فتاوی ہندیہ، تفسیر بیضاوی، فتح القدیر، الفقہ الاسلامی وادلۃ، الاحکام السلطانیہ، البحرالرائق، المعجم الاقتصادی الاسلامی، الجامع الاحکام القرآن شامل ہیں۔ آیات کے تراجم کے لیے ڈاکٹر طاہر القادری کا لکھا گیا ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔ ثانوی کتب (عورت، اسلام اور جدید سائنس، مثالی عورت، خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات وغیرہ)، مقالہ جات اور آرٹیکلز سے بھی استفادہ کیا گیا۔

Reports and Websites:

Overview of The Economy,World Inequality Report

https://businessinsider.com,https://www.statista.com.

https://www.worldbank.org

- حاصل شدہ مواد کا تجزیہ کرنے کے بعد قرآن وسنت اور علماء (اسکالرز) کی آراء کی روشنی میں ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کے حل کے لیے تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

باب اول: عصرِ حاضر میں خواتین کی ملازمت کی ضرورت

فصل اول: کسبِ معاش: مفہوم، ضرورت واہمیت

فصل دوم: خواتین کی ملازمت اور عصری تقاضے

فصل اول

کسبِ معاش: مفہوم، ضرورت واہمیت

فکرِ معاش انسانی فطرت تقاضا ہے۔ کوئی انسان کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور رہائش کی فکر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اس لیے اپنی ضروریات اور حاجات کو پورا کرنے کی فکر بلا امتیازِ جنس ہر انسان کو ہی رہتی ہے۔ دنیا میں انسان کے فائدے کے لیے بے شمار ذرائع موجود ہیں لیکن ان تک پہنچنا اور ان سے استفادہ کرنا ہر ایک کی اپنی ذمہ داری ہے۔ محنت کر کے انسان ان ذرائع تک پہنچ سکتا ہے لیکن محنت نہ کرنے والے انسان کے لیے اپنی ضروریات کو پورا کرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کے پاس ضروریات وحاجات کی تسکین کے لیے وسائل موجود نہیں ہوتے یا ضرورت سے کم ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کی معاشی حالت کمزور ہو جاتی ہے۔ جو انسان محنت اور لگن سے اپنی روزی حاصل کرتا ہے اور خود پر انحصار کرتا ہے اسے معاشرے میں عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جبکہ خود انحصاری کا مظاہرہ نہ کرنے والے کو بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے معاش کی فکر کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے کیونکہ اچھی اور بہتر زندگی گزارنے کی خواہش ہر باشعور انسان کو ہوتی ہے ایسی زندگی گزارنا اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب انسان اپنے رزق کا خود بندوبست کرے۔

چونکہ یہ مقالہ خواتین کی معاشی جدوجہد سے متعلق ہے اس لیے اس معاش کا معنی و مفہوم واضح کرنا ضروری ہے۔

لغوی معنی:

معاش اور معیشت کا تعلق زندگی گزارنے کے ذرائع سے ہے۔ یعنی وہ وسائل جن کا موجود ہونا زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہو۔ اہلِ لغت نے یہی معانی بیان کیے ہیں۔ المنجد فی اللغۃ میں ہے:

"المعاش والمعیشة ماتعیش به من المطعم والمشرب -ماتکون به الحیاۃ"[1]

ترجمہ: "معاش اور معیشت سے مراد کھانے پینے کی وہ اشیاء ہیں جن کے ذریعے زندگی گزاری جاتی ہے۔ جن پر زندگی کا دارومدار ہے۔"

---

[1] لوئیس معلوف، **المنجد فی اللغۃ**، (بیروت: المبعۃ الکاثولیکیۃ، 1908ء))، 567

لسان العرب میں لفظِ معاش کا یہ معنی بیان کیا گیا ہے:

عیش: العیش: الحیاۃ، عاش، یعیش، عیشاومعیشاومعاشا، والمعاش والمعیشۃ: مایعاش بہ[1]

ترجمہ:" المعاش والمعیشۃ کے معنی ہیں وہ ذرائع جن پر زندگی کا انحصار ہے (یعنی کھانے پینے کی تمام چیزیں اور وہ سارے وسائل اور ان کے بغیر انسان کی بقا ممکن نہیں)۔"

معیشت کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے:

المعیشۃ الذی یعیش بھاالانسان من مطعم ومشرب وماتکون بھاالحیاۃ[2]

ترجمہ:"معیشت سے مراد وہ ضروریاتِ زندگی ہیں جن کے ساتھ انسان زندہ رہتا ہے۔ مثلاً خوراک اور پانی وغیرہ۔"

معیشت کا معنی ان الفاظ میں بھی بیان کیا گیا ہے:

معیشت: زندگی زندگانی، زیست، حیات، عیش، روزگار، روزی[3]

Urdu,English Dictionary میں معیشت کا معنی اس طرح بیان ہوا ہے:

Subsistence,Livelihood,Living,Way of life,Daily Food.[4]

قرآن مجید میں بھی معیشت یا معاش کا لفظ رزق، روزی، ذریعہ زندگی وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

﴿ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ﴾[5]

ترجمہ:"اور ہم نے اس (زمین) میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے ہیں۔"

'معایش' 'معیشۃ' کی جمع ہے بمعنی سامانِ زندگی، ذریعہ روزگار۔

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ﴾[6]

---

[1] ابنِ منظور، احمد بن مکرم، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1414ء)، 6/321

[2] ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا، **معجم القاییس اللغۃ**، (ایران، دارالکتب العلمیۃ، س ن)، 4/194

[3] فیروزالدین، مولوی، **فیروزاللغات**، (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، س ن)، ص: 1266

[4] Khokhar,Wasi ullah, Urdu, English Dictionary,(Lahore,Al Hasanat Books),Page:718

[5] الاعراف: 10

[6] الزخرف: 32

ترجمہ:"ہم ان کے درمیان (دنیاوی زندگی میں) ان کے (اسباب) معیشت کو تقسیم کرتے ہیں۔"

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَه مَعِيْشَةً ضَنَكاً﴾[1]

ترجمہ:"اور جس نے میرے ذکر سے روگردانی کی تو اس کے لیے دنیاوی معاش تنگ کر دیا جائے گا۔"

لفظِ **کسب** کا لغوی معنی ہے کمائی، حصول یا نفع وغیرہ ہے۔

مظاہر الحق میں کسب کا معنی "رزق تلاش کرنا" بتایا گیا ہے۔[2]

اس طرح کسبِ معاش کا معنی "ضروریاتِ زندگی کا حصول" ہو گا۔

مفہوم، ضرورت واہمیت:

انسان کو زندگی گزارنے کے لیے بے شمار ضروریات پیش آتی ہیں۔ ان ضروریات کو حاصل کرنے کا نام ہی کسبِ معاش ہے۔ بھوک لگنے پہ انسان کا کھانے کا بندوبست کرنا، پیاس بجھانے کے لیے پانی تلاش کرنا، جسم کو گرمی وسردی کی شدت سے بچانے، شرم وحیااور انسانی وقار کی حفاظت کرنے کے لیے لباس کا اہتمام کرنا، رہنے کے لیے گھر بنانا، گھر کے اندر ضروری اشیاء رکھنا، زندگی گزارنے کے لیے تعلیم حاصل کرنا، بیمار ہونے کی صورت میں علاج معالجہ کروانا، عزیز واقارب کے شادی بیاہ کی تقاریب اور وفات کی صورت میں ان کی تجہیز و تکفین میں شامل ہونا، مذکورہ بالا تمام اور ان کے علاوہ مختلف اغراض ومقاصد کے لیے سفر کرنا، یہ سب ایسی سرگرمیاں ہیں جن سے بحیثیتِ انسان ہر ایک کا تعلق ہوتا ہے۔ معاشرے میں عزت کا مقام حاصل کرنے کے لیے انسان کا ان تمام معاملات میں شامل ہونالازمی ہے۔ انسان ان تمام سرگرمیوں کو بجالانے کے قابل اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کے پاس مال ودولت موجود ہو۔

"أن الله تعالى جعلهاقواما الأبدان،وتلوالأنفس،وسبباالبقاءالأجسام،وحياة للبشر،وآلة يطلب المعانى ،وآداة لنسل الأمانى،زينة الحياة الدنيا،وطريقاألى النجاة فى الأخرة والأولى"[3]

ترجمہ:"اللہ تعالی نے ان (اموال) کو بدنوں کے لیے قوام، جسموں اور جانوں کی بقاءاور انسانی زندگی (کی بقاء) کا سبب بنایاہے۔ عظمتوں کے حصول کا ذریعہ ،خواہشات کی تکمیل کا سامان، دنیاوی زندگی کی زینت اور آخرت میں نجات کا راستہ بنایا ہے۔"

معاشی سرگرمیوں اور ان کے علم کی اہمیت ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے:

---

1 طہ:124

2 دہلوی، محمد قطب الدین، **مظاہر الحق**،(لاہور: مکتبۃ العلم، س ن)،3/43

3 الماوردی، علی بن محمد حبیب البصری، الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ،(مصر: مکتبۃ التوفیقیہ، س ن)، ص:203

"الاقتصاديبحث ایضاًفی مسائل الانتاج والتستمثارومسائل التنفاع والخدمات ومسائل الغنی والفقر"[1]

ترجمہ:"علمِ اقتصاد پیداوار اور مال بڑھانے کے مسائل، نفع حاصل کرنے اور خدمات فراہم کرنے کے مسائل اور غناء و فقر کے مسائل پر بحث کرتا ہے۔"

ابنِ خلدونؒ کے نزدیک:

"ان المعاش هوعبارة عن ابتغاء الرزق والسعی فی تحصیله"[2]

ترجمہ:"معاش رزق ڈھونڈنے اور حاصل کرنے کے لیے کی جانے والی جدوجہد کا نام ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس علم کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"هو الحکمة الباحثة عن کیفیة أقامة المعادلات والمعاونات والاکساب "[3]

ترجمہ:"(افراد اور معاشرہ کا) اشیاء کے باہمی تبادلہ، معاشی تعاون اور ذرائع معیشت و آمدن کی حکمت سے بحث کرنا علم معیشت ہے۔"

اپنی ضروریات کی تکمیل کی خاطر محنت کرنا انسان پہ لازم ہے۔ جس انسان کو مواقع میسر ہوں اس کا معاش کے فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ:

"توکل اور خدا پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی محنت کرنے اور اسباب کو استعمال کرنے سے گریز کرے۔ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھا رہے۔ بلکہ مسلمانوں کا شیوہ ہے کہ وہ اسباب سے کام لیں۔"[4]

ایسا شخص جو اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے محنت مشقت نہیں کرتا وہ معاشرے پہ بوجھ کی مانند ہوتا ہے۔ خصوصاً موجودہ دور میں جب ہر انسان مصروفیت میں گھرا ہوا ہے اور معاملاتِ زندگی اس قدر پیچیدہ ہو چکے ہیں کہ غریب تو غریب متوسط درجے کے افراد بھی بمشکل گزارہ کر رہے ہیں ایسے میں کسی کے لیے دوسروں کی معاشی ضرورویات کا ذمہ اٹھانا نہایت مشکل ہے۔ لہذا ہر ایک کا اپنی ضروریات کے معاملے میں خود کفیل ہونا ہی بہتر ہے۔ معاشرے میں ہر انسان کو بنیادی ضروریات تک رسائی حاصل ہونی چاہیے۔ تاکہ دولت چند ہاتھوں میں مقید نہ رہے۔ اس لیے ہر ایک پہ لازم ہے کہ وہ اپنی معاش کی فکر کرے اور اپنی بنیادی انسانی حاجات کی تسکین کے لیے حتی الوسع وسائل پیدا کرے تاکہ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کی اہلیت خود رکھتا ہو، کسی کا محتاج نہ ہو۔ کیونکہ محتاجی انسان کے عزت و وقار میں کمی کا باعث بنتی ہے۔

---

1 الشرباجی، احمد، المعجم الاقتصادی الاسلامی، (لبنان: دار الجلیل، 1981ء)، ص:36

2 ابنِ خلدون، عبد الرحمن، **کتاب العبر، دیوان المبتداء والخبر (المقدمہ)**، (بیت الافکار الدولیة، 797ء)، ص:194

3 دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث، **حجۃ اللہ البالغۃ**، (کراچی: زمزم پبلشر، 1762ء)، 1/34

4 صدیقی، عبد الحمید، **اسلام اور معاشی تحفظ**، (لاہور: البدر پبلیکیشنز، 1987ء) ص:40

شریعتِ اسلامی انسان کے فائدے اور نقصان پر اسے مطلع کرتی ہے اور فائدے سے قریب اور نقصان سے دور ہونے میں مدد دیتی ہے۔اسلامی معاشی تعلیمات انسان کا حقیقی فائدہ چاہتی ہیں۔چنانچہ اسلامی پابندیوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

"فلایجوزلاحدمن المکتسبین ان یکسب المال بطریقة غیرمشروعة بن الربو والقماروالتخمین وسائرالبیوع الفاسدة اوالباطلة"[1]

ترجمہ:"کسی تاجر کے لیے جائز نہیں کہ وہ سود، قمار، سٹہ بازی اور دیگر تمام بیوع فاسدہ وباطلہ کے غیر مشروع طریقہ سے مال کمائے۔"

مغربی معاشی نظام میں خود غرضی، دھوکہ دہی، سود، جھوٹ، اور دیگر کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں جو کہ اسلام میں قابلِ قبول نہیں چناچہ کسبِ معاش کے لیے انسان کا شریعتِ اسلامی کے قائم کردہ اصول وضوابط کا پابند رہنا لازم ہے تاکہ دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی رضا اور آخرت میں کامیابی بھی حاصل ہو۔

کسبِ معاش کی ضرورت واہمیت آیاتِ قرآنی کی روشنی میں:

کسبِ معاش کی اہمیت سے متعلق قرآن میں کئی آیات موجودہیں ۔جن سے کسبِ معاش کی ضرورت واہمیت کا اندازہ ہوتاہے۔ذیل میں چند آیات کی روشنی میں کسبِ معاش کی انسانی زندگی میں ضرورت و اہمیت بیان کی جارہی ہے۔ارشاد ہوتاہے:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْها مَعَایِشَ﴾[2]

ترجمہ:"اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن وتصرف عطاکیااور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے۔"

اللہ تعالی نے انسان کو سامانِ زندگی فراہم کیے ہیں لیکن وہ خود بخود انسان کو نہیں مل سکتے بلکہ ان کے حصول کے لیے انسان پر کوشش لازم ہے ۔یہی کوشش معاشی سرگرمیوں کو جنم دیتی ہے۔ان سرگرمیوں کو بجالانے کے لیے انسان کی بہترین وقت کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے؛

﴿وَّ جَعَلْنَا النَّهارَ مَعَاشًا﴾[3]

ترجمہ:"اور ہم نے دن کو(کسبِ) معاش (کا وقت) بنایا ہے۔"

---

1 عثمانی، شبیر احمد، عثمانی، محمد تقی الدین، موسوعة فتح الملهم، (کراتشی: مکتبة دارالعلوم، 1414ھ)، 1/300،301

2 الاعراف:10

3 النباء:11

اللہ تعالی نے جہاں انسان کو کمانے اور رزق حاصل کرنے کا حکم دیا وہیں یہ راہنمائی بھی فرمادی کہ دن کے اجالے سے فائدہ اٹھائے اور کائنات میں اپنا رزق تلاش کرنے کے لیے نکل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی بھلائی کی خاطر کئی ذرائع معاش پیدا کیے اور ان ذرائع تک رسائی اپنے بندوں کے لیے ممکن فرمادی۔ ارشاد ہوتا ہے؛

﴿اَللہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ [1]

ترجمہ: "اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم (بحری راستوں سے بھی) اس کا فضل تلاش کر سکو اور اس لیے کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔"

یعنی تمام خزانوں کی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی نے رزق کا حصول آسان کیا اور اپنے بندوں کی اس طرف راہنمائی فرمائی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی باور کروادیا کہ مال و دولت کو حاصل کرنے کے بعد اپنے رب کی ناشکری نہ کریں بلکہ اس کا شکر کریں جس نے انہیں یہ نعمتیں عطا کی ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللہِ﴾ [2]

"ترجمہ: "پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرنے لگو۔"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں نماز کی ادائیگی کی طرح رزق کی تلاش کے لیے بھی امر کا صیغہ استعمال فرمایا۔ اس سے کسبِ معاش کے فریضے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

خالقِ کائنات نے انسان سے رزق کا وعدہ کیا پھر اس تک پہنچنے کے لیے اسے راستہ بھی دکھادیا تاکہ انسان اپنے فطری شرف کو برقرار رکھتے ہوئے محنت کرے اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے سرگرداں رہے اور کسی پر بوجھ بن کر اپنی عزتِ نفس کو مجروح نہ کرے کیونکہ محنت کرنے والوں کے لیے بے شمار مواقع ہیں جن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رزق روزی کا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ﴾ [3]

ترجمہ: "وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اس کے (دیئے ہوئے) رزق میں سے کھاؤ۔"

---

[1] الجاثیہ:12

[2] الجمعۃ:10

[3] الملک:15

انسان کو چاہیے کہ اسباب وذرائع سے بھرپور فائدہ اٹھائے، خود پر انحصار کرے اور انسانی وقار وعظمت کا تحفظ کرے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ تمام انسانوں کو ایک جیسے اسباب و ذرائع میسر نہیں ہوتے اس لیے لوگوں کے اندازِ زندگی میں بھی اختلاف ہوتا ہے ارشاد ہوتا ہے؛

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَابَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضاً سُخْرِيًّا﴾[1]

ترجمہ: "ہم ان کے درمیان (دنیاوی زندگی میں) ان کے (اسبابِ) معیشت کو تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی ان میں سے بعض کو بعض پر (وسائل ودولت میں) درجات کی فوقیت دیتے ہیں (کیا ہم یہ اس لیے کرتے ہیں) کہ ان میں سے بعض (جو امیر ہیں) بعض (غریبوں) کا مذاق اڑائیں۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایسے حالات پیدا فرمائے ہیں کہ اس کو لازماً اپنی کئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک اعلیٰ درجے کے آفیسر کو معاشرے میں مالی لحاظ سے اگرچہ فوقیت حاصل ہے لیکن اسے اپنی حاجات اور ضروریات کے لیے مختلف لوگوں مثلاً درزی، حجام، نان بائی اور سبزی فروش کی ضرورت بہر حال ہوتی ہے۔ یہی زندگی کی خوبصورتی ہے اور اسی میں عدل ہے۔ یہ آیتِ کریمہ اس پہلو پر بھی روشنی ڈالتی ہے کہ دنیاوی زندگی میں اسباب وذرائع کی کمی یا زیادتی حکمتِ خداوندی سے ہے۔ لہٰذا کسی صاحبِ ثروت کو اترانا نہیں چاہیے۔ نہ یہ کہ خود کو ہی ساری دولت کا حقدار سمجھ لے بلکہ اسے چاہیے کہ اللہ کے عطا کیے گئے مال میں اس کے بندوں کو بھی شریک بنائے۔ کیونکہ ایک انسان کے مال پر صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کا ہی نہیں بلکہ دوسروں کا بھی حق ہے۔ ارشاد ہوتا ہے؛

﴿وَفِىْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾[2]

ترجمہ: "اور ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق مقرر تھا۔"

قرآن مال ودولت کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کے اچھے بدلے کی بشارت بھی دیتا ہے:

﴿وَمَاتُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾[3]

ترجمہ: "اور تم جو مال بھی خرچ کروگے (اس کا اجر) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔"

انفاق فی سبیل اللہ ایک ایسا پسندیدہ عمل ہے جس کے لیے انسان کے پاس مال ودولت کا ہونا ضروری ہے اور مال ودولت کے حصول کے لیے انسان کا معاشی طور پر سرگرمِ عمل رہنا ضروری ہے۔ ہر انسان کو چاہیے کہ اپنی زندگی

---

[1] الزخرف:32

[2] الذاریات:19

[3] البقرۃ:272

کو بہتر بنانے کی غرض سے معاشی جد وجہد کرتا رہے تاکہ معاشرے اور ملک وملت پہ بوجھ نہ بنے بلکہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کا سہارا بنے۔

کسبِ معاش کی ضرورت واہمیت احادیث کی روشنی میں:

معاش کی فکر کرنا اور خودداری کی زندگی بسر کرنے کی خواہش رکھنا محض آج کے انسان کی ضرورت نہیں بلکہ حیاتِ انسانی کا لازمی جزو اور سنتِ رسول ﷺ بھی ہے۔ احادیث میں مردوں اور عورتوں کے لیے کسبِ معاش سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ حدیث مبارکہ میں معاش کی بہتری کی دعا مانگنے کی ترغیب دلائی گئی ہے؛

((اَللّٰھمَّ اِنِّی أَسْأَلُکَ الْھدَی وَالتُّقَی وَالْعَفَافَ وَالْغِنَی))[1]

ترجمہ: "اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، تقوی، عفت اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنے خادم حضرت انسؓ کے لیے کثرتِ اولاد اور مال کی دعا کرتے ہوئے فرمایا؛

((اَللّٰھمَّ اکْثِرْ مَالَه وَ وَلَدَه،وَبَارِکْ لَه فِیْمَا اَعْطَیْتَه))[2]

ترجمہ: "اے اللہ! اس کے مال واولاد کو زیادہ کر اور جو کچھ تو نے اسے دیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔"

مالی کشادگی کی خواہش رکھنا توکل اور ایمان کے خلاف نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے طلبِ معاش کے لیے محض دعا نہیں سکھائی بلکہ امت کو محنت پر ابھارا۔ محنت سے کمانا سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے۔ روایت میں آتا ہے؛

((مَا أَکَلَ أَحَدٌ طَعَامًاقَطُّ خَیْرًامِنْ أَنْ یَأْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِه وَأَنَّ نَبِیَّ اللہ دَاؤُدَ علیه السلام کَانَ یَأْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِہ))[3]

ترجمہ: "تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی چیز نہیں کھاتا اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔"

کسبِ معاش کی خاطر محنت کی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر معاشرے کے افراد محنت کرنا چھوڑ دیں تو وہ دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث اور معاشرے پر بوجھ بن جائیں گے۔ معاشی طور پر خود کفیل انسان کو معاشرے میں عزت کا مقام ملتا ہے اور ایسا انسان باوقار زندگی گزارتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے؛

((لَأَنْ یَّحْتَطِبَ أَحَدُکُمْ حُزْمَة عَلیٰ ظَھْرِہ خَیْرٌ لَّه مِنْ أَنْ یَّسْأَلَ أَحَدًافَیُعْطِیْه أَوْ یَمْنَعَه))[4]

---

[1] ترمذی، محمد بن عیسی، **سنن الترمذی**، (ریاض: دارالسلام، 1999ء)، باب ماجاءفی عقد التسبیح بالید، ح:3489، ج:5 امام ترمذی فرماتے ہیں: "یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام، 1412ھ)، کتاب الدعوات باب الدعاء بکثرۃ الولد مع البرکه، ح:6343

[3] بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیدہ، ح:2071

[4] بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب الشرب والمساقاۃ، باب بیع الحطب والکلاء، ح:2073

ترجمہ:"وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دیدے یا نہ دے۔"

اس حدیث مبارکہ سے کسبِ معاش کے بارے میں کئی تعلیمات ملتی ہیں:

اول: رزق کمانے کے لیے کسی جائز کام میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

دوم: چھوٹا کام کرنے والا شخص کام نہ کرنے والے سے بہتر ہے۔

سوم: حلال رزق چاہے تھوڑا ہو بہترین ہے۔

چہارم: خودداری اور خود انحصاری پسندیدہ اخلاقیات میں سے ہیں جبکہ مانگنا اور دوسروں پر انحصار کرنا ناپسندیدہ افعال ہیں۔

انسان کو چاہیے کہ کسبِ معاش کے لیے تگ و دو کرتا رہے لیکن یہ ضروی ہے کہ اس کے لیے جائز ذرائع اختیار کیے جائیں۔ محنت اور جائز طریقے سے کمائے گئے رزق میں عزت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر بھی جبکہ حرام ذرائع سے کمائے گئے رزق میں برکت نہیں ہوتی بلکہ دنیا اور آخرت میں رسوائی ہی مقدر بنتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں حرام طریقے سے مال کھانے والوں کے بارے میں وعید آئی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے؛

((مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًامِنَ الْاَرْضِ بِغَيْرِحَقِّه،طُوِّقَه فِیْ سِبْعِ أَرْضِيْنَ يَوْم الْقِيَامَة))[1]

ترجمہ:"جس شخص نے ظالمانہ طور پر کسی سے زمین کا ایک بالشت حصہ لیا، قیامت کے دن اللہ تعالی سات زمینوں کا بوجھ اس کے گلے میں ڈالے گا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛

((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانه لَايُبَالِی الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَالْمَالَ،أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ))[2]

ترجمہ:"ایک زمانہ آئے گا کہ انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ مال اس نے کہاں سے لیا، حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے۔"

اگر ہم اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں تو کسی حرام ذریعے کو اختیار کرنے کی حاجت باقی رہتی ہی نہیں۔ رزقِ حلال کے لیے کئی گئی محنت میں خیر ہی خیر ہے۔ اگر محنت سے کمائی ہوئی دولت کو انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ضروریات اور مشکلات کو آسان کرنے کی خاطر ان پر خرچ کرے تو یہ نور علی نور ہو گا۔ حدیث مبارکہ ہے؛

---

1 قشیری، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**،(ریاض:دارالسلام،1999ء)کتاب البيوع،باب تحريمالظلم وغصب الأرض وغيرها،ح:4132

2 بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب البيوع،باب من لم يبال من حيث كسب المال ح:2083

((أَنْفِقِیْ وَلَاتُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللهُ عَلَیْکَ،وَلَاتُوعِی فَیُوعِیَ اللہ عَلَیْکِ))[1]

"خرچ کیا کر، گنانہ کر، تاکہ تمہیں بھی گن کے نہ ملے اور جوڑ کے نہ رکھو، تاکہ تم سے بھی اللہ تعالی (اپنی نعمتوں کو) چُھپانہ لے۔"

محنت کی بدولت ہی کوئی انسان اس قابل ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اور دیگر کئی معاشی برائیوں سے بچ سکے اور اپنی، اپنے اہل و عیال اور معاشرے کے ضرورت مندوں کی مدد کر سکے۔ "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی خالہ کو طلاق ہو گئی تو انہوں نے اپنی کھجوروں کی خبر لیناچاہی۔ انہیں ایک شخص نے دورانِ عدت گھر سے نکلنے کی وجہ سے ڈانٹا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور اپنا معاملہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛

((بَلٰی فَجُدِّی نَخْلَكِ فَإِنَّكِ عَسَی أَنْ تَصَدَّقِي أَوتَفْعَلِي مَعْرُوْفاً))[2]

ترجمہ: "کیوں نہیں، تم جاؤ اپنی کھجوروں کی دیکھ بھال کرو۔ ممکن ہے کہ تم اس کی کمائی سے صدقہ خیرات یا کوئی اور نیکی کا کام کرو۔"

معلوم ہوا کہ معاشی سرگرمیاں ادا کرتے ہوئے دوسروں کی مدد کا جذبہ بھی ہونا چاہیے اور مردوں اور عورتوں کو اپنی کمائی میں سے صدقات واجبہ اور نافلہ ادا کرنے چاہییں۔ محنت کے علاوہ جائز ذرائع معاش پر میانہ روی اختیار کرنے سے انسان بہت سی معاشی برائیوں مثلاً حسد، دھوکہ دہی، رشوت، چوری اور کسی دوسرے کا حق چھیننے جیسی خرابیوں سے بچ سکتے ہیں کیونکہ بہت سی خرابیاں اس وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہیں کہ لوگ اپنے وسائل پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اپنے اخراجات کو وسائل سے بڑھا لیتے ہیں۔ یہاں بھی فرمانِ رسول کریم ﷺ کی صورت میں ہمارے لیے ہدایت کی شمع موجود ہے؛

((اَلِاقْتِصَادَ، جُزْء مِن خَمْسَةٍ وَعِشْرِیْنَ جُزْءًامِنَ النُّبُوَّة))[3]

ترجمہ: "میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے"

---

1 قشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الانفاق وکراہۃ الاحصار، ح:1029، بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب الھبة، باب ھبة المرأة لغیرزوجھاوعتقھا،ح:2590

2 قشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الطلاق، باب فی المبتوتة تخرج بالنھار، ح:3721

3 بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، **شعب الایمان**، باب فی الاقتصادفی النفقة وتحریم أکل المال بالباطل۔ (ریاض: مکتبۃ الرشد، طبع اول، 2003ء) 8/494 (یہ حدیث صحیح ہے۔)

جب انسان محنت کر کے رزق حاصل کرے گا اور اس پر قناعت کرتے ہوئے اسراف و تبذیر سے بچے گا تو اس کی بہت سی ضرورتیں اپنی کمائی سے ہی پوری ہو جائیں گی۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی میانہ روی کا درس ملتا ہے۔ جس پر عمل ہی ہماری کامیابی کی کنجی ہے۔ قرآن و احادیث میں معاشی امور میں جن کاموں کو بجالانے کا حکم مردوں کے لیے ہے یہی حکم عورتوں کے لیے بھی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کے افراد خلوصِ نیت سے محنت کر کے اپنی روزی کا بندوبست کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ بات اہم ہے کہ انسان خود غرضی کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد باقی لوگوں کا بھی خیال کرے۔ ثانوی ضروریات اور فضولیات کو پورا کرنے کی دھن میں ضرورت منداور محتاج لوگوں سے بے نیاز نہ ہو جائے۔

فصل دوم

خواتین کی ملازمت اور عصری تقاضے

دورِ جدید معاشی مقابلے کا دور ہے۔ اعلیٰ کھانا، عمدہ لباس، بلند مکان اور مہنگی گاڑی آج کے انسان کی اولین ترجیحات میں شامل ہیں۔ جو انسان ان چیزوں کے حصول کی طاقت رکھتا ہے معاشرے میں اس کی ساکھ مضبوط سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جو انسان ان آسائشات کو حاصل کرنے سے قاصر ہوتا ہے اسے روزمرہ زندگی میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے آج ہر شخص کی کوشش ہے کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق خوشحال زندگی بسر کرے ۔اس مقصد کے لیے گھر کے ایک فرد کی کمائی عموماً ناکافی سمجھی جاتی ہے اس لیے دیگر افراد کو بھی اس میں حصہ لینا پڑتا ہے یوں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتینِ خانہ بھی معاشی میدان میں قدم رکھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ باپ کی معاشی مدد کے لیے بیٹی، شوہر کی مدد کے لیے بیوی اور بھائی کی مدد کے لیے بہن اور کسی سرپرست کی غیر موجودگی یا کسی وجہ سے سرپرست کی طرف سے کسبِ معاش کے فرائض کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں بھی بعض خواتین معاشی میدان کا رخ کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ بعض اوقات خواتین معاشی مشکلات سے نبٹنے کے لیے ٹیکسی، رکشہ وغیرہ چلانے پہ مجبور ہو جاتی ہیں۔ مزدوری ایک مشکل کام ہے لیکن مشکلات کے سامنے ہارنے اور خود کو حالات کے رحم وکرم پہ چھوڑنے کی بجائے باہمت خواتین محنت مشقت کر لینا گوارا کر لیتی ہیں۔ مزدوری کرنے کی بجائے خواتین کے لیے کسی ادارے میں ملازمت اختیار کرنا بہتر ہے تاکہ یہ کام کر کے عزت کے ساتھ اپنی مالی مشکلات سے نبٹنے اور اپنے معاشرتی فرائض ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔ خواتین کا معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینا ملک و قوم کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔

> "کسی بھی معاشرے میں عورت کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ معاشرتی اور تمدنی بہتری اور اس کی بقاء کا دارومدار مکمل طور پر خاتون کی حیثیت پر ہے۔ خواتین کے اس منصب، ان کے عمل اور کردار کے ساتھ ساتھ ان کی حیات بخش صلاحیتیں ہی سماج کی ترقی اور تنزلی کا سامان ہیں۔"[1]

عصرِ حاضر میں بہت سے معاشی اور معاشرتی عوامل خواتین کی ملازمت کا تقاضا کرتے ہیں۔ ذیل میں ان عوامل کو بیان کیا جا رہا ہے:۔

---

1 علوی، خالد، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشرتی نظام**، (لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، 2005ء)، ص: 261

1۔خواتین کی ملازمت کے معاشی عوامل

ا۔مہنگائی:

عالمی سطح پر تمام شعبوں میں مہنگائی میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔وطنِ پاکستان میں بھی مہنگائی آسمانوں کو چھو رہی ہے۔لوگ بازاروں کا رخ کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔کھانے پینے کی اشیاء، کپڑے، جوتے اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی قیمتیں لگاتار بڑھ رہی ہیں۔لوگوں کو گھر میں بھی سکون میسر نہیں آتا۔ایک رپورٹ میں اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> "مہنگائی نے ہر طبقے کو متاثر کیا ہے لیکن متوسط اور کم آمدن والے خاندان سب سے زیادہ مشکل کا شکار ہیں۔ملک کی چالیس فیصد سے زائد آبادی غذائی عدم تحفظ کا شکار ہے۔مہنگائی نے سب سے زیادہ دستر خوان کو متاثر کیا ہے۔عزیز و اقارب سے ملاقات اور گھروں میں آنا جانا چھوڑ دیا کیونکہ پیٹرول ہمارے بس میں نہیں۔"[1]

مکانات تعمیر کروانا تو آج کے دور میں عام انسان کے لیے ایک خواب بن کے رہ گیا ہے۔کرائے کے مکانوں میں کرایہ، بجلی، گیس کا بل اور بچوں کی فیسیں دینے کے بعد گھریلو اخراجات کے لیے رقم ناکافی ہو جاتی ہے۔ایسے حالات میں بچوں کے لیے پھل اور اچھے کھانے کا اہتمام کرنا عام آدمی کے لیے انتہائی مشکل ہے۔کھانا پینا انسان کی روزمرہ کی ضرورت ہے اس لیے اس پر اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔معیاری اور غذائیت سے بھرپور غذائیں زیادہ مہنگی ہیں اس لیے جن لوگوں کے وسائل کم ہیں ان کی رسائی سستی غذاؤں تک ہی ہو پاتی ہے جس سے صحت کی خرابی کے مسائل پیش آتے ہیں لیکن علاج کے سلسلے میں بھی مہنگائی آڑے آجاتی ہے۔ادویات کے علاوہ ڈاکٹرز کی ملاقات کی فیس اور علاج کے اخراجات بھی عام انسان کی پہنچ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔بچوں کے تعلیمی اخراجات اس قدر ہیں کہ صرف ایک فرد کی کمائی ان کے لیے ناکافی ہو جاتی ہے۔اپنے بچوں کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے میاں بیوی مل کر محنت کرتے ہیں بیوی کو اپنے گھر کی معاشی حالت کو بہتر کرنے کے لیے شوہر کی مدد کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔کیونکہ:-

> "اسلام عورت پر معاش کمانے کی ذمہ داری نہیں ڈالتا مگر ناگزیر مجبوریوں میں ملازمت بھی کر سکتی ہے اور تجارت بھی۔آج کل تو مہنگائی اس قدر زیادہ ہے کہ خواتین کو ملازمت اختیار کرنی پڑتی ہے۔اسلام اس ضمن میں حائل نہیں ہوتا۔"[2]

---

[1] **بی بی سی اردو نیوز**، اکتوبر 2021ء

[2] مجذوبی، طارق محمود، محمد، **عورت اسلام اور جدید سائنس**، (لاہور: عبقری پبلیکیشنز، س ن)، ص:146

جب اشیائے خورد ونوش، علاج اور سفری و تعلیمی اخراجات، لباس اور اس کے علاوہ ضرورت کی ہر چیز انسان کی بساط سے باہر ہونے لگے تو ایک فرد کی بہت کمائی پہ گھر کا نظام چلانا مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے اس لیے گھر کے مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی ملازمت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(ب) غربت:

معاشرے میں امن وسکون کے لیے غربت پر ممکن حد تک قابو پانا ضروری ہے۔ کیونکہ غربت کے باعث معاشی بدحالی پیدا ہوتی ہے جو کئی معاشی اور اخلاقی معائب کی وجہ بن سکتی ہے۔ اسلامی معاشیات میں ہے:

"اسلام کے مجوزہ منصوبہ حیات میں معاشی عدل کے قیام کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ فقر وفاقہ اور اقتصادی بدحالی کو ایمان کے لیے خطرہ کی گھنٹی اور رزق وروزی کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے۔"[1]

غریب لوگوں کی داستانوں پر مشتمل کئی خبریں روزاخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ غربت کے باعث کبھی باپ خودکشی کرتا ہے تو کبھی ماں بچوں سمیت پانی میں چھلانگ لگا لیتی ہے اس لیے ایسی حالت پر قابو پانا ہی بہتر ہے تاکہ غربت کی بنیاد پر ہونے والے جرائم کا خاتمہ ہو سکے۔ کیونکہ غربت کبھی انسان کو گناہ پر بھی آمادہ کر دیتی ہے۔

"معاشی کفالت ہر شہری کا بنیادی حق ہے غربت وافلاس کے اندھیروں میں ایمان کی شمع کو روشن رکھنا اکثر ممکن نہیں رہتا۔ اندر کا انسان سرکشی اور بغاوت پر اتر آتا ہے اور یہ سرکشی اور بغاوت خالقِ کائنات کے وجود سے انکار پر بھی منتج ہو سکتی ہے۔"[2]

لوگوں کا غربت کی وجہ سے خودکشی کرنا قدرت سے بغاوت اور سرکشی ہی ہے اس لیے اسلام کی نظر میں یہ پسندیدہ نہیں ہو سکتی۔ محاضراتِ معیشت وتجارت میں ہے:

"آج کل ایک اہم مسئلہ جو مختلف ممالک بالخصوص معاشی اعتبار سے پسماندہ یا کمزور ممالک کو درپیش ہے وہ غربت اور فقر وفاقہ کا مسئلہ ہے۔ فقر وفاقہ شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔"[3]

غربت ناپسندیدہ ہونے کے باوجود معاشرے میں پھیل رہی ہے اور غریب کی مشکلات بڑھتی جا رہی ہیں۔ مزدوری یا معمولی ملازمت سے غریب کی سال بھر کی کمائی امیر کی مہینے کی کمائی سے بھی کئی گنا کم ہوتی ہے۔ عالمی سطح پر 50٪ غریب ترین لوگوں نے جتنا کمایا ہے اوپر کے ایک فیصد نے ان سے دوگنا کمایا ہے۔ اور عالمی وسط طبقہ (جو یورپی یونین اور امریکہ کے کم ترین آمدنی والے لوگوں پر مشتمل ہے) بھی مزید دب گیا ہے۔[4] ورلڈ بینک کی

---

[1] عبدالحمید ڈار، محمد عظمت، میاں محمد اکرم، **اسلامی معاشیات**، (لاہور: علمی کتاب خانہ، 2014ء) ص:37

[2] قادری، ڈاکٹر، محمد طاہر، **اقتصادیاتِ اسلام**، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2007ء)، ص:92

[3] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، **محاضراتِ معیشت وتجارت**، (لاہور: الفیصل ناشران تاجرانِ کتب، 2010ء، ص:145

[4] **World Inequality Report, 2018** ,p.11

رپورٹ کے مطابق کووڈ19(Covid-19) کے باعث مزید 120 ملین لوگ غربت کا شکار ہوئے ہیں۔[1] وطنِ عزیز پاکستان کی عوام بھی مزید تنگدستی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔نہ صرف محنت کش مزدور طبقہ شدید معاشی مشکلات کا شکار ہے بلکہ درمیانہ تنخواہ دار طبقہ بھی پریشان ہے۔جو لوگ کرائے کے مکانوں میں رہتے ہیں،انہیں کئی اضافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔مزدور افراد، جن کی دیہاڑی لگنا بھی یقینی نہیں ہوتا وہ اپنے بچوں کو بنیادی سہولیات بھی نہیں دے پاتے۔غریب والدین کو بچوں کی خواہشات پوری کرنے کی خاطر اپنی ضروریات، حتیٰ کہ بیماریوں پر بھی سمجھوتا کرنا پڑتا ہے اس کے باوجود تمام ضروریات پوری نہیں کرپاتے۔اولاد کے حقوق ادا نہ کرپانا والدین میں احساسِ ندامت اور بچوں پر کئی برے اثرات مرتب کرسکتا ہے مثلاً بچے احساس کمتری کا شکار ہوکر زندگی کے ہر میدان میں پیچھے رہ سکتے ہیں،والدین سے متنفر ہوسکتے ہیں،چوری اور دیگر جرائم کے عادی ہوسکتے ہیں وغیرہ۔اگر غربت پر قابو نہ پایا گیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرے میں بھوک، افلاس اور بدامنی کا راج ہوجائے گا۔اس سے بچنے کے لیے خواتین کو کوئی معقول ملازمت کرلینی چاہیے تاکہ گھر کا نظام بہتر کیا جاسکے۔

(ج)سرپرستوں کا بے روزگار ہونا:

جب مرد اپنی معاشی ذمہ داریاں پوری کرنے سے قاصر ہوجائیں تو ایسے مردوں کی خواتین کو بھی گھر کا نظام چلانے میں اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔عام مشاہدے کی بات ہے کہ مردوں میں بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔پاکستان میں2019ءمیں مردوں میں بے روزگاری کی شرح3.89فی صد رہی[2]۔اقوام متحدہ میں جولائی 2021ءمیں 4.81 ملین مرد بے روزگار رہے ہیں۔[3]ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:-

> "بے روزگاری ترقی پذیر معیشتوں کا ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔مغربی ممالک میں آئے دن بڑے پیمانے پر لاکھوں ملازمین کو بڑی بڑی کمپنیاں لے آف کردیتی ہیں جس کے نتیجے میں بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔"[4]

کئی پاکستانی مرد روزگار کے لیے بیرون ملک جاتے ہیں۔لیکن ان کی ملازمت کو خطرہ رہتا ہے۔وہ کسی بھی وقت کمپنی سے نکالے جاسکتے ہیں۔بیرون ملک سے واپس پاکستان آنے پر جلد ان کے روزگار کا بندوبست عموماً مشکل ہوتا ہے لہٰذا اگر خواتین کوئی ملازمت کرتی ہوں گی تو گھر کا نظام چلتا رہے گا۔

---

[1] https://www.worldbank.org
[2] https://www.worldbank.org
[3] https://www.statista.com
[4] غازی، محاضراتِ معیشت وتجارت، ص:138

وطنِ عزیز کے شہروں میں ایک طرف دفاتر کے سامنے ڈگریاں اٹھائے ملازمت کی تلاش میں گھنٹوں قطار میں کھڑے ہونے والوں اوردوسری طرف ملازمت سے مایوس،مزدوری ملنے کی امید پہ سڑک کنارے بیٹھنے والے مزدوروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔مزدوری کی تلاش میں سامان اور نوکری کی تلاش میں ڈگریاں اٹھائے دن بھر باہر گزارنے کے بعد اپنے اہل وعیال کی ضروریات اور خواہشات کو پورا نہ کرسکنا مرد کو اذیت سے دوچار کرسکتاہے۔ایسے حالات میں مردوں کے خودکشی جیسے انتہائی قدم اٹھانے کی خبریں بھی منظرِ عام پر آتی ہیں۔اگر خاتونِ خانہ ملازمت کرے گی تو مشکلات پر قابو پانا ممکن ہوسکے گا۔مولانا مودودی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"خاندانی سطح پر ہر فرد کا عملِ اکتساب سے وابستہ ہونا اس لیے بھی لازم معلوم ہوتا ہے کہ ذرائع معاش کم جب کہ ضروریات وخواہشات لامحدود ہیں۔چناچہ تمام ذرائع آمدن کو اس طرح استعمال کیاجاناچاہیے کہ ان کے ذریعے تمام مقاصد کا حصول ممکن ہوسکے اور خانگی زندگی میں سعادت اور فلاح پائی جاسکے۔"[1]

اگر مرد دائمی معذور ہے یاعارضی طور پہ صحت کے کسی مسئلے کی وجہ سے کمانے سے عاجز آجاتاہے تو اس صورت میں خاتون کی ملازت کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے اس لیے بیوی اپنی اوراپنے اہلِ خانہ کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے رزق کی تلاش میں گھر سے باہر قدم رکھنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

2۔مختلف میادین میں خواتین کی ملازمت کی ضرورت

(الف) تعلیم کے میدان میں خواتین کی ضرورت:

انسان کو اخلاق اور شرافت کا درس ماں کی گود سے ہی ملتاہے۔جس قوم کی مائیں باشعور،باوقاراوراعلی کردار کی ہوں گی اس قوم کے افراد بھی مہذب اوراعلی افکار کے مالک ہوں گے۔آج کی بیٹی نے کل ماں کا کردارادا کرنا ہے اس لیے بچیوں کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام ہوناچاہیے۔

"آج کے دور میں بچیوں کو چاہیے کہ وہ عصری علوم بھی حاصل کریں اوردینی علوم بھی۔عصری تعلیم اتنی حاصل کریں کہ وہ اپنے گھر کے معاملات کو سمجھ سکیں تاکہ اپنے ہونےوالے بچوں کی تعلیم میں مدد کرسکیں۔اگرماں ہی ان پڑھ ہوتوبچوں کی تعلیم کاخیال نہیں رکھ سکتی۔اس لیےماں کاخود پڑھا لکھاہوناضروری ہے۔"[2]

---

[1] مودودی،سید ابوالاعلی، **معاشیاتِ اسلام**،(لاہور:اسلامک پبلیکیشنز،1986ء)،ص:57

[2] ذوالفقاراحمد،مولانا،**مثالی عورت**،(فیصل آباد: مکتبۃ الفقیر،2017ء)،ص:173

ماں کے علاوہ کسی مرد کی کامیابی وناکامی میں اس کی بیوی کا بہت دخل ہوتا ہے۔ پڑھی لکھی بیوی اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھائے گی۔ اسی طرح تعلیم یافتہ بیٹی اور بہن بھی باپ اور بھائی کی معاون ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ لڑکیوں میں تعلیم کو عام کرنے کے لیے خواتین کا میدانِ تدریس میں آنا ضروری ہے تاکہ علم حاصل کرنے کا فریضہ بھی ادا ہو سکے اور اسلام کی قائم کردہ حدود وقیود کی خلاف ورزی بھی نہ ہو فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:۔

"بلاشبہ اسلام میں عورتوں کو نامحرم مردوں سے (جن سے کسی وقت بھی نکاح ہو سکتا ہے) پردہ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگر پردہ کا حکم موجود نہ ہوتا تو یہ شریعت کا ایک نقص ہوتا انبیاء علیہم السلام کی تہذیب میں ہمیشہ سے پردہ داخل ہے، یہ بے پردگی ان ہی قوموں کا دستور العمل ہے جو نبوت کی روشنی سے محروم ہیں ،نامحرم استاد ہو یا پیر سب سے پردہ کرنا واجب ہے۔"[1]

موجودہ دور میں آئے دن جنسی بے راہ روی کے باعث عجیب وغریب خبریں اور دل خراش واقعات سننے کو ملتے ہیں۔ اگر اداروں میں بچیوں کی تعلیم وتدریس کے لیے خواتین موجود نہ ہوں تو بہت سے شرفاء اپنی بیٹیوں کو تعلیم دلوانے کا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ عصری تقاضوں کے مطابق اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک تمام ادارے جن میں لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہو وہاں خواتین اساتذہ کا شامل ہونا ضروری ہے۔ مرد اساتذہ نسوانی معاملات کے بارے میں لڑکیوں کو آگاہی دینے اور ان کی راہ نمائی کرنے کا حق صحیح طرح ادا نہیں کر پاتے۔ مزید یہ کہ لڑکیوں کو ہر ماہ جس پریشانی سے گزرنا پڑتا ہے اس حوالے سے کسی مرد استاد سے بات کرنا ان کے لیے باعثِ شرم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ خدمت سرانجام دینے کے لیے خواتین اساتذہ ہی بہتر ثابت ہو سکتی ہیں۔ صرف بچیاں ہی نہیں بلکہ کم سن بچوں کے لیے بھی خواتین اساتذہ بہتر معمار ثابت ہوتی ہیں۔ دورانِ تعلیم بچوں کو قدم قدم پہ کسی ہمدرد راہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کے لباس، کھانے پینے اور دیگر معاملات کو سلجھانے میں ان کی مدد کرے جس میں خواتین اساتذہ مردوں کی نسبت اچھی کارکردگی پیش کر سکتی ہیں۔ لہٰذا خواتین کا میدانِ تدریس میں آنا فائدہ مند ہے۔

(ب) طب کے میدان میں خواتین کی ضرورت:

ہسپتالوں میں مرد حضرات خدمات کے لیے موجود ہونے کی صورت میں عورتوں کو اپنی بیماری کی علاج کے لیے مردوں سے رجوع کرنا پڑے گا جس سے پردے کے کئی معاملات متاثر ہو سکتے ہیں۔ بہتری کی صورت یہی ہے کہ خواتین کی خدمت کے لیے خواتین ہوں۔ فتاوی ہندیۃ میں عورتوں کا علاج کرنے کے بارے میں ہے:

---

[1] عبد الرحیم، سید، مفتی، **فتاویٰ رحیمیہ**، (کراچی: دارالاشاعت، 2009ء)، ۱۰/۸۳

امرأة أصابتهاقرحة فی موضع لايحل للرجل أن ينظرأليه لايحل أن ينظرأليهالكن تعلم امرأة تداويها وفأن لم يجدواامرأة تداويها، ولا امرأة تتعلم ذالک واذا علمت وخيف عليهاالبلاءأو الوجع أوالهلاك،فأنه يسترمنهاكل شیءألاموضع تلك القرحة،----- ولافرق فی هذابين ذوات المحارم وغيرهن ؛لأن النظرالی العورة لايحل بسبب المحرمية " [1]

"عورت کوایسی جگہ تکلیف ہے جس کو مرد کادیکھناجائز نہیں تواس کے لیے اسے دیکھناجائز نہیں،اگر عورت اس کاعلاج کرناجانتی ہے(تووہ علاج کرے)۔اگر علاج کرنے والی عورت نہیں ملتی اورنہ عورت سیکھتی ہے۔یاوہ جانتی ہےاورڈرتی ہے کہ وہ مصیبت،درد یاموت کاشکار ہوجائے گی۔تواس تکلیف کی جگہ کے علاوہ تمام جگہ کوچھپایاجائے گا-----اس میں محرم اورنامحرم عورتوں میں فرق نہیں ؛کیونکہ ستر کودیکھناحرمت کی وجہ سے حلال نہیں ہوتا"

معلوم ہوا کہ خواتین کوعلاج کے لیے اولاًخواتین ڈاکٹر سے ہی رجوع کرناچاہیے۔اکثرمسائل میں جسم کے کئی حصّے چھونے یاد کھانے کی نوبت بھی آجاتی ہے۔بعض اوقات ستر کھولنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے توخواتین کوخاصی پریشانی کاسامناکرناپڑتاہے۔الٹراساؤنڈ،ایکو(Eco)،ای سی جی(E.C.G)وغیرہ اگرمرد کریں گے توباحیاخواتین کے لیے قطعاًآسان نہ ہو گا۔

خواتین کے مخصوص امراض کابروقت علاج نہ کروانے کی وجہ سے انفرادی،خاندانی اور معاشرتی لحاظ سے کئی مسائل جنم لیتے ہیں مثلاًبے اولادی، چھاتی کاکینسروغیرہ۔اگرامراضِ نسواں کے لیے خاتون طبیبہ ہوتوخواتین کے پردے کے معاملات خراب نہیں ہوں گے۔گھروالوں کے ساتھ ساتھ اساتذہ بھی یہ راہ نمائی کریں کہ خواتین ڈاکٹر ان امراض کے علاج میں تخصیص کریں جوعورتوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں تاکہ خواتین اپنی صحت کے مسائل خواتین ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں۔

(ج)دیگر میادین میں خواتین کی ضرورت:

دیگرچند میادین میں بھی خصوصی خدمات کے لیےخواتین کی ضرورت ہوتی ہے۔مثلاًخواتین کووکالت کاپیشہ اختیارکرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ پریشان حال خواتین کی مدد کرسکیں۔وکیل کاہم جنس ہونامؤکلہ کے لیےحوصلہ بخش ہوسکتاہے۔کئی مرتبہ وکیل کے لیےخواتین کے پوشیدہ معاملات کوجاننا بھی ناگزیرہوجاتاہے۔مؤکلہ کا وکیل کے ساتھ رابطہ بھی رہتاہے اوراکثرملاقات بھی کرناپڑتی ہے۔لہذا خواتین

1 شیخ نظام اورہندوستانی علماء کاگروہ،**الفتاوی ہندیۃ** ،(بیروت-لبنان: دارالکتب العلمیۃ،طبع اولی،1411ھ)5/330

کے لیے سہولت اسی میں ہے کہ اپنے معاملات میں خواتین وکلاء سے رجوع کریں۔یہ تب ہوگا جب وکالت کے شعبے میں خواتین آئیں گی۔ پولیس کے محکمہ میں بھی خواتین کی ضرورت ہے۔جیل میں خواتین کی نگرانی اور دیکھ بھال اور انہیں ایک سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے خواتین ہی مختص ہوں تو بہتر ہے۔ایسے دفاتر جہاں خواتین کو اکثر آنا جانا پڑتا ہے مثلاًنادرا دفتر میں خواتین کی خدمات کے لیے خواتین کا عملہ ہونا چاہیے خصوصاًخواتین کی تصاویر بنانے کے لیے خواتین ہوں۔شاپنگ مالز میں خواتین کی ضرورت کی اشیاء فروخت کرنے کے لیے بھی خواتین کا ہونا مناسب ہے۔

3۔خواتین کی ملازمت کے دیگر محرکات:-

(الف)مطلقہ اور بیوہ خواتین کے مسائل:

موجودہ دور میں طلاق کا رجحان فروغ پارہا ہے۔طلاق یافتہ خواتین میں سے 60٪ کی عمر اوسطاً25 سے 39 کے درمیان ہے۔مطلقہ خواتین کی اوسط عمر 30 سال ہے۔[1] عمر کے اس دورانیے میں طلاق یافتہ ہونا کسی بھی لڑکی اور اس کے ماں باپ کے لیے خاصی پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔اکثر خواتین کو ان کے جائز حقوق مثلاًنان نفقہ ،حق مہر،جہیز وغیرہ بھی نہیں دیئے جاتے۔اس حوالے سے ایک سروے رپورٹ میں یہ بات بتائی گئی:

> "جن خواتین سے سروے کیا گیا ان میں سے 40 فیصد نے کہا کہ انہوں نے اپنے سامانِ جہیز کی واپسی، حق مہر کی طلبی، نان نفقہ کی فراہمی اور بچوں کی حضانت کے معاملے میں عدالت سے اس وجہ سے رابطہ نہیں کیا کیونکہ ان کے مالی وسائل اس بات کی اجازت نہ دیتے تھے کہ وہ وکیلوں کی فیسیں بھر سکیں اور نہ ہی ان کے والدین یا بھائی ان کی اس معاملے میں مالی اعانت کر سکتے تھے۔"[2]

اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرنے کے لیے بھی معاشی طور پہ مضبوط ہونا ضروری ہے۔اس لیے بھی خواتین کو ملازمت کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کے قابل ہو سکیں۔باپ بھائیوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی بجائے خود انحصاری کا خیال انہیں ملازمت اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

اسی طرح بیوہ خواتین کے کندھوں پر بھی معاشی ذمہ داری آجاتی ہے۔اسی لیے معاشی ضروریات کی خاطر بیوہ خواتین کو اسلام نے دورانِ عدت بھی گھر سے نکلنے کی رخصت دی ہے۔بحر الرائق میں ہے:-

---

[1] https://www.businessinsider.com

[2] سیدہ سعدیہ،ڈاکٹر،**پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے قانونی مسائل، مجوزہ حل**،العلم(2017ء)،جلد 01،شمارہ 1

"ومعتدة الموت تخرج يوماوبعض اليل لتكتسب لأجل قيام العيشة؛لأنه لانفقة لها"[1]

"(زوج کی)وفات کی عدت گزارنے والی تحصیل معاش کے لیے دن کو نکل سکتی ہے کیونکہ اس کا نفقہ کسی پر نہیں۔"

جب دورانِ عدت خواتین کو فکرِ معاش کی غرض سے گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے تو عام حالات میں بدرجہ اولی یہ ان کی ہی ذمہ داری ہے۔ اکثر مطلقہ یا بیوہ خواتین اولاد کے سر پہ دوسرا باپ مسلط نہیں کرنا چاہتیں اور خود ان کی تمام تر ضروریات کی کفیل بن جاتی ہیں۔ اس لیے بچوں کی پرورش کی خاطر ملازمت کرنا ان کی ضرورت بن جاتی ہے۔

(ب) مردوں کا غیر ذمہ دارانہ رویّہ:

معاشرے میں کچھ ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو اپنی ذمہ داریوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں اور اولاد کا سہارا نہیں بنتے۔ اکثر مرد نوکری کی غرض سے بیرون ملک جاتے ہیں تو خواتین کو یہ حق بھی بہت کم دیا جاتا ہے کہ شوہر کی طرف سے آنے والی رقم کو اپنی ضروریات کے مطابق خرچ کریں۔ اکثر دوسری شادی کرنے والے مرد بھی پہلی بیوی اور بچوں کی ذمہ داریوں سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یوں اس کے پاس اپنے اخراجات کے لیے خود محنت کر کے کمانے کا راستہ ہی بچتا ہے۔

"ایسے مرد لاتعداد ہیں جو اپنے بچوں کو چھوڑ کر غائب ہو جاتے ہیں اور بیوی بچے بے سہارا ہو جاتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں اگر مرد دوسری شادی کرلیں تو اپنی پہلی بیوی اور بچوں کے خرچ سے بالکل بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ شوہر کے ہونے کے باوجود ان خواتین کی ضروریات کا کوئی کفیل ہی نہیں ہوتا۔"[2]

بعض مرد محض نکمے پن اور کام چور ہونے کی وجہ سے بیوی بچوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری پوری نہیں کرتے۔ ایسی خواتین کے لیے ملازمت کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے کیونکہ دوسری صورت میں بھوک یا بھیک ہی ان کی منتظر ہوتی ہے۔

(ج) معاشرتی رسم ورواج:

دورِ جدید میں کمزور مالی حیثیت والوں کو طنز و مزاح کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ بیٹیوں کے رشتے کی بات ہو یا جہیز کی، اکثریت کی نظر بیٹی کے والدین کی مالی حالت پہ ہوتی ہے حتیٰ کہ شادی کے بعد لڑکی سے سسرال والوں

---

1 زین الدین، **البحر الرائق**، (بیروت: دار المعرفۃ، بدون السنہ)، 4/ 166

2 اعوان، محبت حسین، **اسلامی قانون اور مظلوم پاکستانی عورت**، (کراچی، مکتبہ بخاری، 2002ء) ص: 164

کے لیے تحفے لانے کی توقعات وابستہ کی جاتی ہیں۔ اس لیے والدین کو شرمندگی سے بچانے کے لیے بھی بیٹیاں یا بیٹیوں کی مائیں ملازمت کرنے پہ مجبور ہو جاتی ہے۔لڑکی کے سسرال والے یا شوہر یہ چاہتے ہیں کہ ساس سسر اپنے داماد کو تحفے تحائف دیتے رہیں اور اس کی خاطر مدارت میں بھی کوئی کمی نہ کریں۔ اس حوالے سے کئی رسموں کو زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں مثلاً عید پہ کپڑے جوتے دلانا، اکثر دعوت کا اہتمام کرنا، بیٹی کے گھر سازوسامان کے ساتھ آنا وغیرہ۔ نیز فضول رسم ورواج میں سے ایک لڑکیوں کو جائیداد میں حصہ نہ دینا شامل ہے۔ جدید دور میں جینے کے باوجود بعض خاندانوں میں اب بھی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا مثلاً:

> "پاکستان میں رسم ورواج کے تحت عورتوں کو جائیداد سے محروم کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشے جاتے ہیں۔ صوبہ سرحد میں بیٹوں کی موجودگی میں بیٹیوں کو وارث بنانے کی سخت مخالفت ہے۔ اسی طرح بیواؤں کو جائیداد میں حصہ دینے سے گریز کیا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو ان کو وارث کا درجہ بھی نہیں دیا جاتا۔ بلوچی مرد بستر مرگ پر ہی اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں تا کہ ان کے ترکہ میں سے انہیں کچھ نہ مل سکے۔"[1]

وراثت میں حصہ نہ دینے کا رواج صرف مختلف جگہوں اور خاندانوں میں پایا جاتا ہے۔ وراثت میں حصہ نہ ملنے کی وجہ سے خواتین کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میکے کی طرف سے وراثت میں حصہ نہ ملنے کی وجہ سے خواتین کی ذاتی معاشی حیثیت کمزور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شوہر کے مرنے پر اس کے بیوی بچوں کو وراثت میں حصہ نہ ملنے کی وجہ سے بھی اس کو معاشی مشکلات پیش آسکتی ہیں جن سے نبٹنے کے لیے خواتین کو ملازمت کی ضرورت پیش آتی ہے تا کہ عزت کے ساتھ گزر بسر ہوتا رہے۔

(د) میڈیا کا کردار:

معاشرے میں یہ خیال عام کر دیا گیا ہے کہ خواتین کا گھر بیٹھ کر گھریلو فرائض ادا کرنا (جس کو اسلام نے جہاد کی مانند قرار دیا ہے) اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ خواتین کو اپنے دائرہ عمل سے نکالنے کے لیے مختلف تحریکیں سرگرم ہیں۔ میڈیا کے ذریعے خواتین کی بیرونِ خانہ سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ان خواتین کا تذکرہ اس انداز میں کیا جاتا ہے جیسے وہی قابلِ رشک ہیں اور گھر کو جنت بنانے والی خواتین کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس طرح خواتین میں ملازمت رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ خواتین یہ سمجھ بیٹھی ہیں کہ ان کی زندگیوں میں روشنی آجائے گی، پریشانیاں ختم ہو جائیں گی اور وہ خود مختار ہو کر اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزاریں گی۔ یہ سب میڈیا کی کارستانی ہے کہ عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر بازاروں اور دفتروں کی راہ پہ ڈال دیا۔

---

[1] اعوان، **اسلامی قانون اور مظلوم پاکستانی عورت**، ص:86

حاصلِ کلام :

دنیامیں رہتے ہوئے معاش کی فکر ہر انسان کو لاحق ہوتی ہے لہذا اس کے لیے کوشش کرنا اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی سعی کرنا انسان کے لیے ضروری ہے۔معاشی معاملات میں بھی اسلام نے انسان کی راہنمائی کے لیے اصول و قوانین وضع کر دیئے تاکہ ان پر عمل کر کے ایک اچھے معاشی نظام کو چلایا جاسکے۔فکرِ معاش مرد و عورت ہر ایک کو درپیش ہے اس لیے ہر ایک کے لیے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے معاشی حاجات کی تسکین کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔اسلام عام حالت میں خواتین کو گھر میں رہنے کی تعلیم دیتا ہے اور گھر سے باہر کی ذمہ داریاں مرد کے سپرد ہیں لیکن بعض اوقات خواتین پہ بھی باہر کی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں ایسے حالات میں اسلام بوقتِ ضرورت اور بقدرِ حاجت عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔

موجودہ دور میں بہت سے معاشی و معاشرتی عوامل کی وجہ سے خواتین کو ملازمت کی خاطر گھر سے باہر قدم رکھنا پڑتا ہے مثلاً مہنگائی، غربت، مردوں میں بے روزگاری، مردوں کی طرف سے اہلِ خانہ کی ضروریات کا پورا نہ کیا جانا، خواتین کا مطلقہ یا بیوہ ہونا، لڑکیوں کی تعلیم و تدریس، علاج وغیرہ بھی خواتین کی ملازمت کا تقاضا کرتے ہیں۔خواتین کے ملازمت اختیار کرنے میں معاشرتی رسم ورواج اور میڈیا کا بھی کردار ہے۔پہلے خواتین اپنے معاشی مسائل پر قابو پانے کے لیے گھر میں گزارہ کرنے کی کوشش کرتی تھیں لیکن اب میڈیا نے ان کی ذہنیت بدل کر انہیں بھی گھر سے دوری کی راہ دکھادی ہے۔یہ معاشی اور معاشرتی عوامل مل کر خواتین کو ملازمت کی طرف قدم بڑھانے پہ آمادہ کرتے ہیں۔

باب دوم: ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی حقوق سے متعلقہ مسائل

فصل اول: خواتین اور عائلی رشتوں کے مابین ہم آہنگی امور سے متعلقہ مسائل

فصل دوم: خواتین کی ذمہ داریوں اور صحت سے متعلقہ مسائل

فصل اول

خواتین اور عائلی رشتوں کے مابین ہم آہنگی امور سے متعلقہ مسائل

اصل فرائض سے ہٹ کر مردوں کی ذمہ داریوں میں ان کا ہاتھ بٹانے کی وجہ سے حوصلہ افزائی اور قدر کی بجائے خواتین کے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے۔اضافی سہولیات ملنا تو ایک طرف اس کے بنیادی حقوق بھی سلب ہو رہے ہیں۔خواتین کا استحصال صرف ان کا نقصان نہیں بلکہ اس سے ہمارا خاندانی نظام تباہ ہو رہا ہے۔دنیا خواتین کے لیے محفوظ نہیں اس لیے ان کو قدم قدم پہ مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ مردوں کے لیے مشکل ہے کیونکہ خود انہیں بھی اپنی ملازمت یا کاروبار کو سنبھالنا ہوتا ہے۔جبکہ معذور افراد کی بیویاں یا بیوہ و مطلقہ خواتین کے لیے یہ مشکلات مزید بڑھ جاتی ہیں۔پھر ملازمت کے ساتھ خواتین کو گھریلو معاملات بھی سرانجام دینا پڑتے ہیں جن کی ادائیگی میں کوتاہی سے گھر کا شیرازہ بکھر سکتا ہے۔ملازمت پیشہ خواتین کو گھر کے اندر کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ملازمت کی خاطر ایک ایک قدم پھونک کے رکھنے کے باوجود کئی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ذیل میں ان مسائل کو تفصیلاً بیان کیا جارہا ہے:-

1۔افرادِ خانہ کا تعاون:

ا-ملازمت کے لیے آنے جانے میں تعاون:

ہمارا معاشرہ خواتین کے لیے مکمل طور پر محفوظ نہیں ہے کہ بلا جھجک کسی جگہ گھر سے باہر جا سکیں۔ملازمت کی وجہ سے خواتین کو روزانہ کی بنیاد پر گھر سے ملازمت کے مقام تک آنا جانا پڑتا ہے جس کے لیے کوئی دوسرا شخص ان کو ہر روز لانے لے جانے کی ذمہ داری پوری نہیں کر پاتا۔جو مرد ملازمت مزدوری یا کاروبار کرتے ہیں وہ اپنے کام کے لیے نکل جاتے ہیں۔ایسی خواتین جن کے سر پہ مرد کا سایہ نہیں ہوتا ان کو بھی ملازمت کے لیے آنے جانے میں تعاون حاصل نہیں ہو پاتا۔معذوری کی بنیاد پر کام نہ کرنے والے مرد خواتین کو لانے لے جانے کی ذمہ داری اٹھانے سے قاصر ہوتے ہیں۔اور ایسے مرد جو بلاوجہ کام نہیں کرتے وہ آرام پرست ہونے کی وجہ سے خواتین کا ملازمت کے لیے آنا جانا انہی کا دردِ سر سمجھتے ہیں۔"ہمارا ٹرانسپورٹ کا نظام خواتین کے لیے مشکلات کی وجہ بنتا ہے۔خواتین کے لیے مقرر کی گئی سیٹوں پر بھی مرد براجمان نظر آتے ہیں"[1]۔گاڑیوں میں ضرورت

[1] بی بی سی اردو نیوز، نومبر 2021ء

سے زائد لوگوں کا سوار ہونا خواتین کو پریشانی کا شکار کرتے ہوئے مزید انتظار کرنے پہ مجبور کرتا ہے۔اس طرح ملازمت کے لیے تاخیر سے پہنچنے پر الگ شرمندگی اٹھاتی ہیں۔گھر واپسی پر یہی معاملات دوبارہ پیش آتے ہیں ۔گھر دیر سے پہنچنے پر گھر کا کام کاج ،بچوں کی دیکھ بھال کے معاملات کا معمول خراب ہوتا ہے۔ملازمت سے واپسی پر عموماً شام یا رات کا وقت ہوتا ہے۔رات کے وقت خواتین کے لیے عزت وعافیت سے پہنچنا ایک مشکل مرحلہ ہے۔صنفِ نازک کے لیے گھر پہنچنے تک ہر لمحہ سخت کٹھن ہوتا ہے۔

ب۔اندرونی معاملات میں تعاون کی صورتِ حال:

راستے کے مصائب جھیلنے اور ملازمت سے تھکی ہاری لوٹنے والی خواتین کو گھریلو ذمہ داریاں نبھانے سے رخصت نہیں ملتی بلکہ اس پر کام کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔اس کی حوصلہ افزائی اور اس کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے مخالفت شروع ہو جاتی ہے۔باہر کی طرح گھر کے کام،شوہر کے معاملات،بچوں کی دیکھ بھال اور دیگر کئی طرح کی اندرونی ذمہ داریوں میں بھی تعاون نہیں کیا جاتا۔ایک آرٹیکل میں خواتین کے اس مسئلے پر گفتگو کی گئی:۔

> "In spite of her positive contribution to the family her role is mostly over looked.Even if she works,she is expected to cook food,take care of kids and all other household duties.This busy schedule deprives her of peace,rest,sleep and luxury life."[1]

> ترجمہ:"خاندان(کے معاشی معاملات)میں اس(عورت) کی صریحی شمولیت کے باوجود زیادہ تر اس کے کردار کو نظر انداز کر یا جاتا ہے۔حتی کہ وہ ملازمت بھی کرتی ہے اور اس سے کھانا پکانے،بچوں کا خیال رکھنے اور دوسری تمام گھریلو ذمہ داریاں پوری کرنے کی امید بھی رکھی جاتی ہے۔اس کے مصروف اوقات کار اسے آرام وسکون،نیند اور پر آسائش زندگی سے محروم کر دیتے ہیں۔"

سسرال والوں کو بہو کے گھریلو کام کاج سے غرض ہوتی ہے۔عورت کے لیے ملازمت کے ساتھ باقی تمام معمول کی گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ ساس سسر کے ساتھ وقت گزارنے اور کئی معاملات میں حصہ لینے کا وقت نہیں ہوتا جسے وہ برا خیال کرتے ہیں۔اس لیے وہ ایک مصروف اور لاپرواہ بہو کہلاتی ہے۔اور اسی بنیاد پر ساس سسر کی طرف سے اختلافات کا آغاز ہو جاتا ہے۔اگر عورت اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے باعث گھریلو ذمہ داریوں میں ذرا سی بھی کوتاہی کر دے تو وہ نہ ایک اچھی بیوی کہلاتی ہے،نہ ایک اچھی ماں اور نہ ہی ایک اچھی بہو۔

---

[1] Dr.P.V Ghouri Prabha,**Challenges And Problems of A working woman**,Inernational Journal of Innovative Research and Advance Studies,Issue:5,Vol:6,2019,P:118

سسرال میں بہو کے کام کاج اور دیگر تمام معاملات میں اگر کوئی کمی رہ جائے تو اس کے والدین کی تربیت پہ بات آجاتی ہے۔ شریف بیٹی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے ماں باپ کو کوئی طنز کا نشانہ بنائے اس لیے سسرال والوں کے سامنے اپنے ماں باپ کی عزت کی خاطر ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ شدید تھکان کے باوجود ان کو خوش کرنے کی کوشش میں مگن وہ صبح سے رات گئے تک کام کی چکی میں پستی رہتی ہے لیکن دن رات کی محنت کے بعد بھی وہ سسرال والوں کو خوش کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اسے ساری دنیا کو باور کروانا ہوتا ہے کہ دفتر کے ساتھ وہ گھر، بچے، فیملی اور باقی تمام معاملات خوش اسلوبی سے نبھا رہی ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے لیے اپنی ذات کے لیے وقت نکالنا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ عائشہ مدنی لکھتی ہیں:-

> "شوہر نہ تو بیوی کو ملازمت چھوڑنے کا مشورہ دیتے ہیں اور نہ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ خواتین کی آمدنی سے مکمل طور پر فائدہ اٹھانے کے باوجود مرد اس کی اہمیت نہیں مانتے۔ یہ معاملہ دو طرفہ نہیں مشترکہ خاندانوں میں سسرال والوں کا بھی یہ تقاضا ہوتا ہے کہ بہو کی تنخواہ گھریلو اخراجات میں خرچ ہو۔"[1]

شوہر یہ تو چاہتے ہیں کہ بیوی ان کی مالی مدد کرے لیکن اس کے ساتھ گھر بچوں، شوہر اور سسرال کے کئی ایک کام کرنے کی توقع بھی انہی سے کی جاتی ہے۔ جہاں کوتاہی ہو گئی وہیں گھر والے خفا ہو جاتے ہیں۔

ج۔ دورانِ ملازمت پیش آنے والی پریشانیوں میں عدم تعاون:

ملازمت کے سلسلے میں خواتین کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کو سلجھانے میں گھر والوں خصوصاً شوہر کا تعاون درکار ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں ان کا ساتھ دینے، انہیں تسلی دینے اور مسئلے کو حل کرنے میں اس کی مدد کرنے کی بجائے اس کے لیے مزید مشکلات کھڑی کر دی جاتی ہیں۔

کچھ خاندانوں میں گھر والوں کی طرف سے خواتین پر اس قدر سختی کی جاتی ہے کہ ملازمت کے مقام پر کوئی مسئلہ پیش آئے تو خواتین شروع میں گھر میں بیان نہیں کرتیں۔ جب مسئلہ سنگین نوعیت اختیار کرتا ہے تو وہ بتاتی ہیں یا کسی اور ذریعے سے بات گھر والوں تک پہنچ جاتی ہے اور اس وقت مسئلہ معلوم ہونے سے گھر والے مزید پریشانی پیدا کرتے ہیں۔

---

[1] عائشہ مدنی، حافظہ، **بیسویں صدی میں حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو** (مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد 2004ء)، ص: 265

د۔ مردوں کا اپنے مقام و مرتبے سے متعلق غلط رجحان:

بے شمار خواتین اپنے گھر میں زیادتیاں برداشت کرتی ہیں اور ملازمت پیشہ ہونے کے باوجود خود مختار نہیں ہوتیں۔ اپنے ہی گھر میں انہیں ذہنی وجسمانی مشقت اور پریشانی میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ خواتین کو زیر کرنے سے بعض مردوں کی انا کو تسکین ملتی ہے۔

> "بعض ظالم یہ سمجھتے ہیں کہ ہیں کہ عورتوں پر ظلم و جبر کرنا ہی اصل مردانگی ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی نہیں بلکہ سخت قسم کی حماقت اور نادانی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بیوی کوئی سازوسامان یا حیوان نہیں بلکہ انسان ہے اور نہایت ہی معزز و مکرم ہے۔"[1]

ہمارے مردوں میں خواتین کی مدد کرنے کا تصور اول تو خود ان میں ہی موجود نہیں ہوتا اگر بالفرض وہ اس کی گھر کے کاموں میں مدد کر دیں تو ماں بہنیں بیوی کی غلامی کا طعنہ دیتی ہیں۔ یہ بھی تاثر پیدا کیا جاتا ہے کہ بیوی کی گھریلو مصروفیات میں شوہر کے تعاون سے اس کی عزت اور مقام مرتبے میں کمی آتی ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین شوہر اور بچوں کے ساتھ علیحدہ گھر میں مقیم ہوں یا سسرال کے ساتھ مشترکہ گھر میں، خواتین پر ملازمت کے ساتھ گھر کی تمام ذمہ داریوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا لازم ہوتا ہے ورنہ ان کی عائلی زندگی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ گھر گھر نہیں رہتا ایک مکان بن جاتا ہے۔ گھر کو بچانے کی خواہش میں خواتین اپنا آپ فراموش کر دیتی ہیں۔

2۔ عدم اعتماد:

ملازمت کرنے والی خواتین کئی مرتبہ اپنے گھر والوں کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ چند اہم درج ذیل ہیں:

ا۔ ادارے میں پیش آنے والے واقعات:

ارد گرد مردوں عورتوں کے غیر اخلاقی تعلقات کے واقعات کی وجہ سے خواتین کو گھر میں عدم اعتمادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی جگہ رہتے ہوئے دوسروں کے ساتھ اختلافات بھی جنم لے سکتے ہیں جو بعض اوقات شدید صوت اختیار کر لیتے ہیں مثلاً تحصیل کوٹلی ستیاں ہسپتال میں ایک خاتون ڈاکٹر کو ساتھی مرد ڈاکٹروں کی طرف سے ہراساں کیا جاتا رہا، رشوت کا مطالبہ پورا نہ کرنے پر بلیک میل کیا گیا۔ ایک دن ایک مرد ڈاکٹر نے ان خاتون

---

[1] مدنی، عبد الہادی عبد الخالق، **بیوی اور شوہر کے حقوق**، (سدھارتھ نگر۔ یوپی: دار الاستقامۃ، طبع دوم 2005ء) ص: 120

کو دھکا دے کر گرا دیا جس سے ان کا حمل ضائع ہو گیا۔[1] ایسے واقعات سے خواتین کو ذاتی اور خاندانی سطح پر کئی طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خواتین کے ساتھ شوہر اور گھر کے دیگر افراد کا رویہ سخت ہو سکتا ہے۔

"خواتین کو جنسی تشدد کا مسئلہ درپیش ہے اور سنگین رخ اختیار کرتا جا رہا ہے۔ گھریلو تشدد میں بے تحاشا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان غلط فہمی اور شوہر کا بیوی کو شک نگاہ سے دیکھنا اس کا سبب بنتا ہے۔"[2]

جب شوہر اعتماد کرنے اور تحفظ دینے کی بجائے خود ہی اپنی بیوی پر شک کا اظہار کرے تو بیوی کے لیے باقی لوگوں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے خاندانوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کے لیے ہر دو صورت میں مشکلات ہوتی ہیں۔ ان کا ملازمت کو برقرار رکھنا انہیں مزید مسائل کا شکار کر سکتا ہے جبکہ ملازمت نہ کرنے پر بھی گھر والے راضی نہیں ہوتے۔ مختلف جگہوں پہ خواتین کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات پیش آتے ہیں جن کی وجہ سے دیگر خواتین کو بھی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ب۔ رشتہ داروں کی دخل اندازی:

بعض جگہ شوہر اور اس کے گھر والے خود تو بیوی پہ اعتماد کرتے ہیں لیکن ارد گرد اور خاندان کے لوگ طرح طرح کی باتیں اور سوالات کر کے خواتین کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ جو خواتین مختلف گاڑیوں میں آتی جاتی ہیں ان خواتین کے بارے میں لوگوں کی رائے ہی منفی ہو جاتی ہے۔ آنے جانے کے لیے مخصوص گاڑی میں خاتون کا فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جانا تو گناہ کبیرہ ٹھہرتا ہے۔ دیر سے گھر آنے والی خواتین پر عجیب و غریب انداز میں اعتراض کیا جاتا ہے جس سے ان کی عزت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

In some families, it may not be acceptable to work after 6o’clock.If any woman work beyond office hour, the society will put a question mark on her dignity and moral.”[3]

ترجمہ: "کچھ خاندانوں میں خواتین کا 6 بجے کے بعد کام کرنا تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اگر کوئی عورت دفتری وقت کے بعد کام کرے تو لوگ اس کے وقار و کردار پہ سوال اٹھاتے ہیں۔"

یہ بات عام مشاہدے کی ہے کہ تاخیر سے گھر لوٹنے والی خواتین پر شک کیا جاتا ہے اور ان کی کردار کشی کی جاتی ہے۔ ان پر اعتماد کرنے والے کم اور شک کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

---

1 **روزنامہ 92 نیوز**، دسمبر، 2020ء

2 ظہور حسین، "**خواتین کے مسائل اور حیدرآباد کی اردو صحافت**"، **اردو ریسرچ جرنل**، (جون 2015ء) شمارہ: 5، ص: 63

3 Dr.P.V Ghouri Prabha,**Challenges And Problems of A working woman**,P:119

ج۔ مختلف پیشے اور کام کی نوعیت:

I۔ محکمہ پولیس: پولیس کے محکمے میں ملازمت اختیار کرنے والی خواتین بھی اسی قسم کے رویوں اور سوچ سے متاثر ہوتی ہیں۔ کسی بھی وقت ڈیوٹی کے لیے بلا لیے جانے پر خواتین گھریلو سطح پہ مشکلات سے دوچار ہوتی ہیں۔ خصوصاًرات کے وقت کی ڈیوٹی خواتین کی گھریلو زندگی کو زیادہ متاثر کرتی ہے۔ اس حوالے سے آرٹیکل میں سروے کیا گیا جس میں محکمہ پولیس سے تعلق رکھنے والی خواتین کے مندرجہ ذیل مسائل سامنے آئے:-

"18 فی صد خواتین کے سسرال والے اس وجہ سے شادی نہیں کر رہے کہ وہ یہ ملازمت چھوڑیں گی تو شادی ہو گی۔ 24 فی صد نے یہ مسئلہ بتایا کہ انہیں بے وقت ڈیوٹی کے لیے بُلا لیا جاتا ہے۔ 12 فیصد خواتین کی طرف سے بغیر کسی ضرورت کے انہیں ڈیوٹی پہ بھیجنے اور 19 فی صد خواتین کی طرف سے آمد ورفت کے مسئلے کی نشان دہی کی گئی۔ دور دراز علاقوں میں ڈیوٹی لگائی جاتی ہے لیکن ٹرانسپورٹ کی الگ سہولت میسر نہیں کی جاتی۔"[1]

ٹریفک پولیس کے عملے میں شامل خواتین کے متعلق تو لوگوں کی اکثریت کی آراء منفی ہوتی ہیں ان پر آتے جاتے لوگ تبصرہ کرتے ہیں، کئی ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں۔ یہ سب خواتین کے گھر والے پسند نہیں کرتے لہذا وہ ان کی ملازمت سے خوش نہیں ہوتے۔ اور خود بھی اپنی خواتین پر اعتماد کی بجائے شک کرنے لگتے ہیں

II۔ نرسنگ: نرسنگ کا شعبہ نہایت اہمیت اور عزت کے لائق ہونے کے باوجود شکوک وشبہات کا شکار ہے۔ وطنِ عزیز میں عام طور پر نرسوں کے بارے میں منفی نقطہ نظر قائم کیا جاتا ہے۔ عموماً نرسنگ کے شعبے سے تعلق رکھنے والی خواتین کا یہی المیہ سامنے آتا کہ لوگ ان کے بارے میں منفی سوچ رکھتے ہیں۔

"نرسنگ کے شعبے میں خام کرنے والی خواتین کو ہمارے معاشرے میں مستحسن نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا حالانکہ اس کی کوئی معقول وجہ بھی نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہاں بدنامی، سینئرز اور محکمانہ آفیسرز کی بلیک میلنگ قرار دی جاتی ہے۔"[2]

---

[1] مسعود قاسم، ڈاکٹر، یاسر فاروق، **ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل**، **البصیرہ**، (2020ء) جلد: 9، شمارہ: 1، ص: 44

[2] ایضاً، ص: 45

خدمت کے مقدس پیشے سے وابستہ ہونے کے باوجود ان خواتین کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ ان کا رشتہ طے ہونے کے ساتھ یہ مطالبہ بھی کیا جاتا ہے کہ لڑکی یہ ملازمت چھوڑے گی۔ شادی کہ بعد اگر لڑکی ملازمت نہ چھوڑے تو اس کی سرگرمیوں کو مشکوک انداز سے لیتے ہوئے اس کے ساتھ سختی سے پیش آیا جاتا ہے۔

III۔ دیگر شعبے: وکیل خواتین کا مردوں کے کیسز لینا، مردوں وکلاء کے مقابل آنا اور ان کے ساتھ بحث مباحثہ ہونا اور عدالت میں ہر قسم کے لوگوں کا موجود ہونا ان کی عائلی زندگی میں کئی مشکلات پیدا کرتا ہے۔ سیلز گرلز کی ملازمت بھی ان کو عدم اعتمادی کا شکار کرتی ہے۔ بنکوں اور دفتروں میں کام کرنے والی خواتین کے بارے میں بھی اکثر لوگوں کی رائے درست نہیں ہوتی۔ اور شاپنگ سینٹرز جہاں مرد و خواتین دونوں اصناف موجود ہوں اور ان کا آزادانہ میل جول ہو، عموماً ان کے گھر والوں کو شک میں مبتلا کرتے ہیں۔

> "نکاح کا ایک مقصد باہمی سکون اور دل کا قرار ہے۔ لیکن جب بیوی ملازمت کے لیے باہر نکلتی ہے تو بہت سی دفعہ شوہر اس کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔"[1]

کئی خواتین کے شوہر ملازمت کے دوران ہونے والے معاملات پر عجیب انداز میں سوالات کرتے ہیں۔ موبائل چیک کیا جاتا ہے اور مشکوک انداز میں جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ یہ خواتین مسلسل پریشانیوں کا شکار رہتی ہیں کیونکہ کوئی چھوٹی سی بات بھی ان کے لیے عذابِ جان بنادی جاتی ہے۔ شوہر کے شک کرنے سے ازدواجی تعلقات کمزور ہو جاتے ہیں اور گھر کی فضا میں امن برقرار نہیں رہ سکتا۔

د۔ اداروں کا مخلوط نظام:

جن اداروں میں خواتین ملازمت کرتی ہیں ان کا مخلوط نظام بھی خواتین کے لیے عدم اعتمادی کا سبب بن سکتا ہے۔ ایک خاتون جن کے دو بچے، شوہر اور گھر والے ہیں۔ شوہر سمیت گھر والوں کا رویہ اس کے ساتھ حقارت آمیز ہے جس کی وجہ اس کی ملازمت ہے۔ اس کا شوہر اسے ملازمت کے حوالے سے تنگ کرتا ہے۔ وہ ملازمت چھوڑ چکی ہیں لیکن شوہر کا اعتماد بحال نہیں ہو سکا۔ ملازمت کے دوران اس خاتون کا واسطہ مردوں سے پڑتا تھا جس کی وجہ سے شوہر آج بھی طعنہ دیتا ہے۔ کردار پہ انگلی اٹھاتا ہے۔

---

1 رحمانی، خالد سیف اللہ، سنبھلی، محمد برہان الدین، **خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات**، (نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، 2010ء)، ص: 33

"شوہر اپنی بیوی اور دوسرے ملازمین اور کام کرنے والوں سے تعلق کی وجہ سے شک کرنے لگتا ہے اور جب وہ اپنی بیوی کے آفس یا کمپنی میں ملازمت کرنے والے مرد وعورتوں کو اپنی نظروں سے دیکھتا ہے تو اس کا شک اپنی بیوی کے تئیں مزید بڑھ جاتا ہے۔"[1]

اکثر شوہر یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی بیوی مردوں کے ساتھ کام کرے اس لیے اگر ادارے میں کسی مرد موجود ہوں تو بنا تحقیق کے کچھ مرد اپنی بیویوں کو شک کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ اگر شوہر ہی عزت نہ کریں تو ایسی خواتین کو گھر میں عزت نہیں دی جاتی۔ پھر ان کا گھر ان کے لیے سکون کی جگہ نہیں رہتا بلکہ قید خانہ کی مانند ہو جاتا ہے اور اس طرح کے ماحول کی وجہ سے خواتین کا اپنے ہی گھر میں جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔

ر۔ اردگرد کے لوگوں کا کردار:

بہت حد تک سوچ اور طرزِ زندگی میں تبدیلی کے باوجود گاؤں میں اب بھی جو خواتین ملازمت کی غرض سے گھر سے نکلتی ہیں انہیں عجیب نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ کہیں اردگرد کے لوگ گھر والوں کو بدگمان کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد کسی بھی بات کو بنالیا جاتا ہے مثلاً خواتین کا عوامی ٹرانسپورٹ سے آنا جانا، رات کو دیر سے آنا، بے وقت ملازمت کے لیے نکلنا وغیرہ۔ خواتین جہاں سفر کی مشکلات اور تکلیفیں سہتی ہیں وہیں اپنے کردار کے حوالے سے لوگوں کی تلخ باتیں بھی برداشت کرتی ہیں۔ لوگ مختلف انداز سے خواتین کے گھر والوں سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ اتنی دیر سے کیوں آتی ہے، اکیلی آتی جاتی ہے، ادارے میں ساتھ مرد بھی کام کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ ملازمت پیشہ خواتین کے معمولات، ملازمت کی نوعیت پر اور ملازمت کے لیے آنے جانے کے معاملے میں منفی رائے قائم کرتے ہوئے بے بنیاد تبصرے کیے جاتے ہیں۔ اگر افرادِ خانہ خواتین کی پارسائی بیان نہ کریں اور لوگوں کی باتوں پر خاموشی اختیار کرلیں تو خواتین کے لیے مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ بعض اوقات اہلِ خانہ لوگوں کی نامناسب باتوں کی وجہ سے خواتین کے کردار پر انگلی اٹھا دیتے ہیں۔ اس طرزِ عمل سے عموماً آپس میں لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اگر یہ جھگڑے شدت اختیار کر جائیں تو نتیجہ طلاق یا دوسری شادی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

---

[1] ایضاً، ص: 193

3۔ازدواجی عدم مطابقت:

ا۔بیوی کی خودمختاری:

کچھ مرد خواتین کا خود انحصار ہونا اس لیے پسند نہیں کرتے کہ ان کے خیال میں خود کمانے والی بیوی پہ ان کا رعب نہیں رہتا کیونکہ جب وہ خود کماتی ہے تو شوہر کی محتاج نہیں رہتی۔خود مختار خواتین چونکہ شوہروں کے سامنے اپنے مسائل پیش کرنے کی بجائے خود ہی ان کا حل تلاش کر سکتی ہیں لہذا شوہر حضرات میں ازلی برتری کا احساس انہیں یہ سوچنے پہ مجبور کرتا ہے کہ ان کی خواتین آزاد ہیں جو انہیں کسی خاطر میں نہیں لاتیں۔ایسے مرد اپنی بیویوں کو سمجھنے اور اور ان سے موافقت قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس کا نقصان ان دونوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔کیونکہ:-

> " عائلی زندگی میں دو رویے ہیں جن میں انسان انتہاء تک چلا جاتا ہے۔ایک رویہ یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان عدم موافقت ہے،دونوں کے مزاجوں میں کوئی ایسا بُعد ہے کہ باہم موافقت نہیں ہو پا رہی تو اس کی انتہاء طلاق ہے۔۔۔۔"[1]

خود مختار بیوی اپنے اصول رکھتی ہے شوہر کی بات سے اختلاف بھی کرتی ہے۔اپنی مرضی سے اپنے معاملات طے کرتی ہے۔وہ اپنی ترجیحات کے مطابق اپنی کمائی خرچ کرتی ہے۔خواتین کے ایسا کرنے سے مرد کو یہ خیال گھیر لیتا ہے کہ ان کی بیوی ان کی پابند نہیں ہے تو ان کی وقعت نہیں ہے۔عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مرد چاہتے ہیں کہ بیوی ان کی مان کے چلنے والی ہو۔جہاں بیوی اپنی سوچ اور رائے کا اظہار کرے وہیں مسائل شروع ہو جاتے ہیں۔اگر اس کو انا کا مسئلہ بنالیا جائے تو تعلقات کمزور اور محبت رخصت ہونے لگتی ہے۔

> "ایسے گھرانے جہاں مرد کا آمرانہ رویہ ہے اور وہ اپنی رائے اور اپنے فیصلوں سے اختلاف کو سنگین جرم سمجھتا ہے۔اور ایسے مجرم کو خواہ وہ اس کی بیوی ہو یا بیٹی، سخت سزا کا موجب گردانتا ہے۔یہ رجحان اسلامی اصولوں کے خلاف ہے،اسلامی تعلیمات کے منافی اور خاندانی استحکام کا نقصان پہنچانے والا رویہ ہے۔"[2]

---

1 اسرار احمد،ڈاکٹر،**عائلی زندگی کے بنیادی اصول**،(لاہور:مکتبہ خدام القرآن)ص:5

2 امِ سلمی،**خاندانی نظام کا استحکام اور معاشرتی فلاح،العلم**،ص:65

خواتین اگر صبر اور برداشت کا مظاہرہ کریں بھی تو ایک وقت آتا ہے جب وہ تھک جاتی ہیں۔ ذہنی اذیت سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے انہیں بولنا پڑتا ہے۔ اوراس سے شوہر کی انا مجروح ہوتی ہے اس کا بدلہ کسی بھی صورت میں لیا جاسکتا ہے۔

ب۔بیوی کی تنخواہ:

اگر شوہر مزدوری پیشہ ہو یا کم تنخواہ کی ملازمت کرتا ہو لیکن اس کی بیوی کسی اچھی تنخواہ پہ ملازمت کرتی ہو تو مرد کی انا اور خودداری پہ چوٹ لگتی ہے۔ وہ یہ اعتراف کرنے سے گریز کرتا ہے کہ بیوی زیادہ قابل ہے اوراس سے زیادہ کماتی ہے۔ بیوی سے عدم مطابقت کی وجہ سے وہ احساسِ کمتری کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ وہ اپنی برتری کے معیار پہ پورا نہیں اترتا تو عورت کی قابلیت کو سراہنے کی بجائے اس کی کامیابی سے چڑتا ہے۔

> "ہمارے ہاں اکثر مرد عموماً اپنی بیویوں کو ترقی کرتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کو خود سے کم تر دیکھنے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ وہ ان سے مالی تعاون بھی چاہتے ہیں مگر ان کی ذہنی آزادی اور خود مختاری کو قبول نہیں کرپاتے۔ چاہے خواتین جس درجے پر بھی ہوں، مردوں کے لیے اپنی مردانگی کی مسند چھوڑنا اوران کی اہمیت تسلیم کرنا ابھی بھی آسان نہیں۔"[1]

اس قسم کے مرد بلاوجہ باتوں کو غلط رخ سے دیکھ کے بیویوں پہ غصہ اتارتے ہیں اور پریشانی پیدا کرتے ہیں۔

ج۔ تعلیم کا فرق:

کئی پاکستانی والدین آج بھی بیٹی کا رشتہ طے کرتے وقت لڑکی کی نسبت لڑکے کی کم تعلیم پر سمجھوتا کر لیتے ہیں۔ شادی کے شروع میں مسئلہ یہی سامنے آتا ہے کہ بیوی شوہر سے زیادہ تعلیم یافتہ ہے۔ ایسے میں جب بیوی ملازمت بھی کرتی ہو تو ہم آہنگی مزید مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ بھی لازمی امر ہے کہ شوہر کو کم تعلیم کی بنیاد پر کم تنخواہ والی ملازمت ہی ملے گی۔ تعلیم کے فرق کی بنیاد پر خیالات میں اختلاف تو پہلے ہی تھا پھر ملازمت نے رہی سہی کسر نکال دی۔ اگر بیوی کسی اعلی عہدے پر فائز ہے تو اس کا اثر ملازمت کے علاوہ گھریلو زندگی میں بھی پایا جاتا ہے۔ بعض مرد اپنی بیویوں کو خواہ مخواہ دباؤ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی ذمہ داریاں اٹھانے والی ہوں تو دباؤ میں آنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ اس لیے وہ شوہر کی بے وجہ سختی کو برداشت کرنے کی بجائے اپنے حق کے لیے بولتی ہیں لیکن گھر کا اجڑنا بہر حال عورت نہیں چاہتی اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی درگزر کرتی ہے۔

---

[1] "ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل" ہم سب، ستمبر 2019ء https://www.humsub.com.pk

د۔ بیوی کا شوہر سے زیادہ کامیاب ہونا:

بعض شوہر اپنی بیوی کی کامیابی کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ وہ بیوی کو آگے بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں تو ان کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ بیویوں پہ بے جا رعب ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان سے ایسی ذمہ داریاں پوری کروانے کی کوشش کرتے ہیں جس سے وہ اپنی برتری کو محسوس کر سکیں مثلاً جوتے پالش کروانا، کپڑے استری کروانا، ایسے وقت میں کچھ پکانے کی فرمائش کرنا جب بیوی کسی اور کام میں مصروف ہو۔ اگر بیوی حکم عدولی کر دے تو شوہر کی نافرمان کہلاتی ہے۔

ر۔ ازدواجی عدم مطابقت کا اولاد پر اثر:

والدین کی عدم ہم آہنگی سے بچوں کی ذہنیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ بچے ماں یا باپ کسی ایک کی طرف زیادہ مائل ہو جاتے ہیں۔ اگر بچوں کو ماں سے انسیت زیادہ ہو تو باپ ماں کے خلاف اکساتا ہے۔ یہ عدم مطابقت آگے چل کر بچوں کے رشتے طے ہونے کے معاملے میں بھی مسائل پیدا کرتی ہے۔ ماں بچوں کے رشتے میں ان کی ذہنی مطابقت کو اہمیت دیتی ہے جبکہ باپ کا نظریہ اس معاملے میں بھی مختلف ہوتا ہے اس طرح باہمی عدم مطابقت سے یا تو رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اگر یہ نوبت نہ آئے تب بھی زوجین کی زندگی کے تمام ادوار ہی بمشکل کٹتے ہیں۔

فصل دوم

خواتین کی صحت اور ذمہ داریوں سے متعلقہ مسائل

خواتین گھریلو ہوں یاملازمت پیشہ گھر کے اندرونی معاملات کی ذمہ داری انہی پہ ہوتی ہے۔گھر کے کام کاج،گھر کی حفاظت،شوہر کی خدمت،بچوں کی دیکھ بھال خواتین کے اہم کام ہیں۔مشترکہ خاندانی نظام میں گھر کے دیگر افراد سے متعلق بھی کئی معاملات نبھاناخواتین پہ لازم ہوتا ہے۔ملازمت پیشہ خواتین پہ بھی گھر کے تمام تر کام کاج کرناگھریلوخواتین کی طرح ضروری ہوتاہے۔ملازمت کی ذمہ داریاں بجالانااوراس کے بعد گھر آنے پر گھر کے کام کاج نبٹاناانہی کادردِ سر سمجھا جاتا ہے۔بیرونی مشقت اور گھر کے اندر کے کام کاج میں مصروف رہنے والی خواتین کے لیے احسن طریقے سے تمام ذمہ داریوں کونبھانامشکل ہوتا ہے۔ملازمت سے متعلقہ ذمہ داریاں اداکرنازیادہ تران کی پہلی ترجیح ہوتاہے تاکہ ملازمت چھین نہ لی جائے۔لہذاکسی طرح بھی وہ اپنے ذمے کے کام بہترین طریقے سے سرانجام دینے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔خواتین کاہر وقت محنت مشقت کرناان کی صحت کے لیے خطرناک ہے۔خواتین کے صحت اورذمہ داریوں سے متعلقہ مسائل کوذیل میں بیان کیاجارہاہے:-

1جسمانی صحت کامتاثر ہونا:

ا۔ آرام وسکون میسر نہ ہونا:

صبح گھر کے کام کاج کرنے کے بعد گھر سے ملازمت کے لیے نکلنے والی خواتین جب شام کوواپس گھر میں قدم رکھتی ہیں توبے شمار کام ان کااستقبال کررہے ہوتے ہیں۔مردوں کی طرح خواتین کو آتے ہی جوتے دینے والا کوئی نہیں ہوتانہ ہی کوئی مشروب تیار کرکے ان کے لیے رکھا جاتا ہے بلکہ انہیں اکثرپانی پینے سے پہلے ہی کئی ادھورے کام پورے کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی توان کوبرقع یاچادربدلنے کی بھی فرصت نہیں ملتی اورآتے ہی کام میں لگ جاتی ہیں۔خواتین کوکمزوراورنازک ہونے کے باوجوددن بھر کی خواری کے بعد گھر پہنچنے پر آرام کرنے کاوقت نہیں ملتا۔

> "مرد گھر آنے پر پر کوئی کام کرنا توہین سمجھتا ہے جبکہ خواتین نہ صرف اپنے ادارے میں فرائض ادا کرتی ہیں بلکہ گھر آنے پر اور ملازمت پر جانے سے قبل صفائی دستھرائی، کھانا پکانا، برتن، کپڑے دھونا اور استری کرنا کیسے کئی گھریلو کام سرانجام دیتی ہیں۔"[1]

الگ گھر میں رہائش کی صورت میں ساس، سسر، دیور، جیٹھ اور نندوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے ذہنی طور پر خاتونِ خانہ پہ بوجھ نہیں ہوتا۔ ایسی خواتین جلد یا بدیر کام کر لینے کا سوچ کے کچھ خواتین تھوڑا بہت آرام کرتی ہیں لیکن بچوں کو کھانا پکا کے دینا ان کے لیے کپڑے تیار کرنا، پڑھائی کروانا اور شوہر کے گھر ہونے کی صورت میں اس کی ضروریات کو پورا کرنا تو بہر حال ان پہ لازم ہی ہے۔ یعنی یہاں بھی آرام کا موقع اسی وقت مل سکتا ہے جب شوہر یا بچے گھر میں نہ ہوں۔ بصورتِ دیگر خواتین کو گھر آتے ہی کئی ایک کام سرانجام دینے ہوتے ہیں۔

ب۔ کام کی زیادتی:

مشترکہ خاندان میں بہوؤں پہ کام کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے۔ اگر ملازمت کے بعد گھر پہنچ کر خواتین ضرورت کے مطابق آرام کریں تو ان کو اکثر تنقید کا سامنا رہتا ہے۔ یہ تنقید ظاہری (تلخ کلامی) بھی ہو سکتی ہے اور چھپے لفظوں (بظاہر میٹھے لہجے کے طنز طعنوں) کی صورت میں بھی۔ چنانچہ اپنی عزتِ نفس بچانے کی خاطر دن بھر کی مصروفیت کے باوجود گھر لوٹنے پر وہ اپنے آرام و سکون پر کام کو ترجیح دینے لگتی ہیں۔ گھریلو فرائض کی ادائیگی کا احساس انہیں آرام کا خیال ترک کر کے نئے سرے سے کام کے لیے تیار ہو جانے پہ آمادہ کرتا ہے۔ صبح گھر میں سب سے جلدی اٹھنے والی یہ خواتین عموماً رات کو بستر پر جانے والی گھر کی آخری فرد ہوتی ہیں۔ دن بھر کی جسمانی اور ذہنی مصروفیت کے باعث یہ تھکاوٹ کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو کام کو صحیح توجہ اور خوش اسلوبی سے کر پاتی ہیں اور نہ ہی ان کو سکون میسر آتا ہے۔ ان کے پاس اپنی صحت کا خیال رکھنے کے لیے بھی وقت نہیں ہوتا نہ ہی انہیں نیند پوری کرنے کا موقع اور وقت ملتا ہے۔ دیر رات تک جاگ کر کام کرنا اور علی الصبح گھر کے اندر اور باہر کی مصروفیات کے لیے تیار ہو جانا خواتین کی صحت کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔

> "They don't have enough time to take care of their own.They also have a few hours to sleep per day.Becuase of that restlessness increase in them and finally they fell ill and without taking in to consideration their illness they continuously do their indoor and outdoor duties."[2]

---

[1] عائشہ مدنی، بیسویں صدی میں حقوقِ نسواں کی تعبیر نو، ص:260

[2] Maryam Zahra,Khadijeh Roushani,Ali Moazami-Goodarzi,Occupational stress and Family difficulties of working women,Current Research in Psychology,vol:1,Issue:2,2010,P:76

ترجمہ "ان کے پاس اپنی صحت کا خیال رکھنے کے لیے مناسب وقت نہیں ہوتا۔ان کے پاس ہر دن سونے کے لیے چند گھنٹے ہوتے ہیں۔اس وجہ سے ان میں بے چینی بڑھتی ہے اور بالآخر وہ بیمار ہو جاتی ہیں اور اپنی بیماری کی پرواہ کیے بغیر وہ مسلسل اپنی اندرونی اور بیرونی ذمہ داریاں بجالاتی ہیں۔"

ج۔ :صحت کے عام مسائل:

مسلسل مصروفیت کی وجہ سے خواتین کو کئی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں جن میں سر درد بہت عام ہے جو ایک اعصابی بیماری ہے۔اس کی سب سے اہم وجہ تھکاوٹ اور پریشانی کو قرار دیا گیا ہے۔[1] یہی وجہ ہے کہ ملازمت پیشہ خواتین اکثر سر درد اور اس کی وجہ سے دیگر بیماریوں میں بھی مبتلاء ہو جاتی ہیں۔ماہرینِ طب کے مطابق تفکرات، زیادہ غصہ، بہت زیادہ دماغی کام کرنا، ڈپریشن اور اعصابی تناؤ کی وجہ سے معدہ بگڑ جاتا ہے۔[2] یہ تمام وجوہات عام طور پر ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ پیش آتی ہیں اور وہ بیماریوں کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔

ملازمت پیشہ خواتین کے تمام کام افراتفری میں انجام پاتے ہیں۔انہیں ایک وقت میں بے شمار معاملات کو مدِ نظر رکھنا ہوتا ہے۔بچوں کا کھانا پینا، ان کے لباس کا اہتمام کرنا، ان کی پڑھائی میں نگرانی کرنا، کھیل کود کے وقت ان پہ نظر رکھنا، شوہر کے حقوق سے متعلق تمام سرگرمیاں، سسرالی رشتہ داروں کی کام کاج وغیرہ ان کے روزانہ کے معمول میں شامل ہوتے ہیں۔اگر انسان کو ضرورت کے مطابق آرام نہ ملے تو وہ تندرست و توانا نہیں رہتا بلکہ سستی اور کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ملازمت پیشہ خواتین میں دن کے زیادہ وقت کام میں مشغول رہنے کی وجہ سے اکثر صحت خرابی کے مسائل جنم لیتے ہیں۔لیکن خواتین کو اپنے نازک کندھوں پہ بھاری ذمہ داریاں بہر حال اٹھانا پڑتی ہیں۔عام مشاہدے کی بات ہے کہ خواتین مردوں کی نسبت کمر درد کا زیادہ شکار ہوتی ہیں۔اس کی وجہ ان کا ہر وقت مشقت اور تھکا دینے والے کام کاج میں مصروف رہنا ہے۔خواتین میں کمر درد زیادہ ہونے کی جو وجوہات بتائی گئی ہیں اکثر ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ وہ پیش آتی ہیں۔مثلاً:-

"کمر درد کی ایک انتہائی عام اور اہم وجہ غلط انداز ہے۔مسلسل کھڑے رہنا، جھکنے میں بے احتیاطی، وزنی چیز کو گھسیٹنا، زچگی کے دوران اپنی جسمانی فٹنس کا خیال نہ رکھنا، بھاری اشیاء (جیسے خواتین کا بڑے اور بھاری ہینڈ بیگ) اٹھانا وغیرہ ایسے افعال ہیں جو خواتین میں کمر درد کی وجہ بنتے ہیں۔"[3]

---

[1] اختر راز، ڈاکٹر، **پریکٹس آف میڈیسن**، (لاہور: منہاس پبلیشرز، 1992ء)، ص:348

[2] غوث رفیع، محمد، ڈاکٹر، **پریکٹس آف میڈیسن**، (لاہور: مکتبہ دانیال، س ن) ص:122

[3] اختر راز، **پریکٹس آف میڈیسن**، ص:534

ملازمت میں اگر کھڑے رہ کر ڈیوٹی دینے کا مطالبہ ہو تو اس دوران کھڑے رہنا ان کے لیے لازم ہے۔ گھر کے بہت سے کام بھی کھڑے رہتے ہوئے کرنے سے ان کے دن کا بہت سا وقت کھڑے ہو کے گزرتا ہے۔ مسلسل مصروفیت کے باعث گھر کے کاموں میں عجلت کا مظاہرہ کرتی یہ خواتین احتیاط نہیں کر پاتیں۔ یکے بعد دیگرے کئی کاموں کے بوجھ کی وجہ سے جلد از جلد کام نبٹانے کے خیال سے بھاری اشیاء (فرنیچر وغیرہ) کو خود ہی آگے پیچھے کرتی ہیں۔ اس سے جسم کے کئی حصوں میں درد اور ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں۔ خواتین کے بیگز اکثر بڑے اور بھاری ہوتے ہیں روزانہ وزنی بیگ اٹھانے سے بھی ان کی کمر پہ بوجھ پڑتا ہے۔ زچگی کے بعد مناسب آرام کی بجائے ملازمت کے لیے چلے جانے سے صحت کا خیال نہیں رکھ سکتیں۔ غرض یہ کہ خواتین کی بھاری ذمہ داریاں انہیں جسمانی مسائل کا شکار کرتی ہیں۔ لمبے عرصے تک مسلس مصروف رہنے اور آرام نہ کرنے سے خواتین کی جسمانی صحت ہر لحاظ سے متاثر ہوتی ہے۔

د: بیماری میں کام کا بوجھ:

یہ خواتین بیماری کی صورت میں بھی ملازمت یا گھریلو ذمہ داریوں سے بری الذمہ نہیں ہو سکتیں بلکہ دونوں جگہوں پر ہی اپنے فرائض سے انہیں آزادی نہیں ملتی۔ ملازمت سے چھٹی پر تنخواہ کی کٹوتی کے خیال سے بیماری کی حالت میں بھی ملازمت کے لیے چلی جاتی ہیں۔ اگر وہ گھر میں آرام چاہیں تو گھر کی دیگر خواتین ملازمت پہ چلے جانے، تنخواہ بچانے اور گھر میں کام کو ہاتھ نہ لگانے پہ اعتراضات کرتی ہیں اس سے بچنے کے لیے چاروناچار انہیں اپنے ذمے لائے گئے گھر کے کام کرنے ہی ہوتے ہیں۔ علیحدہ رہائش میں تو ان کے آرام کی کوئی صورت ہی نہیں ہوتی کہ ایک عورت پہ شوہر اور بچوں کے تمام کام ہوتے ہیں۔

ر: خواتین کی ماہانہ بیماری:

خواتین کی فطری بیماری جو ہر مہینے ان کو لاحق ہوتی ہے اس میں بھی انہیں آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر عورت اس مشکل دور سے گزرتی ہے تو گھر کے عام چھوٹے موٹے کام کرنا بھی اس وقت مشکل ہو جاتا ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین تکلیف برداشت کرتے ہوئے ملازمت اور گھر کی تمام ذمہ داریاں پوری کرتی ہیں۔ اس حالت میں کمزوری اور طبیعت میں اکتاہٹ بھی آجاتی ہے۔ لیکن انہیں کم ہی رعایت ملتی ہے۔ جائے ملازمت میں مردوں کی موجودگی ان کے لیے مزید پریشانی کا سبب بنتی ہے۔

س۔ حمل سے متعلق پیش آنے والے مسائل:

حمل کے دوران ملازمت پیشہ خواتین بہت سی پیچیدگیوں کے ساتھ بے حساب کام کرتی ہیں۔ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق صحت خیال رکھنا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ حمل کے عرصے میں مصروف رہنے والی خواتین جب بچے کی پیدائش کے مرحلے سے گزرتی ہیں تو اس نئے دور میں انہیں مزید احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لیکن انہیں جلد ہی بستر چھوڑ کر ملازمت کے لیے نکلنا پڑتا ہے۔اور ملازمت کی ذمہ داریاں سنبھالنے والی خواتین کا گھر میں آرام سے بیٹھنا محال ہے۔ آرام کی شدید ضرورت کے باوجود مسلسل جدوجہد کرنے سے خواتین کی صحت بہت متاثر ہوتی ہے۔کمزوری، ہڈیوں میں درد اوراس طرح کی کئی بیماریوں کا تاحیات شکار ہوجاتی ہیں۔ان کی بیماری مستقل ہوجائے تو گھر میں کئی مسائل پیش آنے لگتے ہیں۔

> "ایک عورت جو تندرست نہیں ہے وہ کبھی اپنے شوہر کا دل مسخر نہیں کرسکتی۔ کیونکہ وہ اپنے فرائض اور واجبی خدمات بجالانے سے قاصر ہے۔وہ خانہ داری کے انتظام پر بھی قادر نہیں ہوسکتی۔ نہ ہی وہ تندرست بچوں کی ماں بن سکتی ہے۔اس کا خوش مزاج ہونا ناممکن ہے۔اس کی زندگی خود اسکے لیے، اس کے شوہر، اولاد بلکہ پورے خاندان کے لیے وبال ہے۔"[1]

مسلسل مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی طرف سے کسی نہ کسی حوالے سے سنائے جانے والے طعنے خواتین کو زیادہ مریض بنادیتے ہیں۔

ل۔ ظاہری شکل وصورت میں کمی:

مسلسل الجھنوں سے لڑتے ہوئے ان کی جوانی جلد بڑھاپے میں ڈھلنے لگتی ہے۔افسردگی اور تھکن کے آثار ان کے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں۔ اچھا لباس پہن لینے کے باوجود ملازمت پیشہ خواتین کے چہرے پہ وہ تازگی نہیں ہوتی جو ان کے اطمینان کی گواہی دے سکے۔ان کے شوہر ہی ان سے بے زار ہونے لگتے ہیں۔ کئی خواتین کو دیکھا گیا ہے جو بڑھاپے کی عمر میں پہنچ گئی ہیں لیکن وہ ملازمت کے تلخ تجربات کے دکھ سے گزر رہی ہیں۔ وہ نوجوان لڑکیوں کو یہی کہتی دکھائی دیتی ہیں کہ اگر گھر میں گزارہ ہوجائے تو ملازمت کبھی نہ کرو۔ کیونکہ ملازمت سے مالی ضرورتیں تو کسی حد تک پوری کی جاسکتی ہیں لیکن خواتین کی عائلی زندگی میں جو خلا آجاتا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوسکتا۔

---

[1] مجذوبی، **عورت اسلام اور جدید سائنس**، ص:499

2۔دوہری ذمہ داریوں سے خواتین کی ذہنی صحت متاثر ہونا:

جسمانی بیماریوں کے علاوہ مصروف شب وروزخواتین کی ذہنی صحت پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ اکثرخواتین میں چڑچڑاپن اورسخت مزاجی پیداہوجاتی ہے۔مسلسل جدوجہد سے تھک کر یہ خواتین ذہنی تناؤکے باعث عموماًگھروالوں کے ساتھ تلخی سے پیش آنے لگتی ہیں۔ان کے اس رویے کاخصوصاًاولادشکارہوتی ہے۔جس سے گھرکاماحول خراب اورسکون تباہ ہوتاہے۔

> "کام کابوجھ انسان کی طبیعت میں چڑچڑاپن اور جھنجھلاہٹ پیداکردیتاہے۔یہ چیز بعض اوقات انسان کوغیر معتدل بنادیتی ہے۔یہ عورت کی ذہنی ونفسیاتی صحت کومتاثر کرتاہے۔دوہری ذمہ داریاں اور فطری عوارض عورت کی صحت پر گہرے منفی اثرات ڈالتے ہیں۔مغربی ملکوں میں دردکُش اور تناؤکودورکرنے والی دواؤں کے استعمال کاتناسب کام کرنے والی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے 67٪زیادہ ہے"[1]

مغربی خواتین کی طرح اب پاکستانی خواتین بھی ان ادویات کااستعمال ہورہاہے۔کئی ملازمت پیشہ خواتین کے بارے میں یہ معلوم ہواکہ وہ اپنے پرس میں دردکُش دوائی ضروررکھتی ہیں۔

ا۔نفسیاتی مسائل:

افرادِ خانہ کاسخت رویہ اورناانصافیاں انہیں ذہنی مریضہ بنادیتی ہیں۔ان میں غصیلی طبیعت پیداہوجاتی ہے۔خواتین کی ذہنی صحت خرابی کی وجہ سے گھرمیں بحث اور تکرارکامعمول بن جاتاہے۔سسرال میں انہیں بداخلاق سمجھاجاتاہے۔میاں بیوی کے درمیان بھی کئی جھگڑے ہوجاتے ہیں۔ایسے ماحول میں بچوں کی تربیت متاثرہوتی ہے۔حقیقت کچھ اس طرح ہے کہ:-

> " اورجب کام ہاتھ میں نہیں آرہے ہوتے توٹینشن بڑھتی ہے۔ایسااس گھرمیں زیادہ ہوتاہے جہاں بیوی ملازمت کرتی ہو۔ٹینشن بڑھنے سے انسان کی برداشت کم ہوجاتی ہےاوراسے جلدی غصہ آنے لگتاہے۔اوراکثر یہ غصہ غلط جگہ ہی نکلتاہے۔"[2]

کچھ خواتین صبر کامظاہرہ کرنے کی کوشش توکرتی ہیں لیکن بارباراایک جیسے واقعات سے نبرد آزماہونے کی وجہ سے اپناضبط کھوبیٹھتی ہیں۔

---

1 رحمانی، خالد سیف اللہ، **خواتین کی ملازمت شریعتِ اسلامی کی روشنی میں**، (نئی دہلی: ایفاپبلیکیشنز، س ن)، ص:4

2 محمد زبیر، ڈاکٹر، **ازدواجی زندگی مسائل اور حل**، (لاہور: دارلفکر اسلامی، طبع اول، 2018ء)، ص:29

"The stress level in working women increase in direct proportionality to their age.This may be because of working hours and additional responsibilities imposed on women.They have to make proper arrangments for the care of their children and their activities which again create stress in them."[1]

ترجمہ:"ملازمت پیشہ خواتین میں تناؤان کی عمر کے ساتھ تناسب راست کی نسبت سے بڑھتاہے۔اس کا سبب ان کے کام کے اوقات اوراضافی ذمہ داریاں ہو سکتی ہیں۔انہیں بچوں کی دیکھ بھال ہر اپنی سر گرمیوں کو ترتیب دیناہو تاہے جو ان میں تناؤ کو مزید بڑھادیتاہے۔"

خواتین جب اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کو ختم نہیں کر پاتیں تو ذہنی مریضہ بن جاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر چلاتی ہیں۔ معمولی باتوں پر شدید ردِ عمل کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ان کا یہ عمل ان کے وقار کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔

ب۔غصہ:

کئی خاندانوں میں چھوٹی چھوٹی بات پر شوہر یاسسرال والے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ان کی طنزیہ باتیں اسے دکھ پہنچاتی ہیں جس کی سزا عموماًوہ خود کو دیتی ہے۔اکثر ایساہونے سے اس کی طبیعت میں سختی اور غصہ آجاتاہے۔جن وجوہات کی بناپر انسان کو غصہ آتاہے وہ زیادہ تر ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ پیش آتی ہیں مثلاً:-

☆ تھکے ہوئے بندوں کو غصہ زیادہ آتاہے۔

☆ چڑچڑے پن سے بھی غصہ آتاہے مثلاً جن لوگوں کو سر کادرد ہوتاہے انہیں غصہ جلدی آجاتاہے۔

☆ بھوک کی وجہ سے اور بیماری کی حالت میں بھی انسان کو غصہ آتاہے۔

☆ اگر کسی کے ساتھ ناانصافی ہو تو اس کو غصہ آتاہے۔

☆ کوئی بندہ اپنے(Target)ہدف کو حاصل نہ کر سکے۔مایوسی ہو تو اس کو غصہ آتاہے۔

☆ انسان کی جان،مال اورآبرو کو خطرہ ہو تو اس کو غصہ زیادہ آتاہے۔

☆ کسی جگہ پہنچناہو راستے میں ٹریفک جام ہو(منزل پہ پہنچنے میں تاخیر ہو جائے)تو بھی غصہ آتاہے۔

☆ بچوں والے یافیملی والے افراد کو غصہ زیادہ آتاہے۔

---

[1] Aarti Verma,**Challenges and Issues of working Women in 21st Century**,International Journal of Research in all Subjects in Multi Languages,Issue:3,Vol:6,P:4

☆ جن کے پاس مال کم ہو، ان کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں، ان کو بھی غصہ آتا ہے۔[1]

درج بالا تمام اسباب ملازمت کی وجہ سے خواتین کو اکثر پیش آتے ہیں مثلاً وہ تھکاوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں۔خواتین مصروفیت کے باعث وقت پر کھانا نہیں کھا پاتیں۔گھر کے افراد کا تعاون نہ ہونا اور ساس سسر کا بہو سے ناانصافی کرنا ایسے معاملات ہیں جو غصہ کی وجہ بنتے ہیں۔پیشہ خواتین نے معمول کے بے شمار کاموں کے ساتھ اضافی ذمہ داریوں کے حوالے سے اہداف بھی مقرر ہوتے ہیں۔جب وہ حاصل نہیں ہو پاتے تو وہ مایوسی کا شکار ہوتی ہیں۔ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے گھر داری کے فرائض متاثر ہونے اور ملازمت پہ دیر سے پہنچنے کی صورت میں سب کے سامنے سبکی کا خیال خواتین کے غصے کی وجہ بن جاتا ہے۔درمیانہ اور نچلے طبقے کی خواتین ملازمت کے باوجود کئی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتیں۔وسائل کی کمی بھی انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کرتی ہے۔گھر کے اندر اور باہر کی بے شمار ذمہ داریاں اور ان کو پورا کرنے کے سلسلے میں آنے والی رکاوٹیں صنفِ نازک کی جسمانی اور ذہنی صحت پہ بہت گراں ہوتی ہیں۔ان سے مقابلہ کرتے ہوئے خاتون غصہ کر بیٹھتی ہے۔سسرال والے بھی اس کی حالت کو سمجھنے کی بجائے اس سے متنفر ہونے لگتے ہیں۔ایسے حالات میں اگر شوہر بھی اس کا غم گسار نہ ہو تو وہ مزید الجھنوں کا شکار ہوتی ہے۔جب بیوی شوہر کی خاطر قربانیاں دیتی ہے تو شوہر کا اخلاقی فرض ہے کہ بیوی کے غصے کی حالت میں اس کے ساتھ محبت و نرمی سے پیش آئے۔مفتی محمد امین لکھتے ہیں:-

> "اور جان لینا چاہیے کہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک یہی نہیں کہ اس کو تکلیف نہ دی جائے بلکہ حسنِ خلق یہ ہے کہ بیوی جب طیش اور غصہ میں ہو تو اس کے غصے کو برداشت کیا جائے۔"[2]

ہمارے اکثر مرد بیویوں کی تلخ مزاجی پہ اپنے ازلی برتری کے احساس سے صبر اور برداشت نہیں کرتے بلکہ ایسی صورت حال میں وہ بیویوں پہ ہی برہمی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے اپنے حق کے لیے بولنے کو زبان درازی کا نام دے دیتے ہیں۔حافظہ عائشہ لکھتی ہیں:

> "ہمارے ہاں بڑے درجے اور مردانگی سے مراد زور زبردستی کی جاتی ہے۔تحمل اور برداشت تمام تر زنانہ اوصاف گردانے جاتے ہیں۔جن کا مرد کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔وہ چھوٹی سی چیز کھو جانے پر ہنگامہ، غل غپاڑہ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے۔"[3]

---

1 ذوالفقار احمد، **امورِ خانہ داری میں حسنِ انتظام**، (فیصل آباد: مکتبۃ الفقیر، 2017ء)، ص: 89-90

2 محمد امین، مفتی، **حقوق الزوجین**، (فیصل آباد: مکتبہ سلطانیہ، س ن) ص: 44

3 عائشہ مدنی، **بیسویں صدی میں حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو**، ص: 375

ج۔ ذہنی بے سکونی:

ملازمت کی ذمہ داریاں نبھانے کے دوران گھر اور بچوں کی فکر میں مبتلاء رہنے سے خواتین کو سکون میسر نہیں آتا۔ گھر آکر بھی ایک کے بعد ایک کام میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ مشترکہ رہائش میں زیادہ افراد ہونے کی وجہ سے مشکلات مزید بڑھ جاتی ہیں۔ کئی لوگ گھر میں کام کاج کے لیے ملازمہ رکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے بلکہ گھر کی خواتین خصوصاً بہوؤں پر تمام ذمہ داری ڈال دی جاتی ہے۔ اس پر سسرال والوں کے تلخ رویے انہیں ذہنی اذیت سے دوچار کرتے ہیں۔ مقالہ نگار کی ملاقات ایک اسکول معلمہ سے ہوئی جو اپنی ساس کے ناانصافی پر مبنی سلوک کی وجہ سے بہت پریشان تھیں۔ چھٹی کے دن معمول سے زیادہ کام سونپ دیا جاتا ہے جبکہ کام میں مدد بھی نہیں کی جاتی۔ اپنی ذمہ داری پہ کام کاج کے لیے ملازمہ رکھنا چاہتی ہیں لیکن ان کی ساس اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتیں۔ خاندان کے اہم امور میں باقی خواتین کے برعکس ملازمت پیشہ بہو کو شامل نہیں کیا جاتا۔ حال میں ایک خاتون سے ملاقات ہوئی جو ملازمت پیشہ تھیں اور شوہر اور سسرال والوں کی طرف سے اتنے مسائل کا شکار تھیں کہ اب وہ ذہنی مریضہ بن چکی ہیں۔ ان کی ذہنی حالت اس قدر خراب ہے کہ وہ ملازمت نہیں کر سکتیں بلکہ اپنے اور بچوں کے اخراجات کے لیے بچوں کی مدد سے چھوٹی موٹی چیزیں بیچتی ہیں۔ وجہ ہے کہ ہمارے اردگرد بے شمار گھروں کا سکون تباہ ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

3۔ اپنے اور بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری:

ا۔ نان ونفقہ:

کئی مرد اپنی ملازمت پیشہ بیویوں کے خرچ کی ذمہ داری کی ادائیگی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ ملازمت کے لیے آنے جانے کے اخراجات، دورانِ ملازمت کھانے پینے کے اخراجات اور دیگر کئی ضروریات کے لیے خواتین کی کثیر تعداد اپنی تنخواہ میں سے خرچ کرتی ہیں۔

> "عصرِ حاضر میں شوہر نان ونفقہ کی ذمہ داری فرض سمجھ کر ادا نہیں کرتے بلکہ عورت پر احسان اور بوجھ سمجھ کر کرتے ہیں۔ بعض مرد اس فکر سے بے نیاز ہو جاتے ہیں کہ وہ گھر کے معاشی سربراہ ہیں۔ بعض مرد عورت کی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں کرتے۔"[1]

---

1 فاخرہ تحسین، **معاصر خاندانی مسائل اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان کا حل**، **العلم**، جلد:2، شمارہ:3، (2018ء)، ص:50

اس کے علاوہ خواتین کے کپڑے، جوتے اور باقی تمام ضروریات کے لیے بھی عموماً شوہر اپنی بیویوں کو اس لیے رقم نہیں دیتے کہ وہ ملازمت پیشہ ہیں خود یہ اخراجات کر سکتی ہیں۔ بیماری کی صورت میں ادویات بھی خود ہی لے آئیں کیوں کہ ملازمت کرنے کے لیے گھر سے نکلتی ہی ہیں اس لیے کسی اور کو تکلف میں پڑنے کی حاجت نہیں رہتی۔ خاندان برادری میں کئی ایسے مواقع آجاتے ہیں کہ وہاں رسم ورواج کہ مطابق خرچ کرنا ہوتا ہے ایسے موقعوں پہ بھی ایسے مرد اپنی جیب کی طرف کم ہی ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اگر رشتہ خواتین کی طرف سے ہو تو زیادہ تر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ خواتین کو اپنی ہی کمائی میں سے رقم نکالنی ہوتی ہے۔

ب۔ بچوں کے اخراجات:

صرف یہی نہیں بلکہ بچوں کی ضروریات کے لیے بھی اکثرخواتین کواپنی کمائی پر ہی انحصار کرنا پڑتا ہے۔ باپ جب ماں کوملازمت کرتا دیکھتاہے توبچوں کی ضروریات کفیل بھی ماں کو ہی سمجھنے لگتاہے۔ باپ کی بچوں سے بے نیازی ماں کی ممتا کو مجبور کر دیتی ہے۔ اس طرح ملازمت پیشہ ہونے کی وجہ سے خواتین پر بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری بھی آجاتی ہے۔

"خود کمانے والی عورت کا شوہر بھی بے پرواہ ہوجاتاہے۔ اس کا خیال ہوتاہے کہ آخر ماں ہے بچوں کو بھوکا تو نہیں مرنے دے گی۔ پھر بعض مرد اپنی کمائی جوئے، شراب خوری، اور عیاشی میں لگادیتے ہیں، بعض دوسری شادی رچالیتے ہیں، بہر صورت کمانے والی عورت کو اپنے بچے خود ہی پالنے پڑتے ہیں۔"[1]

بعض اوقات خواتین ملازمت اختیار کرنے کے بعد اپنی خوشی سے بچوں پہ خرچ کرتی ہیں۔ بچوں کے استعمال کی چھوٹی موٹی اشیاء، کھلونے، کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ بچوں کے لیے خریدتی ہیں۔ پھر کپڑے جوتے بھی اس فہرست میں شامل ہونے لگتے ہیں۔ اس طرح خوشی اور محبت میں کیاجانے والا یہ عمل آہستہ آہستہ ان کے فرائض میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ انکار کرنا چاہیں تو بھی نہیں کر پاتیں۔

"آج مرد تعلیم یافتہ بیوی کو اس پہلو سے بھی پسند کرتے ہیں کہ شادی کے بعد ملازمت کر کے ان کی معاشی ذمہ داری میں بھی ہاتھ بٹاسکتی ہے یا کم از کم اپنا اور بچوں کا بوجھ مرد پر نہیں ڈالے گی اور اس کے جواز میں مغربی معاشرے کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ کہ مغربی خواتین بھی ملزامت کرتی ہیں تو پاکستانی عورت کی ملازمت کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔"[2]

---

1 علوی، ثریابتول، **جدید تحریکِ نسواں اور اسلام**، (لاہور: منشورات منصورہ، 2000ء) ص:189

2 ہاجرہ مدنی، **پاکستانی عورت کے معاشی مسائل اور کردار**، (مقالہ برائے ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2011ء)، ص:265

شوہر بچوں کی ضروریات پہ اپنی رقم خرچ کرنا کم کرتے کرتے بالآخر چھوڑ دیتے ہیں۔بچوں کو اسکول کے لیے جیب خرچ دینا،ان کے لیے تحفے خریدنا،انہیں گھمانے کے لیے ارد گرد لے جانا،ان کی فرمائشیں پوری کرنا ماں پہ لازم کر دیا جاتا ہے یا باپ کے توجہ نہ دینے کی وجہ سے بچوں کو احساسِ کمتری میں مبتلاء ہونے سے بچانے کے لیے مائیں خود ہی ان کی ضروریات کی کفالت کا ذمہ اٹھا لیتی ہیں۔ملازمت پیشہ ماں یہ چاہتی ہے کہ اس کے جب وہ خود کماتی ہے تو اس کے بچے کیوں ترسیں ؟اس لیے وہ خود ہی ان کے لیے اچھے کپڑے،اچھا بیگ ،اچھا ٹفن خریدتی ہے اور اچھا کھانا بناتی ہے تاکہ اس کے بچے محرومیوں کا شکار نہ رہیں۔لیکن بچوں کی ضروریات پورا کرنے میں وہ اپنی ذاتی ضروریات کو پسِ پشت ڈالتی رہتی ہے۔ماؤں کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ خود پر بچوں کو ترجیح دیں اور اس کوشش میں وہ اپنی ضروریات کو محدود کر لیتی ہیں کیوں کہ وہ جانتی ہیں کہ انہیں اپنی کمائی پہ ہی گزارہ کرنا ہے۔

4۔شوہر کے اخراجات کی ذمہ داری:

ا۔بیوی کی آمدنی کا غیر منصفانہ استعمال:

خواتین کی ملازمت ان کے لیے اپنے اور بچوں کے اخراجات کے علاوہ شوہر کی ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ بچوں کے ساتھ انہیں شوہر کو بھی جیب خرچ دینا ہوتا ہے۔وہ نہ دیں تو ان سے زبردستی لے لیا جاتا ہے کبھی حیلے بہانے سے، کبھی پیار محبت سے، کبھی ہٹ دھرمی سے اور کبھی بن بتائے ان کی تنخواہ ہی وصول کر لی جاتی ہے۔پاکستان میں بہت سے مرد اپنی بیویوں کی کمائی پر ان کا نہیں بلکہ اپنا حق بھی سمجھتے ہیں۔اس بات کی وضاحت حافظہ ہاجرہ مدنی نے اپنے مقالہ میں ان الفاظ میں کی ہے:-

> "پاکستانی ملازمت کرنے والی عورت کے پاس دوہری ذمہ داری ادا کرنے کے باوجود معاشی خود انحصاری نہیں ہے۔اس کی وجہ سے اسے کئی مرتبہ اپنی ہی محنت کی کمائی کو چھپا کر خرچ کرنا پڑتا ہے۔کیونکہ پاکستانی مرد اس وقت تک عورت کو commited ہی نہیں سمجھتا جب تک کہ وہ اپنی ہر چیز مرد کے سپرد نہ کر دے۔"[1]

---

[1] ہاجرہ مدنی، "**پاکستانی عورت کے معاشی مسائل اور کردار**"، ص:257

ب۔ حسن معاشرت کا تقاضا:

اگر مرد بامرِ مجبوری کمانے سے قاصر ہے تو بیوی کا اس کے ساتھ ہر ممکن مالی تعاون کرنا اس کی حسنِ عمل ہے۔ اور یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ عموماً پاکستانی خواتین اپنے شوہروں کی مالی معاونت میں پیچھے نہیں رہتیں۔ بلکہ عام حالات میں بھی شوہر کی مالی ذمہ داریوں میں اس کو مدد دیتی ہیں۔ لیکن شوہر اس بات کا غلط فائدہ اٹھالیتے ہیں اور بچوں کے ساتھ اپنا بوجھ بھی بیوی پہ ڈال دیتے ہیں۔ عورت اپنے شوہر کے ساتھ بھلائی کی خاطر اپنی آمدنی میں اسے شریک کرے تو یہ اس کی اخلاقی خوبی ہے وگرنہ اس کی کمائی پہ کوئی دوسرا دعوی نہیں کر سکتا نہ ہی اس سے رقم چھین سکتا ہے۔

> "اگر مرد اپنے مال کی بجائے عورت کا مال ہی اس پر خرچ کرے تو قوامیت کا" کسبی سبب" ختم ہو جائے گا۔ جب کوئی عورت ملازمت کے عوض کچھ آمدنی حاصل کرتی ہے تو یہ تمام رقم اس کی ملکیت ہے۔ اگر غیر شادی شدہ عورت کی رقم پر باپ دعویٰ نہیں کر سکتا تو شادی شدہ عورت کی آمدنی پر شوہر کا بھی کوئی حق نہیں۔"[1]

یہ حقیقت ہے کہ خواتین کی ملازمت کی ضرورت گھر کو ہوتی ہے بعض صورتوں میں شوہر بھی اس کا محتاج ہوتا ہے ایسے حالات میں بیوی کا خاوند سے معاشی تعاون کرنا اس کا اخلاقی فرض ہے لیکن کئی ایسے مرد بھی ہیں جو خواہ مخواہ بیویوں پہ اپنی ذمہ داری ڈال دیتے ہیں جیسے کمانا خواتین کا ہی کام ہو مرد کا کام بس گھر بیٹھ کر بیوی کی کمائی کے مزے لوٹنا ہو۔ یہ بات قرینِ انصاف نہیں۔ مفتی عبید الرحمن لکھتے ہیں:۔

> "اگر بیوی نے اپنے ذاتی مال سے کچھ کمایا تو یہ اس کی ذاتی ملکیت شمار ہوگی۔ اگر کسی جائز ملازمت اختیار کرنے کے نتیجے میں بیوی نے کچھ مال حاصل کیا تو بھی وہ خاص اسی کی ملک قرار دی جائے گی اور شوہر کا اس میں کوئی استحقاق نہیں ہو گا۔"[2]

شوہر کی رضامندی سے ملازمت کرنے والی بیوی کے لیے شوہر پہ نفقہ لازم ہوتا ہے۔ لیکن بیویوں کا میدانِ عمل میں آنا کبھی شوہروں میں غیر ذمہ داری کا رجحان پیدا کر دیتا ہے۔ یا تو کمانے کو ہی ضروری نہیں سمجھتے یا کما لینے کے باوجود بیویوں پہ اس لیے خرچ نہیں کرتے کہ وہ خود مختار ہیں۔ مردوں کو عورتوں پر فوقیت کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ ان پہ مال خرچ کرتے ہیں ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ اس بنیاد پر وہ خواتین سے برتر ہیں لیکن بدلتے رجحانات نے مرد کی سوچ کو اس قدر سطحی کر دیا کہ عورت کی خود مختاری کو تو تسلیم نہیں کر پا رہا لیکن اپنی برتری

---

[1] شاہدہ پروین، ڈاکٹر، ذاتی مال پر عورت کا حق تصرف اور شریعتِ اسلامیہ، **القلم**، (جون 2011ء) ص:137

[2] عبید الرحمن، مفتی، **مشترکہ خاندانی نظام اور اس سے متعلقہ شرعی مسائل اور احکام**، (مردان: مکتبۃ الرحمانیہ، س ن) ص:22

کا ثبوت دینے کے قابل بھی نہیں۔وہ اپنے قول سے خود کو برتر ظاہر کرتا ہے اور اس کا انکار اپنے ہی عمل سے کر رہا ہے۔

"معاشی جدوجہد میں عورت کی محنت نے عورت پہ ذمہ داریوں میں اضافہ کیا اور مردوں میں غیر ذمہ داری کو فروغ دیا۔مرد کی فطری خواہشات جنونی ہونے لگی ہیں۔خواہشات کا توازن بدلا ہے۔عورتوں میں اولاد کی خواہش کالعدم ہو گئی۔مردوں میں عورتوں پر تفوق کی خواہش معدوم ہو گئی۔"[1]

خواتین کو ان کے اخراجات کے لیے رقم نہ دینا ایک الگ بات، خود بھی ان پہ انحصار کرنے والے مرد اپنے ہاتھوں اپنی عزت بھی گنواتے ہیں۔مردوں کے اس رجحان نے عورتوں کی فطری صلاحیتوں کو متاثر کر دیا ہے۔

ج۔اپنی آمدنی پر اختیار نہ ہونا:

ملازمت پیشہ خواتین کے بارے میں عمومی رائے یہ ہے کہ یہ خود مختار ہوتی ہیں اپنے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیتیں، لیکن کئی خواتین خود مختار ہونے کے باوجود شوہر اور سسرال والوں کی ناانصافیاں برداشت کرتی ہیں۔بیوی کی جان ومال پہ شوہر کا ہی حق سمجھا جاتا ہے۔بیوی سے اپنی آمدنی شوہر کے سپرد کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے اگر نہ کرے تو خود غرض کہلاتی ہے۔ طلاق اگرچہ عام ہو چکی ہے لیکن شرفاء میں اب بھی طلاق کے عمل کو سخت ناپسند کیا جاتا ہے۔معاشرہ طلاق یافتہ خواتین کو عزت نہیں دیتا اس لیے خواتین پہلی شادی کو ہر صورت بچانا چاہتی ہیں۔وہ اپنی محنت کی کمائی اپنے شوہر کے حوالے کر دیتی ہیں۔اور اپنے پاس اگر کچھ چھپا کر رکھیں تو اسے بچوں پہ خرچ کر کے اپنی ضروریات پہ سمجھوتا کر لیتی ہیں۔

"In most of the cases though women has independent earning but she has no control over it.Mostly in middle class families, the income of the woman either goes in the hands of her husband,rather than her own hands"

"بہت سی جگہوں پہ خواتین ذاتی آمدنی ہونے کے باوجود اس پہ اختیار نہیں رکھتیں۔زیادہ تر مڈل کلاس خاندانوں میں خواتین کی آمدنی بجائے ان کے پاس آنے کے، ان کے شوہر کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے۔"[2]

جن بیٹیوں کو میکے سے گھر بسانے کی تربیت ملی ہو ان کی معاشی حالت چاہے شوہر سے زیادہ مضبوط ہو تب بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہی رہنا چاہتی ہیں۔چاہے انہیں اس کے لیے کتنی قربانیاں دینی پڑیں۔

---

[1] مدنی، حافظہ عائشہ، **بیسویں صدی میں حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو**،(مقالہ برائے پی۔ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد،2004ء)ص:591

[2] Dr.P.V Gouri,**Challenges And Problems of A working woman,**IJIRAS,Vol:6,Iss:5,2019,P:119

د۔ تنخواہ پہ شوہر کی ملکیت:

اخلاقی طور پر کمزور مرد جو کسی نشے کی عادت میں مبتلا ہوں یا کسی اور غیر اخلاقی عادت کا شکار ہوں بیوی کی تنخواہ میں اپنا حصہ سمجھتے ہوئے اس سے زبردستی اپنے اور بچوں کے اخراجات پورے کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ وہ اپنی ضروریات کے لیے ان کی آمدنی پہ نظر رکھتے ہیں۔ کہیں اس بنیاد پر عورت کے ساتھ ظالمانہ سلوک بھی کیا جاتا ہے۔ اس نوعیت کے ایک واقعہ کی خبر روزنامہ 92 نیوز میں شائع ہوئی:-

> "سرکاری سکول ٹیچر کا شوہر اس سے کئی دن تنخواہ کی رقم مانگتا رہا۔ بیوی کے رقم نہ دینے پر ایک دن شوہر اسکول پہنچ گیا۔ عملہ کے سامنے ہنگامہ برپا کر دیا اور بیوی پر تشدد کیا۔"[1]

جب شوہر خرچہ نہیں دیتا اور بیوی کو اپنے اور بچوں کے علاوہ شوہر کے اخراجات بھی اٹھانے پڑیں تو ساتھ رہنے کی وجہ نہیں رہتی لیکن خلع یا طلاق کا مقدمہ کرنے کے لیے کافی رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر عورت اتنی مضبوط مالی حیثیت نہیں رکھتی کہ وکیلوں کی فیس پوری کر سکے۔ ایسی خواتین ساری زندگی برداشت کرتے ہوئے گزار دیتی ہے۔ جن خواتین کے میکے مضبوط ہوں اور وہ خود بھی اپنے حق کے لیے لڑنے والی ہوں ان کو خود پہ یقین ہوتا ہے اس لیے وہ ہمت کر کے آواز اٹھاتی ہیں۔ وہ اپنے اور بچوں کے خرچے خود اٹھاتی ہیں تو نام نہاد شوہر کی محتاج بن کر زندگی کیوں بسر کریں؟ کم از کم علیحدگی کی صورت میں صرف عورت پہ اپنا اور بچوں کا خرچ ہو گا۔ یہ سوچ اسے طلاق کا مطالبہ پہ آمادہ کرتی ہے۔ اور اس طرح شوہر کا اپنے فرائض سے فرار حاصل کرنا اور بیوی کو مشقت کی بھٹی میں جھونک کر اس سے اپنے لیے خرچہ نکلوانا ایک عورت کے ماتھے پہ طلاق کا لیبل لگوا کر اس کی زندگی خراب کر دیتا ہے۔

5۔ گھریلو اخراجات:

ا۔ روزمرہ کے اخراجات:

ملازمت پیشہ خواتین پہ گھر کے انتظامات مثلاً سودا سلف لانا، بجلی گیس کے بل، بچوں کے تعلیمی اخراجات، ہسپتالوں کے اخراجات، خاندان میں آنے جانے اور تقریبات کے اخراجات وغیرہ کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ ایک وقت میں کئی ذمہ داریوں کا احساس ان کو ذہنی الجھن کا شکار کرتا ہے۔ انہیں یہ احساس گھیرے رکھتا ہے کہ انہوں نے اپنا گھر بھی چلانا ہے، ملازمت بھی بچانی ہے، ملازمت سے جو کمائی ہوتی ہے اس سے گھر کے تمام اخراجات بھی

---

[1] **روزنامہ 92 نیوز**، 23 جنوری 2022ء

نکالتے ہیں۔ کئی مرد اس حد تک خود غرض ہو جاتے ہیں کہ بچوں کو اسکول چھوڑنا اور باہر کے دیگر کام بھی خواتین پہ چھوڑ دیتے ہیں۔ عامرہ احسان لکھتی ہیں:-

> "ہمارے مردوں نے اپنے حصے کا بوجھ اور آدھی سے زیادہ ذمہ داری عورت پر ڈال دی کہ وہ دفتر بھی جائے، نوکری کرے، بل ادا کرے، بچوں کو اسکول لائے لے جائے، گھر کے کام کاج بھی خود کرے اور سودا سلف بھی ڈھوئے۔ اس کے ساتھ بچوں کی پرورش کی ذمہ داری عورت ہی کی ہے وہ ساقط نہیں ہو سکتی۔ گھر سنبھالنا بھی عورت ہی کو آتا ہے لہذا جس کا کام اسی کو ساجھے۔"[1]

گھر اور ملازمت کی ذمہ داری کے ساتھ اپنے بجٹ کے مطابق خریداری کے لیے بازاروں میں جگہ جگہ رکتی، آٹے دال کا بھاؤ معلوم کرتی ہوئی اپنی گنجائش کے قریب ترین ریٹ پر اشیائے ضرورت خریدنے میں ہلکان ہوتی ہیں۔ گھر کے اندر کی ذمہ داریوں اور ملازمت کے ساتھ بازاروں کے چکر لگانا خواتین کی جانی و مالی مشکلات میں اضافہ کرتا ہے۔

ب۔ شوہر اور سسرال والوں کی توقعات:

آج کی پاکستانی عورت اپنی زندگی کی مشکلات سے لڑنے کے لیے یہ سمجھ کر کے ملازمت کرنے نکلی کہ آمدنی بڑھے گی تو مسائل حل ہوں گے، خود مختاری حاصل ہو گی لیکن ملازمت پیشہ ہو کر بھی وہ خود مختار نہیں ہو سکی۔ اسے اپنی کمائی شوہر کے حوالے کرنی ہے یا اسے شوہر کی مرضی سے خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ شوہر کا یہ مطالبہ پورا نہ کرے یا کو کبھی اسے اس کی ذمہ داری یاد کروادے تو اسے ذہنی اذیت دیتا ہے۔ بچوں پہ غصہ نکالتا ہے۔ صرف شوہر ہی نہیں مشترکہ گھر میں رہتے ہوئے سسرال والوں کی امیدیں بھی ملازمت پیشہ بہو سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔ بہو انہیں خوش نہ کر سکے تو خاندان بھر میں بدنام کی جاتی ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین پہ کئی اضافی ذمہ داریاں عائد کر دی جاتی ہیں جن کو بجالانے کی ان میں ہمت نہیں ہوتی۔

ج۔ دوسروں کے گھروں میں کام کرنے والی خواتین:

نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے مرد زیادہ تر اپنی معاشی سرگرمیوں سے لاتعلق رہتے ہیں۔ ان کی بیویاں عموماً کم تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ یہ خواتین جو کسی ادارے میں ملازمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتیں یا کسی بھی وجہ سے انہیں اداروں میں ملازمت نہیں ملتی اور وہ خود دار بھی ہوں تو کسی سے بھیک مانگنے کی بجائے وہ کسی کے گھر کے کام کاج کرنا گوارہ

---

[1] عامرہ احسان، **اکیسویں صدی اور مسلمان عورت**، (راولپنڈی، ادارہ عفت، اشاعت دوم، 2010ء) ص:116

کرلیتی ہیں لیکن اکثران خواتین کے مرد بے روزگار ہوتے ہیں جو بیویوں پہ انحصار کرتے ہیں اوراپنی خواتین کے لیے مسائل پیدا کرتے ہیں۔

"دوسروں کے گھروں میں کام کرنے والی اکثر خواتین کے مرد بے روزگاراورآرام طلب ہوتے ہیں۔عورت صبح سویرے اپنے گھر کے کام کر کے کسی گھر ملازمت پر آتی ہے،سارے دن کی مشقت کے بعد جب گھر پہنچتی ہے تو اس کی تھوڑی سی رقم بھی اس کا شوہر چھین لیتا ہے۔نہ دینے کی صورت میں تشدد اس کے حصے میں آتا ہے۔اس کے ساتھ گھر کا باقی ماندہ کام اور بچے اس کے منتظر ہوتے ہیں۔"[1]

خواتین کی ملازمت کرنے کو مردوں نے اپنی آزادی کا بہانہ سمجھ لیا۔ان کی محنت ومشقت کی قدردانی کی بجائے ان پہ سارابوجھ ڈال دیا گیا۔گھر میں آرام وسکون کی خاطر اپنے آرام وسکون کو داؤپہ لگا کے خواتین ملازمت کے لیے نکلیں توان کی زندگیاں مزید مشکل ہوگئیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ملازمت کی وجہ سے خواتین کے حقوق بہت حدتک متاثر ہوئے ہیں۔دوہری ذمہ داریوں نے خواتین کو ہلکان کر کے رکھ دیا۔سخت محنت اورآرام وسکون کے نہ ملنے سے ان کی جسمانی صحت کو نقصان پہنچا،کام کاج میں تعاون نہ ہونا،بے شمار ذمہ داریاں،گھر والوں کے سخت رویے،تلخ مزاجی،اور حوصلہ افزائی نہ ملنے سے وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہوتی ہیں،اس کا اثر گھر کے تمام افراد پر پڑتا ہے۔خواتین پر کام کاج کے علاوہ اخراجات کی اضافی ذمہ داریاں بھی ڈال دی جاتی ہیں،انہیں ملازمت کے ساتھ گھر کو سنبھالنا تو تھا ہی لیکن گھر کو چلانا بھی اب ان پہ واجب ٹھہرا کیوں کہ وہ کماتی ہیں تواب مرد اپنے آپ کو ذمہ داریوں سے آزاد سمجھنے لگے ہیں۔

[1] خالد رحمٰن، سلیم منصور خالد، **خواتین: معاشی اختیار اور تعلیم**،(اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز،2007ء)ص:84

حاصل کلام:

پاکستان میں خواتین کو ملازمت کی بہت ضرورت ہے۔مالی آسودگی کی خاطر خواتین نے ملازمت تو کرلی لیکن ملازمت ان کے عائلی حقوق کا تحفظ نہیں کر سکی۔شوہر سمیت گھر کے تمام افراد ہی چاہتے ہیں کہ خواتین ملازمت کریں لیکن ان کے ساتھ تعاون کرنے کا تصور ہی نہیں۔خواتین کو ملازمت کے حوالے سے گھر والوں کی معاونت اوراعتماد حاصل نہیں ۔خواتین کی مسلسل مصروفیت کو ماننے اورانہیں داددینے کی بجائے انہیں شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ملازمت کرنے کو ان کی گھر سے آزادی کا بہانہ قرار دیا جاتا ہے۔

ملازمت پیشہ خواتین کے والدین کا ان کی شادی کے بارے میں بروقت صحیح فیصلہ نہ کرنے سے خواتین کو اپنی آئندہ زندگی میں کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔خود مختار بیوی کی اپنے شوہر کے ساتھ مطابقت نہ ہونا دونوں کی زندگیوں کو مشکل بنادیتا ہے۔اس کا اثر بچوں کی زندگیوں پہ بھی پڑتا ہے۔

ملازمت پیشہ خواتین کو گھر کے کاموں سے کوئی رعایت نہیں ملتی۔گھر کی باقی خواتین کی طرح انہیں بھی اسی طرح کام سونپا جاتا ہے۔لیکن ملازمت کے ساتھ گھر کے سارے معاملات میں شامل ہونا ان کی مصروفیات کو بڑھادیتا ہے۔انہیں آرام کرنے کا وقت نہیں مل پاتا جس سے ان کی صحت خرابی کے مسائل پیش آتے ہیں۔نہ صرف جسمانی طور پہ بلکہ ذہنی طور پہ بیمار رہتی ہیں۔کام کاج کا بوجھ برداشت کر بھی لیا جائے تو مالی ذمہ داریاں انہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیتیں۔خواتین کی ملازمت نے مردوں کو غافل کر دیا ہے شوہر اب خود کمانے کی بجائے بیوی کی کمائی پہ نظر رکھتے ہیں۔انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے خرچے خود اٹھائیں،بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری بھی ان پہ ڈال دی گئ۔نان نفقہ دینے کی بجائے ان سے لے لیتے ہیں۔جیب خرچ نہ ملے تو بیوی کے ساتھ مار پیٹ کا معاملہ کیا جاتا ہے۔بنیادی ذمہ داریوں میں تعاون نہ ملنا ایک طرف اضافی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی خواتین کے کندھوں پہ ڈال دینا سراسر ظلم ہے۔

باب سوم: ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی فرائض سے متعلقہ مسائل

فصل اول: شوہر کے حقوق کی ادائیگی سے متعلقہ مسائل

فصل دوم: سسرال کی خدمت واطاعت سے متعلقہ مسائل

فصل سوم: اولاد کی تربیت وپرورش سے متعلقہ مسائل

فصل اول

شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے متعلقہ مسائل

عائلی نظام زندگی کا انحصار میاں بیوی پر ہے۔اولاد کے وجود اور خاندان کے قیام کی پہلی سیڑھی رشتہ ازدواج ہی ہے۔اس لیے میاں بیوی کا رشتہ مضبوط ہونا ضروری ہے۔رشتہ مضبوط اسی وقت ہوتا ہے جب دونوں افراد اپنے فرائض اور دوسرے کے حقوق ایمانداری سے ادا کریں۔ ملازمت کرنے والی خواتین کا وقت گھر اور باہر کی ذمہ داریوں کی وجہ سے تقسیم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شوہر کو مکمل وقت دینا اور اپنے گھریلو کام کاج وغیرہ کا معمول شوہر کی مرضی سے طے کرنا ایسی خواتین کے لیے خاصا مشکل ہوتا ہے۔خاص طور پر مشترکہ خاندان میں ذمہ داریاں زیادہ ہونے کی وجہ سے ملازمت پیشہ خواتین کو شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس پر بعض مرد تو کسی حد تک سمجھوتا کر لیتے ہیں لیکن مردوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ اپنی برتری کے خیال کے تحت بیوی کا ہر وقت ان کے حکم کی تعمیل کے لیے سرِ تسلیم خم کرنے کی فطری خواہش پر سمجھوتا کرنا گوارا نہیں کرتے۔ملازمت پیشہ خواتین کو شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کو ذیل میں تفصیلاً بیان کیا جا رہا ہے:-

1۔اطاعت و فرمانبرداری:

بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم کیا گیا ہے۔اسلام ایسی عورت کو پسند کرتا ہے جو جو اپنے شوہر کی طابع فرمان بن کر زندگی گزارے اور شوہر کے لیے سکون کا باعث بنے۔

> "اسلام کی نظر میں نیک اور صالحہ بیوی دنیاوی زندگی میں آدمی کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔آدمی دن بھر کی محنت اور مشقت کے بعد جب گھر لوٹتا ہے تو اسے راحت اور سکون کی ضرورت ہوتی ہے جسے وہ اپنی بیوی کے پہلو میں پاتا ہے۔"[1]

مرد حضرات کو بھی فطرتاً ایسی بیوی ہی بھاتی ہے جو ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے لیکن ایک ملازمت پیشہ خاتون کے لیے اپنی اخلاقی ذمہ داریاں نبھانا اور فرمانبردار بیوی بن کر شوہر کا دل

---

[1] لکھوی، صلاح الدین، حیدر، **اسلام کا عائلی قانون**، (لاہور: حارث بک کارنر، 2021ء)، ص:23

جیتنا قدرے مشکل ہو جاتا ہے۔ اکثر ملازمت پیشہ خواتین کے شوہروں کو اس حوالے سے شکایت رہتی ہے۔ لیکن بہت کم مرد ہی بیوی کی مشکلات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

"عورت کے لیے یہ بات ممکن نہیں ہوتی کہ وہ اپنے شوہر کی طرح کام کر کے تھک ہار کر گھر آئے اور پھر یہاں شوہر کے لیے فرحت اور انبساط کا سامان بہم پہنچائے۔"[1]

دوہری ذمہ داری نبھانے کی وجہ سے خواتین کی صلاحیتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ہر وقت شوہر کے حکم پہ سرِ تسلیم خم نہیں کر سکتیں۔ زیادہ تر مرد خواتین کے ایسے رویے پر بہت برا محسوس کرتے ہیں۔ ان سے بحث و تکرار کرتے ہیں اور ان کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔

ا۔ اطاعت میں کمی:

ملازمت اور گھر کے عام کاموں کے ساتھ شوہر کی تمام احکامات کو بجالانا بیوی کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ کوشش کے باوجود مصروفیت زیادہ ہونے کے باعث یا توقت پر کام نہیں ہو پاتا یا احسن طریقے سے سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ جب ایسا اکثر ہونے لگتا ہے تو شوہر کو ناگوار گزرتا ہے وہ بیوی کو کام صحیح طریقے سے نہ کرنے پر ڈانٹ ڈپٹ کر دیتا ہے۔ اگر وہ حکم نہ بجالائے تو اسے شوہر کی اطاعت کے آیات و احادیث سناتا ہے۔ بار بار یاددہانی کرواتا ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت و فرماں برداری نہ کر کے ناقابلِ معافی جرم کر رہی ہے۔

"عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ جو کام فطرت نے عورت کے سپرد کیے ہیں۔ وہ عورت مرد پر نہ ڈال سکی لیکن مردوں نے وہ تمام کام عورتوں پر ڈال دیئے جو کائنات کے نظام نے ان کے سپرد کئے تھے۔"[2]

اخلاقی طور پہ کمزور مرد نہ تو خواتین کی قربانی کی قدر کرتے ہیں نہ ہی اپنی ذمہ داریوں پر غور کرتے ہیں محض اطاعت کروانے کی خواہش رکھتے ہیں جو اگر پوری نہ ہو تو مسائل کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ گھر میں شروع ہو جاتا ہے۔

ب۔ شوہر کا کام میں ہاتھ بٹانے سے احتراز:

خواتین ملازمت کے اوقات میں تو گھر سے باہر رہتی ہیں اور گھر آنے پر تمام کام کرنا، بچوں کی دیکھ بھال اور دیگر کئی معاملات سنبھالنے کے لیے شوہر کی پسند ناپسند کے مطابق وقت اور ترتیب کا اہتمام نہیں کر پاتیں۔ بعض

---

1 رحمانی، خواتین کی ملازمت شریعتِ اسلامی کی روشنی میں، ص:3

2 مدنی، حافظ عائشہ، **بیسویں صدی میں حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو**، ص:375

اوقات کئی کام ادھورے چھوڑنا پڑتے ہیں۔بعض شوہر اپنے کئی چھوٹے موٹے کام خود کر لیتے ہیں لیکن اکثر مرد ایسا نہیں کرتے۔کچھ مرد کام تو کر دیتے ہیں لیکن بیوی پر احسان جتاتے ہوئے یا ایسا رویہ اختیار کر لیتے ہیں جو ہتک آمیز ہوتا ہے اس لیے ان کی بیویاں اپنے سر پہ ہی ان کے کام لے لیتی ہیں لیکن تب بھی کئی شوہر راضی نہیں ہوتے۔

> "صبح دفتر جانے سے قبل،اور شام کو دفتر سے واپسی پر شوہر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ بیوی ان کی تیاری میں اور سامان سنبھالنے میں پوری طرح تعاون کرے۔عورت کی ملازمت کو معیوب نہیں سمجھا جاتا لیکن گھریلو کام کرنے یا عورت کا ہاتھ بٹانے بلکہ اپنے کام خود کرنے پر بھی اس کی عزت پر حرف آتا ہے۔"[1]

عام مردوں کو بھی سنت کے مطابق اپنے کام خود کرنے چاہئیں لیکن جن کی بیویاں قربانی دے رہی ہیں ان کو تو بدرجہ اولی ایسی عادات اپنانی چاہئیں لیکن ہمارے ہاں مرد اس کو اپنی توہین سمجھتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے شوہر کی عزت پہ مغرب کی تقلید میں اپنی بیوی پہ اپنی ذمہ داری ڈالتے ہوئے تو حرف نہیں آتا لیکن اپنا کام کرتے ہوئے ضرور آتا ہے۔

ج۔سسرال والوں کی دخل اندازی:

مرد یا تو بیوی کی قربانیاں بھول جاتے ہیں یا جانتے ہوئے تسلیم نہیں کرتے کہ بیوی کے ملازمت کرنے سے ان کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے۔دراصل مردوں کو بیویوں کا مالی تعاون بھی چاہیے اور دن رات کی جی حضوری بھی۔خواتین ان کی امیدوں پہ پورا نہیں اتر سکتیں تو ان کے ظلم سہتی ہیں۔کہیں شوہر بیوی کی مشکلات کو سمجھ کر اپنی اطاعت کے معاملے میں اس کی کوتاہی اور کمزوری پر اس کے ساتھ رویہ درست رکھے تو اس کی ماں بہنیں کان بھرتی ہیں۔ماں اپنی مثالیں دیتی ہے اور بہو کو نافرمان اور بے ادب ظاہر کرتی ہے جس کا مقصد بیٹے کو بہو کے خلاف کرنا ہوتا ہے۔

د۔دیگر معاملات:

گھریلو کام کاج کے علاوہ شوہر بیوی سے کسی سلسلے مثلاً دوست احباب یا رشتہ داروں کے گھر یا کہیں اور جانے کا مطالبہ کریں اور خواتین وقت کی کمی،ذمہ داریوں کے بوجھ یا تھکاوٹ کی وجہ سے نہ جا پائیں تو یہ بھی ان کے آپس کے تعلقات کی خرابی کا باعث بن سکتا ہے۔ایسی بیوی جو ہمہ وقت ہر حکم کے لیے سرِ تسلیم خم کیے ہوئے نہیں ہوتی بلکہ شوہر کے حکم کی تعمیل کے لیے اسے اپنے معمول کے مطابق سوچ بچار کے بعد پروگرام ترتیب دینا ہوتے ہیں وہ فرمانبرداری کے پیمانے پر پورا نہیں اترتی۔نتیجے میں اسے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

---

[1] فاخرہ تحریم، **عورت کا المیہ**، (لاہور: ادارہ تخلیقات، 1999ء) ص:113

ر۔ازدواجی حقوق کی ادئیگی میں کوتاہی:

ملازمت پیشہ بیوی کو دن کے وقت خود سپردگی کے حوالے سے بھی مشکل پیش آتی ہے۔ملازمت کے وقت گھر میں موجود نہ ہونے کے باعث وہ میسر نہیں آسکتی۔دن بھر گھر کی مصروفیات اور ملازمت کی تھکاوٹ کے بعد رات کو اسے آرام کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔مصروفیات اور ذمہ داریاں اگر حد سے بڑھ جائیں تو خواتین کے لیے شوہر کی خواہش بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔نہ صرف یہ کہ ایسی خواتین میں یہ خواہش دم توڑتی رہتی ہے بسا اوقات شوہر کی خواہش کی تکمیل کے لیے بھی جی نہیں چاہتا بلکہ اس سے بچنے کے لیے کئی حیلے بہانے کرتی ہیں۔ڈاکٹر محمد زبیر لکھتے ہیں:۔

"بچوں کو پالنے کے ساتھ گھر بار کو سنبھالنا،خاوند کے خاندان کو سنبھالنا اور ملازمت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ستر فیصد خواتین کو شوہر سے ہم بستری میں ذرہ برابر دل چسپی محسوس نہیں ہوتی۔لہذا ان کی اکثریت کے لیے یہ ایک ذہنی عذاب ہی ہے۔کئی شادی شدہ شوہر لیپ ٹاپ ،کمپیوٹر وغیرہ پر فحش ویب سائٹس وزٹ کرتے ہیں۔"[1]

بیوی کا شوہر سے گریز کرنا شوہر کو اس سے متنفر کر سکتا ہے۔جب بار بار شوہر کی ضرورت اور خواہش پوری نہیں ہو گی تو شوہر اور بیوی کے درمیان دوریاں پیدا ہوں گی جس سے کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں مثلاً افزائشِ نسل میں کمی،دوسری شادی وغیرہ۔اس وجہ سے فریقین اور ان کے متعلقین اضطراب اور پریشانی کا شکار ہوتے ہیں۔یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شوہر اپنی تسکین کی خاطر گناہ میں مبتلاء ہو جائے۔

"کام کی کثرت کی وجہ سے جسم ٹوٹ رہا ہے لہذا شوہر کی ذرا ذرا سی بات پر پارہ چڑھ جاتا ہے۔ممکن ہے کہ میاں بیوی کچھ دنوں سے ایک دوسرے کی ازدواجی ضرورت پوری نہ کر رہے ہوں۔اکثر اس وجہ سے ایسا ردِ عمل سامنے آجاتا ہے۔"[2]

ایک ماہرِ نفسیات نے بتایا کہ ان کے علم میں ایسے کیس بھی آئے ہیں کہ جن بیویوں کی مصروفیات زیادہ ہو جاتی ہیں ان میں شوہر کے ساتھ مخصوص تعلق قائم کرنے کی خواہش کم ہو جاتی ہے۔مصروفیات جتنی بڑھتی جاتی ہیں جنسی خواہشات اتنی ہی کم ہوتی جاتی ہیں۔رفتہ رفتہ وہ انکار کرنے لگتی ہیں۔ان کے انکار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کئی شوہر بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔کچھ مردمشت زنی سے تسکین حاصل کرتے ہیں اور کچھ اپنی ضرورت پوری

---

1 ڈاکٹر حافظ محمد زبیر،**ازدواجی زندگی مسائل اور حل**،ص:34

2 ایضاً،ص:25

کرنے کی خاطر فحش فلمیں دیکھنے لگتے ہیں اور بعض اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے غیر محرم عورتوں سے تعلقات قائم کر لیتے ہیں۔

س۔ بلا اجازت ملازمت اختیار کرنا:

کچھ خواتین بغیر اجازت کے ملازمت کے لیے درخواست دے دیتی ہیں۔ شوہر اور گھر والوں کو اس وقت علم ہوتا ہے جب ملازمت کے لیے بلاوہ آجاتا ہے۔ بغیر اجازت کے ملازمت اختیار کرنے پر بعض مرد بیوی کی ملازمت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ گھر کے افراد اعتراض کریں اور بیوی کو ملازمت سے روکنے کا کہیں تو ان کو بھی بیوی کی ملازمت کرنے پر راضی کر لیتے ہیں یا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ بیوی کو موقع دے کر خود ہی اسے اپنی اطاعت سے آزاد کر دیتے ہیں۔ خواتین کو اپنی جائز ناجائز باتیں منوانے کا راستہ مل جاتا ہے۔ اور اس کا خمیازہ بعد میں شوہر کو بھگتنا پڑتا ہے۔ عامرہ احسان لکھتی ہیں:-

> "آج نام نہاد مساواتی دور میں تعلیم یافتہ بیوی اکثر صورتوں میں شوہر کے لیے احترام، محبت اور اطاعت کا تصور نہیں رکھتی۔ اطاعت کا لفظ ہی اس کی سماعت پہ ہتھوڑے برساتا ہے۔ جدید تہذیبی لہر میں شوہر اب دوست بن چکا ہے۔ اور یہ بڑی خطرناک دوستی ہے جو حدِ ادب بھی بھلا دیتی ہے۔ "[1]

شوہر نے سمجھوتا کر کے بیوی کو خود ہی اپنی بغاوت پہ مائل کیا اب وہ لاکھ کوشش کرے بیوی پہ رعب نہیں جما سکتا۔

ل۔ شوہر کا رویہ:

اگر شوہر شروع میں اپنا رویہ فیصلہ کن رکھے تو بیوی یہ قدم نہ اٹھائے۔ اس نے اپنی نافرمانی پر سرزنش کی بجائے بیوی کی حوصلہ افزائی کر کے خود ہی اسے خودسری پر آمادہ کیا۔ شوہر کے اس ردِ عمل نے بیوی کی ذہنیت خراب کر دی۔ اب اسے یہ یقین ہو چلا کہ اپنی مرضی سے فیصلے کر کے بعد میں شوہر کو راضی کر لے گی اور شوہر گھر والوں کے سامنے اس کے آگے ڈھال بن جائے گا۔ مردوں کے ایسے رویوں اور اس کی بنیاد پر خواتین کی اپنی بات پہ راضی کر لینے کی سوچ نے انہیں اطاعت و فرماں برداری سے دور کر دیا۔ جب ملازمت وہ اپنی مرضی سے کر رہی ہیں تو کہیں آنے جانے میں بھی شوہر کی اجازت لینا ان کے لیے اہم نہیں رہتا۔ غرض یہ کہ ہر معاملے میں وہ اپنی ہی مرضی کرنے لگتی ہیں۔ شوہر آخر کتنا برداشت کر سکتے ہیں۔ اب جب وہ بولنے لگتے ہیں تو بیوی پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ میاں بیوی میں آئے دن اختلافات اور لڑائی جھگڑے ہونے لگتے ہیں۔ جن کی انتہا طلاق یا دوسری شادی ہو سکتی ہے۔ بیوی

---

[1] عامرہ احسان، اکیسویں صدی اور مسلمان عورت، ص:44-45

کو آزادی چاہیے تھی اور شوہر کو اس کی قدر کرنے والی فرماں بردار بیوی اب دونوں کی ضرورت پوری ہوئی لیکن کبھی ختم نہ ہونے والے بے شمار نئے مسائل پیدا ہو گئے۔

"انسانی معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہے کہ وہ مرد و عورت کے درمیان جھگڑے کھڑے کرے اور دونوں کو ایک دوسرے سے دور کرے۔ موجودہ زمانہ میں عورتوں کی مصنوعی آزادی اور غیر فطری مساوات کا ذہن اتنے بڑے پیمانے پر بنایا گیا ہے کہ قوموں کی قومیں اس سے متاثر ہو کر رہ گئی ہیں۔"[1]

خواتین کو وہم ہو گیا کہ وہ مردوں جتنا مقام ہی رکھتی ہیں یا خود مختار ہونے سے شوہر کی ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رہی یا کم از کم وہ برابری کے دعوے سے تو قطعاً پیچھے نہیں ہٹنا چاہتیں۔ اسی وجہ سے ازدواجی تعلقات میں وہ چاشنی نہیں رہی جو اس گھر میں ہوتی ہے جہاں مرد کو حاکم سمجھا جائے۔

م۔ شوہر کے ناجائز مطالبات:

کئی مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی ان کی بہن بھائیوں اور ماں باپ کا ہر طرح سے خیال رکھے، کام کاج بھی خود کرے، ان کو آرام و سکون کا موقع بھی دے اور ان کی ضروریات بھی پوری کرے۔

"بعض آدمی اس کو بڑی سعادت سمجھتے ہیں کہ بیوی کو ماں کا محکوم و مغلوب بنا کر رکھیں۔ لیکن بیوی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے۔ نندوں یا دیوروں کی خدمت بھی اس کا فرض نہیں۔ یہ تصور کہ عورت اپنے سسرالی گھرانے کے ہر فرد کی خدمت واطاعت کی مکلف ہے، قرآن وسنت کی رو سے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ "[2]

ملازمت پیشہ بیوی اس حوالے سے شوہر کی بات من وعن نہیں مان سکتی اور نہ ہی اس پر عمل کر سکتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو اس کی بہت زیادہ مصروفیت ہے کہ ملازمت، شوہر، بچوں اور گھر کے کام کاج کے بعد اس کے پاس ساس اور نندوں کی اضافی خدمت کا وقت اور اپنے بہت سے اخراجات کے ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ وہ ایک باشعور بیوی ہے جائز حد تک تو شوہر کی بات پر عمل کرے گی لیکن ضرورت سے زیادہ شوہر کی ماں بہنوں کی جی حضوری کرنے پر کبھی راضی نہیں ہو گی۔ شوہر اس کو اس کی نافرمانی گردانتے ہیں۔ میاں بیوی میں اکثر اس وجہ سے بھی لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں۔

---

1 مجذوبی، **عورت اسلام اور جدید سائنس**، ص: 101

2 شاہدہ پروین، ڈاکٹر، بیوی کی معاشی کفالت اور اس کی جہات، **القلم** (جون 2012ء)، ص: 221

2۔خدمت گزاری:

ا۔پاکستانی مردوں کو خدمت کروانے کی عادت:

مشرقی خاندانوں میں شادی شدہ خواتین سے شوہروں کی خدمت کی بہت زیادہ توقع کی جاتی ہے۔بیوی شکل صورت یا تعلیم و دولت کے لحاظ سے چاہے آگے ہو لیکن اس کو شوہر کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس کا خدمت گزار ہونا ہی پڑتا ہے لیکن ملازمت پیشہ خواتین اس فریضے کی ادائیگی میں مشکلات سے دوچار ہو جاتی ہیں۔شوہر کی ضرورت کے ہر وقت وہ حاضر نہیں ہو سکتیں۔گھر میں وہ ایک کے بعد دوسرے کام میں مصروف ہو جاتی ہیں۔بیوی کی مصروفیت کی وجہ سے مرد اگر اپنے کپڑے ہی خود استری کر لے تو بیوی کو کبھی شوہر کی طرف سے اور کبھی ساس کی طرف سے باتیں سنائی جاتی ہیں۔گھر والے اس کی پریشانی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے وہ کمزور ہے۔

> "ملازمت کے بعد گھر اور بچے کے تعلق سے اتنے کام عورت کے منتظر رہتے ہیں کہ باقی رہی سہی کسر ان میں پوری ہو جاتی ہے۔پھر اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے اور مناسب طریقہ سے اس کے واجبات پورے کرنے کے لیے کہاں سے طاقت اور قوت لائے گی۔"[1]

اکثر پاکستانی مردوں کی تربیت اس انداز سے کی جاتی ہے کہ انہیں اپنی ضرورت کی ہر چیز تیار ملنی چاہیے انہیں خود اپنی ضروت کی اشیاء کے لیے مشقت کرنے کی عادت ہی نہیں ڈالی جاتی۔ایسی سوچ رکھنے والے مردوں کی بیویاں اگر ان کی ضرورت کی ہر چیز وقت پر تیار نہ کر سکیں تو وہ گھر میں ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں۔عجلت میں کام کرنے کی وجہ سے اگر کام میں کوئی کمی رہ جائے تو ایک نئی مصیبت بن جاتی ہے۔مشترکہ خاندان میں گھریلو خواتین اپنے شوہروں کی خدمت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ملازمت پیشہ خواتین سے اگر خدمت گزاری میں کوتاہی ہو جائے تو ان کے شوہر موازنہ کرنے لگتے ہیں اور اپنی بیوی کی مشکلات کو سمجھ کر اس کے ساتھ تعاون کرنے کی کوشش کی بجائے سختی سے پیش آتے ہیں۔

> "کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قوامیت مردوں کو عورتوں پر مسلط کر دینے کا نام ہے۔وہ اپنی مرضی ان پر بغیر مشورہ اور خواہش کے تھوپنے لگتے ہیں۔بسا اوقات اس کا الٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کا ذہن شوہر کے تئیں

---

1 رحمانی، سنبھلی، **خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات**، ص:249

تمر دانہ ہونے لگتاہے اور جب اس کے پاس کمائی کا ذریعہ ہو تو غلط رجحان اختیار کرنے لگتی ہے اور شوہر کی خدمت واطاعت کو حماقت کا درجہ دینے لگتی ہے۔"[1]

جو مرد اپنی خواتین کے ساتھ تعاون نہیں کرتے وہی خود کو خدمت کروانے کے زیادہ اہل سمجھتے ہیں۔ مدد بھی نہیں دیتے اور کام بھی بہترین چاہتے ہیں۔ انہیں کھانا بھی بہترین چاہیے، لباس بھی عمدہ دھلا اور استری شدہ ہو، جوتے بھی پالش کیے گئے ہوں، ان کی ماں بہنوں کا خیال بھی بیوی رکھے، بچوں کے حوالے سے کوتاہی بھی قابلِ برداشت نہیں اور اس سب کے ساتھ شوہر کی خدمت کے لیے ہر لمحہ موجود بھی رہیں۔

"کچھ مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی کو اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگائے رکھیں۔ یہ سراسر ناانصافی ہے۔ ایسے مرد بیوی کی مشکلات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ان پہ نہ صرف شوہر بلکہ اس کے پورے خاندان کی اطاعت لازم کر دی جاتی ہے۔"[2]

ناجائز مطالبات کے خلاف جب وہ بولتی ہے تو شوہر اور سسرال والے اس کے خلاف ہو جاتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ عورت کے لیے یہ سب انتہائی مشکل ہے۔

ب۔ شوہر کی آواز پہ لبیک کہنا:

عام طور پر شوہر کی ایک آواز پہ کام کاج اور نیند و آرام چھوڑ کر بیوی کا حاضرِ خدمت ہونا لازمی سمجھا جاتا ہے لیکن کام کاج میں مصروف ہونے سے شوہر کی خدمت میں کمی رہ جاتی ہے اگر خدمت میں مصروف رہیں گی تو کام رہ جائے گا۔ جس عورت کا شوہر اس کے ساتھ سختی والا برتاؤ کرے اس کے ساتھ گھر کے باقی افراد کا رویہ بھی غیر منصفانہ ہو جاتا ہے۔ مردوں نے اپنی خواتین کو مشکلات میں ڈال کر اپنے ہی گھر کا سکون تباہ کر رکھا ہے۔ اگر مرد خواتین کی محنت کی قدر کرتے تو بیوی کی مشکلات میں کمی آجاتی اور شوہر کے ساتھ ہونے کے احساس سے ذہنی طور پر مطمئن ہو کر بہتر کارکردگی دکھا سکتیں کیوں کہ مسلسل مصروف رہنے سے وہ اپنے معمول سے اکتا جاتی ہیں۔ ان کو ذہنی سکون کے لیے پیار محبت کے الفاظ اور حوصلہ بخش جملوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ تھکاوٹ اور صحت خرابی کا شکار ہوتی ہیں۔ لگاتار مشقت سے جسمانی مسائل اور ذہنی طور پہ الجھی ہوئی بیویاں سوچتی ہیں کہ وہ کیسے شوہر کی خدمت کریں اور اسے خوش کریں؟

---

1 رحمانی، سنبھلی، اعظمی، **خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق**، ص:220

2عبید الرحمن، **مشترکہ خاندانی نظام اور اس سے متعلقہ شرعی احکام و مسائل**، ص:64

ج۔شوہر کی بیماری میں بیوی کی مشکلات:

شوہر کی بیماری کی صورت میں بیوی کے لیے مشکلات مزید بڑھ جاتی ہیں۔بیماری کے دوران انسان کی طبیعت حساس ہو جاتی ہے وہ زیادہ پیار اور توجہ چاہتا ہے۔ لیکن ملازمت پیشہ بیوی مجبور ہو جاتی ہے بیمار شوہر کو گھر چھوڑ کر ڈیوٹی کے لیے چلے جانے سے خود بیوی کا ضمیر بھی اطمینان میں نہیں رہتا جبکہ شوہر الگ کم مائیگی کے احساس سے دوچار ہو تا ہے۔اگر گھر میں کوئی اور نہ ہو تو بیماری کی حالت میں پورا دن گھر میں اکیلے رہنا دشوار ہو تا ہے۔بیوی بھی پریشانی میں ملازمت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتی۔گھر واپسی پر بھی شوہر کو صحیح وقت نہیں دے پاتی کیونکہ اسے گھر کے کام ہر حالت میں خود ہی کرنے ہیں۔

> "شوہر کو کم وقت دینے کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ازدواجی تعلقات کا رنگ اور مزہ پھیکا پڑنے لگتا ہے اور دونوں کے تعلقات میں کشیدگی آجاتی ہے۔ان کے درمیان کھائی مزید بڑھ جاتی ہے اور اعصاب پر دباؤ پڑتا ہے۔" [1]

مشترکہ نظام میں بیوی کے ملازمت پہ جانے سے گھر میں مرد اکیلے پن کا شکار تو نہیں ہوتا لیکن ماں بیٹے کے سامنے بیوی کے شوہر کو بیماری کی حالت میں چھوڑ کر چلے جانے کے حوالے سے باتیں ضرور کرتی ہے۔عام طور پر ساسیں یہی کرتی ہیں۔ساس کا یہ عمل میاں بیوی کے درمیان کشیدگی پیدا کرتا ہے۔گھر پہنچ کر بھی بیوی سب کی موجودگی اور کام کی وجہ سے اپنی مرضی سے شوہر کا خیال نہیں رکھ پاتی۔

د۔ملازمت کے اوقات کا کردار:

خواتین کی ملازمت کے اوقات بھی شوہر کی خدمت میں رکاوٹ بنتے ہیں۔شام کو دیر سے یا رات کو گھر آنے والی خواتین کے پاس وقت کم ہوتا ہے گھر کے کام دیکھنا، بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد وہ اتنی ہمت نہیں رکھتیں کہ شوہر کی خدمت کا حق ادا کر سکیں۔ تمام کام کرنے کے بعد انہیں آرام کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔یہ خواتین شوہر کی خدمت کا حق ادا کرنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتیں۔خدمت گزار بیویاں رات کو شوہر کو غذائیت سے بھرپور اشیاء کھانے پینے کو دیتی ہیں، سر دباتی ہیں، صبح کے لیے ان کے کپڑے تیار کرتی ہیں، ان کی پریشانیوں کے بارے میں پوچھتی ہیں، مسائل کو حل کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ملازمت اور گھر کے کاموں سے تھکی ہاری خواتین ان تمام باتوں کا خیال نہیں رکھ پاتیں۔ پچھلے دن کی مصروفیت اور اگلے دن کی فکر انہیں آرام

---

[1] رحمانی، سنبھلی، خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات، ص:249

چاہنے پہ مجبور کرتی ہے۔ تھکاوٹ سے چور جسم اور نیند بھری آنکھیں شوہر کی خدمت میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ اگر یہ معاملہ طول پکڑ لے تو رشتے کو بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بینک میں ملازمت پیشہ ایک خاتون کے بارے میں یہ معلومات ملیں کہ ملازمت کی وجہ سے وہ اپنے شوہر کو خوش نہ رکھ پائی اور اسی بنیاد پر ان کے درمیان علیحدگی ہو گئی۔

ر۔ خواتین کا غلط رویہ:

ملازمت کرنے والی کچھ خواتین خود مختاری کے زعم میں مبتلا ہو جاتی ہیں جس سے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ ایسی خواتین خود کو خود مختار سمجھ کر بلاوجہ شوہر کی خدمت سے گریز کرتی ہیں بلکہ ہر طرح کے فیصلے بھی خود ہی کرنے لگتی ہیں۔ خود محنت کر کے کمانے کا خیال انہیں شوہر کی خدمت، اوراہمیت سے دور اور اپنے فرائض کی ادائیگی سے کوتاہی کی راہ پر لے جاتا ہے۔ حالانکہ بیوی کو ہر معاملے میں شوہر سے مشورہ کرنا چاہیے اور اس کی بات کو اہمیت دینی چاہیے۔

> "جو عورتیں گھر کا پورا نظام اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس سے گھر کے اندر مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی تو وہ خاوند کو بات کرنے کا موقع بھی نہیں دیتیں۔ اگر کسی اہم معاملے میں لوگوں کے درمیان وہ بات کر رہا ہو تو اسے ناپسندیدگی سے دیکھتی ہیں۔"[1]

مغرب کی عورت اور خواتین کے حقوق کی علم بردار تنظیموں سے متاثر عورت کی ذہنی حالتِ زار کو بیان کرتے ہوئے عائشہ مدنی لکھتی ہیں:-

> "تحریکِ نسواں سے وابستہ خواتین کا یہ کہنا تھا کہ جب عورتیں مردوں کے برابر معاشی سرگرمی میں حصہ لیں اور اولادوں کو بھی جنم دیں۔ تو عورتیں افضل ہیں نہ کہ مرد۔ اولاد کی دیکھ بھال اور خدمت بھی عورت مرد سے زیادہ کرتی ہے تو ایسے میں فضیلت کے دعوے اور فعال عورتوں پر حکومت کی خواہش محض انفعالی رویوں کا اظہار ہے اور بے بنیاد ہے۔"[2]

یہ حقیقت ہے کہ حقوقِ نسواں کے نام نہاد محافظوں نے عورت کی اس طرح سے منفی ذہن سازی کی کہ عورت کو اس کا حقیقی مقام بھلا دیا ہے۔ باہر کی دنیا میں مگن، ورکنگ ویمن (Working women) اور انڈیپنڈنٹ (Independent) کے طور پہ اپنا تعارف کروا کے اپنی انا کو تسکین پہنچانے والی ماڈرن (Modern) بیویوں کو شوہر کی خدمت اور دلجوئی کرنا اب پُرانے دور کی باتیں لگتی ہیں۔ آج کی خود مختار بیوی کو شوہر کی خدمت گزاری کے لیے نہ

---

1 ذوالفقار احمد، **مثالی عورت**، ص:107

2 حافظہ عائشہ مدنی، **بیسویں صدی میں حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو**، ص:593

توفرصت ملتی ہے نہ ہی وہ اس کی کوشش کرتی ہے۔حقوق نسواں کے نام پر خواتین کو ورغلانے اور مذہب بے زار کرنے کی سازشوں نے انہیں اپنے 'اضافی' اور 'غیر تسلیم شدہ 'حقوق کا سبق اس طرح سے یاد کروادیا کہ وہ اپنے اصل فرائض تک کو ہی بھول بیٹھیں۔اس کا نتیجہ یہ سامنے آرہاہے کہ خواتین میں شوہر سے پیار محبت کا جذبہ کمزور ہونے کی وجہ سے باہمی انسیت بھی معدوم ہوتی جارہی ہے۔

س۔شوہر کی معاشی سرگرمیوں سے چشم پوشی:

جن خواتین کے شوہر بلاوجہ کوئی کام نہیں کرتے ان کو شوہر کی آرام پرستی نہیں بھاتی جس کی وجہ سے وہ خود ہی ان کی خدمت کرنے سے گریز کرتی ہیں۔شوہر جو پہلے ہی گھر میں دن بھر آرام کرتے ہوئے گزارتا ہے اس کی خدمت کیوں کرے۔ان کے خیال میں وہ خیال رکھے جانے کی زیادہ مستحق ہیں کہ گھر کو چلانے کے لیے محنت مشقت کی خاطر اپنے آرام وسکون کو وہ قربان کررہی ہیں پھر شوہر جو اپنی ذمہ داریوں سے ہی غافل ہے وہ خدمت کا حق دار کیسے ہوسکتا ہے؟اس لیے وہ اس کی خدمت کو ضروری نہیں سمجھتیں۔مردوں کا حال یہ ہے کہ اپنی ذمہ داریوں سے جی چرا کے بھی وہ سمجھتے ہیں کہ بیوی ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھارکھے۔بیوی کا احتجاج انہیں پسند نہیں آتا،وہ اس کو پریشان کرتے ہیں اس کی مشکلات کو بڑھادیتے ہیں۔مشکلات پر قابو پانے کے لیے بعض خواتین خدمت کرنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن ایسی ذہنیت کے مردوں کو راضی کرنا نہایت مشکل کام ہے۔جہاں انہیں کمی نظر آتی ہے وہیں ہنگامہ برپا کردیتے ہیں۔

3۔تعظیم وتکریم:

ا۔شوہر کو الوداع کرنا:

ملازمت کرنے والی خواتین مصروفیت کی وجہ سے شوہر کو گھر سے جاتے ہوئے اچھی طرح الوداع نہیں کرپاتیں۔بعض خواتین کو ملازمت کے لیے شوہر سے پہلے گھر سے نکلنا پڑتا ہے،بعض شوہر کے ساتھ ہی ملازمت کے لیے آتی جاتی ہیں۔انہیں صبح گھر سے شوہر کو رخصت کرنے کا موقع نہیں ملتا۔شوہر سے پہلے گھر سے جانے والی خواتین کے شوہر کو ناشتہ بھی خود ہی گرم کرنا پڑتا ہے کیوں کہ آج کل دیر سے ناشتہ کرنے رواج عام ہوچکا ہے اس طرح صبح اٹھتے ہی بیوی کا نہ ہونا اور پہلے سے بنا ہوا ناشتہ لے کے کھانا(اگرچہ اس میں کوئی قباحت نہیں)شوہر میں بے زاری کا تاثر پیدا کرتا ہے۔جو خواتین شوہر کے جانے کے بعد گھر سے ملازمت کے لیے نکلتی ہیں وہ بھی وقت کم ہونے کی وجہ سے یا تو بچوں کے ذریعے یا کبھی خود ہی افراتفری میں شوہر کو ناشتہ دیتی ہیں کیونکہ انہیں ملازمت

کے لیے تیاری کرنا ہوتی ہے،اس دوران بچوں کو ناشتہ کروانا، سکول کے لیے تیار کروانا اور گھر کی صفائی ستھرائی کی مصروفیت بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ خواتین شوہر کو الودع نہیں کر پاتیں۔

ب۔ شوہر کی واپسی پر اس کا استقبال:

مرد اپنے کاروبار، ملازمت، مزدوری یا دیگر کسی بھی بیرونی ذمہ داری کی ادائیگی کے بعد جب گھر واپس لوٹتا ہے تو گھر میں داخل ہوتے ہی بیوی کی طرف سے اچھا استقبال کیے جانے پر اپنی تھکاوٹ اور پریشانی بھول کر تازہ دم ہو جاتا ہے۔

> "مرد اپنے روزمرہ کام، محنت مزدوری کرکے، تھکاماندہ گھر آتا ہے کہ اپنے خاص گھر میں دل وجان کو سکون وآرام دے سکے اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مل بیٹھے۔جب خاوند گھر آتا ہے تو نیک بیوی خوشی خوشی محبت بھری آنکھوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے۔"[1]

ایسا کرنے والی بیوی کے لیے شوہر کے دل میں الفت و محبت تو زیادہ ہوتی ہی ہے اس کے علاوہ گھر کا ماحول بھی خوشگوار ہو جاتا ہے۔ لیکن ملازمت پیشہ بیویوں کے شوہر اکثر اس خوبصورت منظر سے لطف اندوز نہیں ہو پاتے۔ جس کی شکایت انہیں رہتی ہے۔

ج۔ شوہر کی واپسی کے وقت بیوی کی عدم موجودگی:

بیوی کی ملازمت کے اوقات اگر ایسے ہیں کہ وہ دیر سے گھر کو لوٹتی ہے تو شوہر کے آنے پر وہ موجود ہی نہیں ہو سکتی۔ شوہر کی گھر آمد پر بیوی کا موجود نہ ہونا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ گھر آتے ہی ہنستی مسکراتی بیوی کا خوشی سے استقبال کرنا مرد کی ذہنی الجھنوں کو رفع کر دیتا ہے۔ دوسری طرف ایسی صورت حال کہ شوہر دن بھر محنت کے بعد تھکاہارا گھر آئے اور آگے استقبال کرنے کے لیے بیوی نہ ہو جو اس کے ہاتھ سے سامان لے کر فوراً پانی لے کر حاضر ہو جائے، اسے کپڑے اور جوتے دے۔ شوہر کو آتے ہی اپنے تمام کام خود کرنے پڑیں تو طبیعت میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر مرد گھر آتے ہوئے یہی خواہش رکھتا ہے کہ بن سنور کے اچھے انداز میں بیوی اس کا استقبال کرے۔ لیکن جب شوہر گھر آئے اور بیوی موجود نہ ہو تو اسے مایوسی ہوتی ہے۔

---

[1] حاصلپوری، محمد عظیم، **خواتین کا انسائیکلوپیڈیا**، (لاہور، نعمانی کتب خانہ، 2007ء)، ص:262

"بعض خواتین خاوند کے گھر آنے کے وقت موجود ہی نہیں ہوتیں۔ حالانکہ وہ اپنے دل میں یہ امنگ لے کر آیا تھا کہ وہ اس کی طبیعت کے لیے باعثِ سکون بنے گی۔ خاوند کے گھر آنے کے وقت بیوی کا غیر موجود ہونا خاوند کے دل میں برا اثر چھوڑتا ہے۔"[1]

مرد لڑائی جھگڑا یا بحث مباحثہ کرے یا نہیں لیکن روزانہ اس طرح کا استقابل انہیں بے زار ضرور کر دیتا۔

د۔ بیوی کی عدم توجہی:

اگر بیوی شوہر سے پہلے گھر پہنچ جائے تو گھر کی اندرونی ذمہ داریاں اُس کے انتظار میں ہوتی ہیں۔ گھریلو کاج کرتے ہوئے شوہر کے آنے پر اس کا استقبال کرنے اور اس کے دن بھر کے معاملات کے حوالے سے بات کرنے میں خواتین کو دشواری پیش آتی ہے کیونکہ انہیں اپنے کام کاج نبٹانے ہوتے ہیں۔ بیوی کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ چند لمحے شوہر کے پاس بیٹھ کر اس کا حال احوال پوچھے۔ کھانا پکانا کر رہی ہوں یا کوئی اور کام شوہر کے آنے پر وہ کام میں مصروف رہتی ہیں۔ خواتین کا انسائیکلوپیڈیا میں اس خواتین کے اس طرزِ عمل اور شوہر کے ردِ عمل کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

" کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیوی خاوند کی آمد کے وقت موجود تو ہوتی ہے لیکن اچھی طرح استقبال نہیں کرتی۔ اس کے آنے کا خاص اہتمام کرنے کی بجائے اپنے ہی کسی کام میں مصروف رہتی ہے۔ ایسا استقبال خاوند کو یہ تمنا کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ جس جگہ سے آیا ہے اسی جگہ واپس چلا جائے۔"[2]

گھر آنے پر بیوی کی عدم توجہی کا مظاہرہ کرنا شوہر کو دکھی کرتا ہے یوں میاں بیوی کے رشتے میں ایک خلا آجاتا ہے۔

ر۔ شوہر کا انتظار کرنا اور اس کے ساتھ وقت گزارنا:

اس طرح گھر میں ایک مشینی سا نظام جنم لے لیتا ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین کے لیے یہ بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے کہ دیر سے آنے والے شوہر کا انتظار کرتی رہیں کیونکہ صبح ملازمت کے لیے جانا اور اس سے پہلے گھر کے کام کاج کا اہتمام بھی کرنا ہوتا ہے۔ رات دیر تک جاگ کر شوہر کا انتظار کرنا ان کے لیے خاصی مشکل پیدا کرتا ہے۔ کئی مرد چاہتے ہیں کہ رات کو جب ہر کام سے آزاد ہو کر بستر پہ جائیں تو ایک دوسرے سے باتیں

---

[1] ایضاً، ص:263

[2] حاصلپوری، **خواتین کا انسائیکلوپیڈیا**، ص:263

کریں، ہر فکر کو ذہن سے نکال کر ایک دوسرے کے ساتھ اچھا وقت گزاریں لیکن ملازمت پیشہ بیوی کو اپنے کاموں سے رات گئے ہی فرصت ملتی ہے اس لیے وہ اس حوالے سے شوہر کی خواہش پوری کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ شوہر ان سے اپنے مسائل اور پریشانیاں بھی بیوی سے بانٹ نہیں پاتے کہ تھکی ہاری ہونے کی وجہ سے آرام کرنا چاہتی ہیں۔ شوہر کوئی بات کرتے ہیں اور بدلے میں توجہ سے بات نہ سنی جائے تو ان کی انا مجروح ہوتی ہے۔بیوی کا اس طرح کا رویہ اگر روز کا معمول بن جائے تو شوہر برداشت نہیں کرتے اور ان کے مابین لڑائی جھگڑے بھی معمول بن جاتے ہیں۔

4۔بناؤ سنگھار:

ملازمت پیشہ بیویاں عام طور پر شوہروں کی خوشی کی خاطر بناؤ سنگھار نہیں کر پاتیں۔اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں :

ا۔کام کاج میں مصروف ہونا:

شوہر کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیوی اس کی خاطر بناؤ سنگھار کرے۔ لیکن وہ بیوی جو گھر کے ساتھ باہر کی ذمہ داریاں بھی نبھاتی ہے۔ مسلسل مصروف رہتی ہے۔ کبھی اسے اگلے دن کے کام کاج کے لیے بھی پہلے سے انتظام کرنا ہوتا ہے اس کے لیے بناؤ سنگھار کا حق ادا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ دیر رات تک کام میں لگے رہنے کی وجہ سے اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ شوہر کی خاطر بناؤ سنگھار کرے۔

> "اگر اتنی آرائش جسے مذہب نے روا رکھا ہے، اختیار نہ کی جائے تو شوہر بے زار ہو جاتے ہیں۔شوہر کی ہستی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے زینت و آرائش کی اتنی کوشش ضروری ہے جس سے وہ خوش ہو سکے۔بیوی کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ اس کے جذبات کو فرو کر سکے تا کہ اس کی نگاہ بیوی کی حد تک محدود رہے۔[1]"

پورا دن مصروف رہنے کے بعد اگلی صبح ملازمت کے لیے جانے کا خیال اسے بننے سنورنے کی بجائے اسی حالت میں رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔اس طرح میاں بیوی کے دن کا اختتام بے زاری سے ہوتا ہے۔ بعض مرد اس بات کو بھی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔جن جوڑوں میں اس لحاظ سے اختلافات ہوتے ہیں ان میں آپس کا انس و محبت رخصت ہوتا رہتا ہے۔شوہر اپنی پسند کے مطابق بیوی کو سجے سنورے حلیے میں نہ دیکھتا ہے تو اعتراض کرتا ہے۔ کبھی چھوٹے چھوٹے لڑائی جھگڑے سنگین صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

---

[1] مجذوبی، **عورت اسلام اور جدید سائنس**، ص497

ب۔ ملازمت کے لیے تیاری کا اہتمام:

بعض مرد حضرات اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ ان کی بیویاں ملازمت کے لیے جاتے ہوئے توخوب تیاری کرتی ہیں۔ نئے نئے کپڑے، جوتے اور بیگ وغیرہ استعمال کرتی ہیں۔ مختلف کریموں اور دیگر میک اپ کی اشیاء سے چہرے کو سنوارتی ہیں لیکن گھر میں شوہر کی خاطر اچھی طرح منہ تک دھونا بھی گوارہ نہیں کرتیں۔ حالانکہ ملازمت کے لیے جاتے ہوئے سادگی اختیار کرنی چاہیے۔ لیکن ہمارے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ خواتین کا انسائیکلوپیڈیا میں ہے:-

> "ہماری خواتین جب گھر سے باہر جاتی ہیں توخوب اہتمام سے بن سنور کے نکلتی ہیں۔ لیکن ان خواتین کے پاس شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کا اہتمام کرنے کا وقت نہیں ہوتا۔ شوہر کے لیے سجنے سنورنے کا اہتمام نہیں کرتیں بلکہ ملگجے کپڑوں اور پراگندہ بالوں سے ہی شوہر کا استقبال کرتی ہیں۔ بیوی کا ایسے حلیے میں ہونا شوہر کے ذہن پہ برا تاثر پیدا کرتا ہے۔"[1]

جب شوہر کی خواہش کے باوجو بیویاں ان کے لیے بناؤ سنگھار کا اہتمام نہیں کرتیں تو شوہر کی ناراضگی مول لیتی ہیں۔

> "الجھے بکھرے بالوں اور پیشانی پر سو بل والی بیوی کو دیکھ کر شوہر کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں۔ جب یہ تھکاماندہ گھر لوٹے تو بیوی کو باعث سکون وراحت ہی ہونا چاہیے۔ پارٹیوں میں جانے کے لیے تو سولہ سنگھار اور شوہر کے لیے الجھی بکھری زوجہ محترمہ کوفت اور تھکاوٹ میں اضافے کا ہی سامان لائے گی۔"[2]

کئی خواتین اپنے بارے میں بتاتی ہیں کہ ان کے شوہر چاہتے ہیں کہ ہم ان کے لیے بناؤ سنگھار کریں ملازمت، بچوں اور گھر کی ذمہ داریوں کے ساتھ ہم ان کے لیے سجنے سنورنے کا اہتمام نہیں کرپاتیں۔ جس سے شوہر خفا ہوتے ہیں اور ہمارے درمیان آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ مسلسل مصروفیت اور بنا آرام کے کام کا شرنج میں لگے رہنے سے خواتین کا حسن یوں بھی ماند پڑ جاتا ہے۔ اس پر ان کا عمر رسیدہ خواتین کی طرح تیار نہ ہونا رہی سہی کسر پوری کر دیتا ہے۔ بیوی کو ایسے حلیے میں بار بار دیکھتے رہنے سے شوہر اس سے بدظن ہوتا ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جب بار بار اپنی بیوی کو الجھے بکھرے حلیے میں دیکھنا پڑتا ہے تو کئی مرد باہر کی خواتین میں دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ جس ازدواجی تعلقات کمزور ہوتے ہیں۔

---

[1] حاصلپوری، **خواتین کا انسائیکلوپیڈیا**، ص:270

[2] عامرہ احسان، **اکیسویں صدی اور مسلمان عورت**، ص:41

5۔گھر،مال اور عزت کی حفاظت:

(ا)گھر کی حفاظت:

ملازمت پیشہ خواتین گھریلو خواتین کی طرح شوہر کے گھر کی حفاظت نہیں کر سکتیں۔کئی گھنٹے گھر سے باہر رہنے والی خواتین گھر کی دیکھ بھال کا فریضہ پورا نہیں کر پاتیں۔وہ چاہتے ہوئے بھی گھر کو پوری توجہ نہیں دے سکتیں۔

"Many women want to give up work and spend time for their homes but they have to do the job in any condition.Because of this their homes are being ignored.[1]

" بہت سی خواتین ملازمت چھوڑ کر اپنے گھروں کو وقت دیناچاہتی ہیں لیکن انہیں ہر صورت میں ملازمت کرناہوتی ہے۔اس وجہ سے ان کے گھر نظر انداز ہو جاتے ہیں۔"

ملازمت پیشہ خواتین نے اپنے کام جلدی میں نبٹانے ہوتے ہیں۔اگر صفائی کئے بغیر ملازمت کے لیے چلی جائیں تو گھر گندا رہتاہے۔اگر شوہر گھر میں ہو تو اسے اپنے گھر کی ابتر حالت سے کوفت ہوتی ہے۔مرد چاہے خود صفائی کا خیال نہ رکھیں لیکن انہیں گھر کی ہر چیز میں نفاست ہی پسند آتی ہے۔جگہ جگہ بکھری چیزیں انہیں بری لگتی ہیں۔ایسی حالت میں کوئی مہمان گھر آجائے تو بھی شرمندگی اٹھاناپڑتی ہے۔ملازمت پیشہ خواتین اگر الگ گھر میں رہتی ہوں تو اپنے کچھ کام ادھورے چھوڑ کے چلی جاتی ہیں جو پورادن اسی طرح رہتے ہیں مثلاً جھاڑو لگانا، فرش دھونا، برتن دھونا یا کچن کی صفائی کرنا وغیرہ ۔واپسی پر گھر داخل ہوتے ہی گھر کی حالتِ زار طبیعت پہ برا اثر ڈالتی ہے۔اس کے بعد شام کے کاموں کے ساتھ صبح کے ادھورے کاموں کا اضافہ بھی ہو جاتاہے جس کی وجہ سے کوئی کام سلیقے سے نہیں ہو پاتا۔اور گھر کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

"ہر عورت فطرتاً گھر پرست ہوتی ہے۔صحرانوردی کی بجائے اقامت گزینی کا رجحان رکھتی ہے۔وہ سوائے غیر معمولی حالات کے ہوٹل گزینی اختیار نہیں کرتی۔گھر اور عورت ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔وہ گھر جس میں خاتون خانہ نہیں جسد بے روح، تن مردہ اور راکھ کا ڈھیر ہے۔"[2]

---

1 Maryam Zara-Nezhad,Khadijeh,Ali Moazami-Goodarzi,**Occupational stress and Family difficultiesof Working Women**,Curent Research in Psychology,Vol:1,Iss:2,2010,P:76

2 مجذوبی، محمد طارق محمود، **عورت اسلام اور جدید سائنس**،(لاہور:عبقری پبلیکیشنز،س ن)ص:410

خواتین ملازمت کی وجہ سے گھر سے دور ہو جاتی ہیں اوراس کا احساس انہیں پریشانی میں مبتلا کیے رکھتا ہے۔گھر کی ابتر حالت سے اول تو وہ خود ہی مطمئن نہیں ہوتیں اور جب دوسرے ان کو ملامت کرتے ہیں تو ان کے لیے مشکلات اور بڑھ جاتی ہیں۔ مشترکہ نظام کی صورت میں کام چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا گھر کا کام جو ان کے ذمے ہوتا ہے وہ کسی بھی صورت میں کرکے ہی جانا ہوتا ہے اس لیے وقت کی کمی کی وجہ سے عموماً وہ اپنے کمرے کی صفائی چھوڑ دیتی ہیں۔ کمرے کی حالت ان کی واپسی تک اسی طرح رہتی ہے۔ سسرال والے ان کی مشکل کو سمجھنے کی بجائے اس کے سلیقہ مند نہ ہونا مشہور کر دیتے ہیں۔

گھر کو صاف ستھرا رکھنے کے علاوہ گھر کو جوڑے رکھنا بھی خواتین ہی کے مرہونِ منت ہے۔ جو مرد اپنی معاشی ذمہ داریاں ادا نہیں کرتے وہ اپنی خواتین پہ بوجھ بن جاتے ہیں۔ جب وہ خواتین کی ذمہ داری نہیں اٹھاتے تو خواتین کو شوہر کی محتاجی نہیں رہتی۔ مردوں کی غیر ذمہ داری اور خواتین کی خود انحصاری انہیں شوہر کے گھر میں رہنے کی مجبوری سے آزاد کرتی ہے۔ اکثر گھرانوں میں طلاق نہ ہو تو بھی میاں بیوی میں ناراضگی ہو جاتی ہے۔ تنگ آکر عورت عموماً اپنے ماں باپ کے پاس چلی جاتی ہے شوہر کا گھر گھر والی سے محروم ہو جاتا ہے۔ خواتین میں یہ ہمت اسی وجہ سے آئی کہ وہ معاشی طور پر مضبوط ہیں۔ اور یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ:-

> "مرد وزن کی زندگی میں اب بجز شہوانی تعلق کے کوئی ربط ایسا باقی نہیں رہا جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے پہ مجبور کرتا ہو۔ اور محض شہوانی خواہشات کا پورا کرنا کوئی ایسا کام نہیں جس کی خاطر مرد و عورت اپنے آپ کو ایک دائمی تعلق کی گرہ میں باندھیں اور گھر بنا کر مشترک زندگی گزارنے پر مجبور ہوں جو عورت اپنی روٹی کما سکتی ہے، اپنی تمام ضروریات کی خود کفیل ہے وہ دوسروں کی حفاظت اور اعانت کی محتاج نہیں۔"[1]

شوہر کے ساتھ تعلقات درست نہ ہوں تو گھر کی فضا گھٹن زدہ ہو جاتی ہے۔ میاں بیوی، بچے اور باقی متعلقین اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں خواتین شوہر کے گھر میں رہیں یا نہ رہیں دونوں صورتوں میں گھر کی حفاظت متاثر ہوتی ہے۔ گھر گھر نہیں رہتا مکان بن جاتا ہے۔

(ب) مال کی حفاظت:

خواتین جب خود کماتی ہیں تو خود مختار ہونے کی وجہ سے اپنی خواہشات کے مطابق وہ اپنی آمدنی میں سے اخراجات کرتی ہیں ۔ جن ملازمت پیشہ خواتین کے شوہر انہیں خرچہ دیتے ہیں ان میں سے کئی ایک بے جا اخراجات کرتی ہیں جس کا ان کے شوہروں کو علم نہیں ہوتا۔

---

[1] مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1995ء) ص: 25-26

"ہمارے ہاں عورت میکے کے رشتوں پر خرچ کرنا چاہتی ہے۔ اکثر وہ چھپ کر خرچ کرتی ہے۔ وہ شوہر کے مال کی امین ہے۔ اسے مالک کی مرضی کے خلاف لٹاتی ہے تو گھر میں لڑائی جھگڑوں کا بیج بویا جاتا ہے۔"[1]

شوہر کی کی کمائی میں ان کی کم مداخلت ہونے کی وجہ سے اس کی حفاظت کے معاملے میں بھی پیچھے ہوتی ہیں۔ اگر شوہر بھی انہیں خرچہ دینے والا ہو تو وہ اپنا ہاتھ مزید کھلا کر لیتی ہیں بچوں کے لیے بھی مہنگی مہنگی اشیاء خریدنا چاہتی ہیں۔

"ازدواجی تعلقات متاثر کرنے میں آج کل سب سے بڑا ہاتھ پیسوں کا ہے۔ چھوٹے چھوٹے اخراجات پر بڑی بڑی لڑائیاں ہو جانا تقریباً ہر گھر کا معمول ہے۔ بہت سے جوڑے نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے جھگڑے کر بیٹھتے ہیں جن کی بنیاد صرف اور صرف مالی مسائل پر رکھی گئی ہوتی ہے۔"[2]

عموماً ملازمت پیشہ خواتین اپنی اور اپنے گھر کی تمام ضروریات کے لیے شوہر کی محتاج نہیں ہوتیں اس لیے اس کے مال کی اہمیت کی قدر بھی کم کرتی ہیں۔ دوسری طرف شوہر اپنی بیویوں کے ملازمت پیشہ ہونے کی وجہ سے ان کو خرچ کی رقم بھی کم ہی دیتے ہیں یا دیتے ہی نہیں۔ مرد کی آمدنی مرد کی جیب میں جبکہ بیوی کی آمدنی بیوی کے پاس ہوتی ہے یوں ملازمت پیشہ بیویاں شوہر کے مال کی حفاظت کی ذمہ داری ادا نہیں کر پاتیں۔

(ج) عزت کی حفاظت:

ملازمت کی خاطر خواتین کو روزانہ گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ ارد گرد کا ماحول خواتین کو وہ تحفظ فراہم نہیں کر سکتا جو تحفظ اسے گھر کی چار دیواری میں میسر آتا ہے۔ راستے میں کئی غیرت سے عاری لوگ ہوتے ہیں جن سے اپنی عزت بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں ٹرانسپورٹ کا نظام درست نہ ہونے کی وجہ سے خواتین کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملازمت کے مقام پر ساتھی مردوں کی غلط نظریں اور حرکتیں بھی خواتین کی عزت پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں خواتین کو ہی قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔ بہت کم سسرالی رشتہ دار اپنی خواتین پہ بھروسہ کرتے ہیں اس لیے خواتین گھر والوں سے عموماً اپنے مسائل چھپاتی ہیں۔

اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے والی خواتین کے حصے میں بھی انصاف کم ہی آتا ہے۔ ہر جگہ ان کی عزت کو خطرہ ہے۔ آئے دن خواتین کو ہراساں کیے جانے کے واقعات اخبارات اور ٹیلی وژن کی سکرین پہ گردش

---

[1] عامرہ احسان، **اکیسویں صدی اور مسلمان عورت**، ص:46

[2] معاویہ ہارون، محمد، **ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل**، (کراچی: دارالاشاعت، 2005ء)، ص:181

کرتے ہیں۔ دراصل جب ایک عورت گھر سے باہر قدم رکھتی ہے تو بے شمار غلط نظریں اور نیتیں اس کا تعاقب کرتی رہتی ہیں اور موقع ملتے ہی اس کی عزت کی دھجیاں اڑا دیتی ہیں۔ خواتین اپنے دفاع کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں تو بھی مایوس کر دی جاتی ہیں۔ خواتین کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون میں اس تلخ حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:-

> "Society looks working women negatively.They do not get the respect they deserve.When a women travels to work,she has to face stares and rude remarks from strangers.Many men have wrong concept about women."[1]

> "معاشرہ ملازمت پیشہ خواتین کو منفی نظریہ رکھتا ہے۔ انہیں (خواتین کو) وہ عزت حاصل نہیں ہو پاتی جس کا وہ حق رکھتی ہیں۔ جب ایک عورت ملازمت کے لیے سفر کرتی ہے تو اسے اجنبی لوگوں کی غلط نظروں اور غیر مہذب جملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے مرد خواتین کے بارے میں غلط نظریہ رکھتے ہیں۔"

ایسے تمام عوامل خواتین کی عزت پہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ شرم و غیرت سے عاری مرد اس کی عزت نیلام کر دیتے ہیں۔ شوہر اور گھر والے ساتھ نہ دیں تو اس کو اپنے جینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ شوہر اس سے دوری اختیار کر لیتا ہے عزیز رشتہ داروں کی نظر میں اس کی اہمیت نہیں رہتی۔ بیوی جب اپنی عزت کی حفاظت کے حوالے سے شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی تو اسے خودکشی کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

ملازمت کی وجہ سے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری اور خدمت نہیں کر سکتی۔ شوہر کی تعظیم و تکریم نیز شوہر کے گھر اور مال کی حفاظت میں بھی ملازمت پیشہ بیوی بہترین کردار ادا نہیں کر سکتی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ملازمت کی وجہ سے بیوی کی عزت داؤ پہ لگ جاتی ہے۔ بہت کم شوہر یہ برداشت کرتے ہیں۔ آج بھی غیرت کے نام پر قتل عام ہے۔ قتل نہ ہو تو خودکشی، طلاق یا دوسری شادی آج کے دور میں کوئی مشکل کام نہیں۔

---

1 Muhammad Atif Nawaz,Noreen Afzal,Kiran Shehzadi,**Problems of Formally Empolyed Women**",Asian journal of Empirical Research,v:3,Iss:10,2013,P:1292

فصل دوم

سسرال کی خدمت واطاعت سے متعلقہ مسائل

پاکستانی معاشرے میں عام طور پر بیاہ کر لائی جانے والی خاتون سے گھر کے تمام افراد کی خدمت و دیکھ بھال اور گھر کے تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توقع کی جاتی ہے۔اس بات سے قطع نظر کہ اس کی ذاتی مصروفیات کس نوعیت کی ہیں اس پہ تمام تر ذمہ داریاں عائد کر دی جاتی ہیں۔ایسے افراد کے نزدیک خاتون اگرچہ ملازمت کرے اور معاشی جدوجہد میں مردوں کا بوجھ اٹھائے،گھریلو ذمہ داریاں اور گھر کے افراد کے حقوق کی ادائیگی اس پر بہر صورت لازم ہے۔ ملازمت کی صورت میں گھر سے باہر اور واپسی پہ گھر کی تمام ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنا خواتین کے لیے مشکل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے انہیں کئی مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ تر خواتین ملازمت کی وجہ سے گھر کی ذمہ داریاں مکمل طور پر ادا نہیں کر پاتیں ۔پھر گھر کے مالی بوجھ برداشت کرنے پہ حوصلہ افزائی کی بجائے گھر کے افراد کا تعاون نہ ہونے کے علاوہ سخت رویوں کی صورت میں ان محنت کش خواتین کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔گھر کے افراد کا سمجھوتا نہ کرنا خواتین کی مشکلات میں اضافہ کرتا ہے۔

گھر میں ملازمت نہ کرنے والی خواتین کا لاشعوری طور پہ ملازمت پیشہ خاتون سے اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ مشترکہ رہائش کی وجہ سے خواتین کا سسرالی رشتوں سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ کھانا پینا، خاندان برادری کی تقریبات میں شرکت اور دیگر تمام معاملات میں خواتین کو سسرال کا ساتھ چاہیے ہوتا ہے اور خاندان کا نظام سب کی ملی بھگت سے چلتا ہے۔ جس طرح عورتوں کو سسرالی رشتہ داروں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح انہیں بھی بہوؤں کا ساتھ درکار ہوتا ہے۔لہذا شوہر کے علاوہ گھر کے دیگر مرد حضرات بھی بہو یا بھابھی سے کئی طرح کی توقعات وابستہ کیے ہوئے ہوتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی ہر بات مانی جائے اور ان کی خدمت کی جائے لیکن جب سسرال والوں کے مطالبات بہو کی طرف سے پورے نہیں ہو پاتے تو گھر کی فضاء میں ایک خاموش جنگ کا آغاز ہو جاتا ہے جو رفتہ رفتہ ظاہر ہو کر لڑائی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ایک ملازمت کرنے والی خاتون کو مختلف سسرالی رشتوں کے حوالے سے جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس فصل میں وہ مسائل بیان کیے جا رہے ہیں:۔

1۔ساس سسر کے حوالے سے پیش آنے والے مسائل:

ا۔ساس سسر کی توقعات:

خاتون کی عائلی زندگی میں شوہر کے بعد سب سے زیادہ کردار ساس سسر کا ہوتا ہے کیونکہ اسلام میں بیوی کے لیے شوہر کی اطاعت کو لازم کیا گیا ہے جبکہ بیٹے پہ والدین کی خدمت واطاعت لازم ہے۔یہ ایک مکمل کڑی ہے جس کے مطابق ایک بہوپر ساس سسر کی خدمت واطاعت اخلاقی طورپر فرض ہوجاتی ہے۔اور ہمارے معاشرے میں یہ خیال بھی عام پایا جاتا ہے کہ عورت چاہے کتنی بھی تعلیم یافتہ یا اچھی ملازمت کرنے والی کیوں نہ ہو ساس سسر کو وہی بہو بھاتی ہے جو ان کے ہر حکم کی تعمیل کرنے والی اور خدمت گزار ہو۔ایسی خواتین جو کسی بھی صورت میں اپنا گھر بسانا چاہتی ہیں اوراس مقصد کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دینے کے لیے خود کو پیش کر دیتی ہیں لیکن عموماً خود کو مشقت میں ڈال کے بھی یہ خواتین سسرال والوں کو خوش کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ساس بہو کا رشتہ یوں بھی نازک ہوتا ہے ایسے میں بہو کا خود مختار ہونا اور اپنے اصولوں کے مطابق چلنا ساس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے۔

> "ساس گھر میں اپنی حکمرانی برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ہر کام اور فیصلہ اپنی مرضی سے طے کرنا چاہتی ہے اگر بہو اپنے مطابق کچھ ردوبدل کردے تو کھینچا تانی شروع ہوجاتی ہے۔ساس بہو سے گھر کے معاشی معاملات میں حصہ لینے کی امید بھی رکھتی ہے جب بہو اس امید پہ پورا نہیں اترتی تو ساس مسائل پیدا کرتی ہے۔"[1]

پاکستان میں بیٹے کی شادی کے ساتھ ہی بہو سے گھر کو سنبھالنے کی امید وابستہ کرلی جاتی ہے۔اگر بہو سارے گھر کی ذمہ داری نہ اٹھائے تو سسرال میں اس کا جینا دوبھر کر دیا جاتا ہے۔اور ذمہ داری سنبھالنے پر اگر کسی کام میں کہیں کمی رہ گئی یا کوئی کام صحیح وقت پر نہ ہوا تو بھی بہو کو باتیں سننے کو ملتی ہیں۔بات صرف ساس اور بہو کے درمیان نہیں رہتی بلکہ بیٹے کو بھی اس میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ساس اپنی بہو کے بارے میں بیٹے تک ایسی باتیں پہنچاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے بدگمان ہو جاتا ہے۔فاخرہ تحریم لکھتی ہیں:

---

[1] ذوالفقار احمد، **مثالی عورت**، ص:43-44

"پاکستانی معاشرے میں بہو کو ساس سے اور بھاوج کو نندوں سے جو خوف و ہراس ہے وہ بلاوجہ نہیں ہے۔ آج بھی اس معاشرے میں ایسی ساسوں کی کمی نہیں جو اپنے بیٹوں کو بہوؤں کے خلاف مستقل اکساتی اور بھڑکاتی ہیں۔"[1]

مصروفیت کے باعث اگر خاتون سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے تو ساس رائی کا پہاڑ بنا لیتی ہے۔ بہو کے بارے میں خود بھی فرماں بردار نہ ہونے کی رائے قائم کر لیتی ہے اور بیٹے پہ بھی اسی طرح کی منفی آراء مسلط کرنے کی کوشش کرتی ہے اور مختلف طریقوں سے بیٹے کو بہو کے بارے میں بدگمان کرتی ہے۔

گھر میں بیٹیاں ہونے کے باوجود ساس سسر کی خدمت، ان کی بیماری میں ان کا ہر وقت خیال رکھنے کی توقع بھی بہو سے کی جاتی ہے۔ عام طور پر تو اس کے کام رات گئے تک ختم ہی نہیں ہوتے اگر کبھی بہو اپنے معمول کے کام جلدی کر لے تب بھی اس وقت تک وہ سو نہیں سکتی جب تک گھر کے تمام افراد سونے کی تیاری نہیں کر لیتے۔ ملازمت، شوہر کے حقوق کی ادائیگی اور بچوں کی دیکھ بھال کے ساتھ سسرال والوں کے تمام کام خواتین پر بہت بوجھ بن جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان سے کام میں کوتاہی ہو جائے تو بھی انہیں طعنے دیئے جاتے ہیں۔ گھر کا مصروف ترین فرد ہونے کے باوجود ملازمت کے بہانے باہر گھومنے پھرنے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ اس کے کام کو کام تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔ ملازمت کے بعد سسرال کے کام کاج میں مصروف رہنے کی وجہ سے بیوی کے پاس شوہر کے لیے وقت بھی کم ہی بچتا ہے۔ معاملہ تب زیادہ خراب ہوتا ہے کہ جن رشتوں کی وجہ سے شوہر ناراض ہوتا ہے وہ بھی خوش نہیں ہوتے۔

" بہوؤں کے متعلق جداگانہ برتاؤ رکھا جاتا ہے۔ مثلاً بیٹیوں کی ہر چیز انگیز کر لی جاتی ہے لیکن بہو پر نکتہ چینی ہوتی رہتی ہے۔ اگر وہ تھکاوٹ اور سستی کا مظاہرہ کرے تو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ اس کا سینہ چھلنی کر دیتی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا مزاج کڑوا ہو جاتا ہے اور مزاج کی یہ کڑواہٹ میاں بیوی کی زندگی کو متاثر کرتی ہے"[2]

اگر شوہر بیوی کا ساتھ دے تو اس کو سسرال کی مشکلات سے لڑنے کی قوت مل جاتی ہے لیکن شوہر بھی ماں باپ سے انصاف کی بات کرنے کی بجائے بیوی کو ان کی جائز ناجائز باتیں ماننے کا کہے تو بیوی کے لیے سسرال ایک قید کانہ بن جاتا ہے۔ انہیں ہر دن نئی نئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملازمت ان کی مجبوری بنا دی جاتی ہے یا وہ خود ملازمت چھوڑنا ہی نہیں چاہتیں کیوں کہ ملازمت کے سبب انہیں کچھ وقت سسرال سے رہائی مل جاتی ہے۔

---

1 فاخرہ تحریم، **عورت کا المیہ**، (لاہور: ادارہ تخلیقات، 1999ء) ص:69

2 شاہدہ پروین، بیوی کی معاشی کفالت اور اس کی جہات، ص:210

ب۔ الگ رہائش کی خواہش ایک جرم:

لڑائی جھگڑوں سے تنگ آکر خواتین علیحدگی کا مطالبہ کرتی ہیں لیکن خواتین کا یہ عمل معاشرہ میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ علیحدہ گھر کا تقاضا بھی زیادہ تر رد کر دیا جاتا ہے۔ اگر خواتین مضبوط قوتِ ارادی والی ہوں یا شوہر کے تعاون سے الگ رہائش قائم کر لیں تو بھی ان کی زندگی میں سسرال خاص طور پر ساس سسر کا کردار باقی رہتا ہے۔

> "جدا رہنے کو والدین کی اور دیگر خاندانی بزرگوں کی نافرمانی سمجھا جاتا ہے اور جو کوئی جدا ہونے کا مطالبہ کرتا ہے اس کو ساتھ رہنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اگر اس کے باوجود جدا ہو جائے تو طرح طرح کی طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔"[1]

دور اندیش خواتین اس سے بچنے کے لیے خود ہی تقاضا نہیں کرتیں حالانکہ یہ اسلام کا پسندیدہ طرز عمل ہے۔

ج۔ اولاد سے متعلق ساس سسر کے مطالبات:

ساس سسر کے مطالبات میں اکثر یہ بھی شامل ہوتا ہے کہ بہو نہ صرف ان کی خدمت کرے بلکہ ان کی اولاد یعنی اپنے نندوں اور دیور جیٹھ کا خیال رکھنے میں بھی کوئی کثر نہ اٹھا رکھے۔ بھابھی کے آنے سے نندوں کو کام سے بری الذمہ کر دیا جاتا ہے۔ نندیں تو آرام کریں اور بھابھی گھر کے سارے کاموں کے علاوہ ان کے کام بھی کرے۔ وہ صبح اپنے بستر تک بھی درست نہ کریں اور اسکول کالج کے لیے چلی جائیں لیکن بھابھی سارے کام کر کے ملازمت کے لیے نکلے۔ واپسی پہ نندیں اسکول کی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے آرام کریں لیکن بھابھی پھر سے کام میں مگن ہو جائے۔ جہاں وہ اعتراض کر دے یا سسرال والوں کی خواہش کے خلاف کرے تو اس کو تنگ کیا جاتا ہے۔

د۔ بہو کی تنخواہ کا استعمال:

سسرال میں ملازمت پیشہ خواتین کو یہ مشکل بھی پیش آتی ہے کہ سسرال والے خصوصاً ساس اپنی بہو کی محنت مشقت سے حاصل کی گئی تنخواہ پر اپنا حق سمجھتی ہے اور ظاہری طور پر اس کا تقاضا کرنے کے علاوہ حیلے بہانے سے بہو سے رقم نکلوانے کی کوشش بھی کرتی ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ملازمت پیشہ

---

[1] عبد الہادی مدنی، بیوی اور شوہر کے حقوق، ص:120

بہو کے ذمے بازار کے کام لگا دیئے جاتے ہیں۔ اگر خواتین اخراجات کی ذمہ داریاں پوری نہ کریں تو سسرال والوں کی ناراضگی کا سامنا کرتی ہیں جبکہ اس کے برعکس کرنے پر ان کے پاس اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے خرچ کم پڑ جاتا ہے۔

"مشترکہ خاندانی نظام میں عورت کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ گھر کے معاشی مسائل سربراہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسے راضی رکھنا پڑتا ہے۔ عورت کو شوہر اور ساس دونوں کا ڈسپلن قبول کرنا پڑتا ہے۔ کئی دفعہ اس کی مرضی اور خوشدلی شامل نہیں ہوتی کیونکہ اس کی خواہش کے مطابق اس کے بچوں پر خرچ نہیں ہو رہا ہوتا۔"[1]

گھر میں مالی مشکل آجائے تو بہو سے اپنی آمدنی سے مدد کرنے کا کہا جاتا ہے۔ کبھی ضرورت پڑنے پر بہو سے رقم ادھار لے لی جاتی ہے جسے بعد میں لوٹانا ضروری سمجھا ہی نہیں جاتا۔ کئی خاندانوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ:

"مشترکہ خاندان میں گھر کے تمام وسائل اور ساری پونجی کسی ایک کے قبضہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے کمانے والے افراد کی معاشی جدوجہد میں کمی واقع ہوتی ہے۔ انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ کمانے میں اسی قت دلچسپی لیتا ہے جب کہ وہ اپنی آمدنی کا خود مالک ہو اور اس کی کمائی ذاتی فائدے کے لیے استعمال ہوتی ہوئی نظر آئے"[2]

عموماً ساس اپنی ترجیحات کے مطابق اخراجات طے کرتی ہے۔ جہاں ایسا نہیں ہوتا وہاں اگر گھر میں کسی پہ مالی مشکل آجائے تو بہو سے رقم لے لی جاتی ہے۔وہ سسرال والوں سے اپنی دی ہوئی رقم کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی۔ ادھار لینا وہ خود ہی پسند نہیں کرتی کیوں کہ بظاہر وہ خود مختار کہلاتے ہوئے سسرال والوں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہتی۔ جو خواتین اپنی کمائی پہ اپنا حق استعمال کریں اور اسے اپنی مرضی سے خرچ کریں کئی خاندانوں میں ان کے اس عمل کو سسرال والے برا جانتے ہیں۔ ساس کو اگر بہو کی کمائی تک رسائی حاصل نہ ہو پائے تو اس کی یہ کوشش ضرور ہوتی ہے کہ بہو اپنی کمائی شوہر کے لیے خرچ کرے یا اس کے حوالے کر دے۔ بیٹے کو رقم کی ضرورت ہو تو اسے اس بات پر مائل کرتی ہے کہ وہ بیوی سے رقم لے لے۔ گھر کے اخراجات کے حوالے سے بھی بیٹے کو بیوی سے مدد لینے پر اکساتی ہے۔ بیوی کی ضروریات کے لیے شوہر کو رقم دینے سے منع کرتی ہے۔ یوں ساس کی دخل اندازی سے بیٹا اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی کر بیٹھتا ہے۔ ہاجرہ مدنی لکھتی ہیں:-

---

1 ہاجرہ مدنی، پاکستانی عوت کے معاشی مسائل اور کردار، ص:163

2 اعظمی، سنبھلی، رحمانی،، **خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق**، ص:2013ء

"مشترکہ خاندانوں میں سسرال والوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ بہو کی تنخواہ گھریلو اخراجات میں خرچ ہو۔ لیکن خواتین کی ملازمت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے بعد بھی ان کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔"[1]

کچھ خواتین تو ایسی امیدوں پہ پورا نہیں اترتیں لیکن جن کے شوہر بھی تعاون نہ کریں وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی تنخواہ سسرال اور شوہر کی ضروریات پوری کرنے کے لیے دے دیتی ہیں۔

ر۔ گھریلو معاملات میں اہمیت نہ ملنا:

تمام ذمہ داریاں بہو پہ ڈالنے کے بعد بھی گھر کے اہم معاملات میں بہو کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ کسی خاص موقع مثلاً گھر کے کسی فرد کی شادی بیاہ وغیرہ کی تیاریوں میں بہو کو اس لیے شامل نہیں کیا جاتا کہ یہ تو ملازمت کرتی ہے اس کے پاس وقت نہیں۔ گھر کے اہم معاملات اس کی غیر موجودگی میں طے کر لیے جاتے ہیں۔ بہو کی مصروفیت اور مشکل معمول کا احساس کرنے کی بجائے اعتراض کا کوئی نہ کوئی موقع تلاش کر لیتے ہیں۔ کبھی نندیں ماں باپ کو بھابھی کے خلاف اکساتی ہیں کبھی خود ہی شکایات کی فہرستیں لے کے بیٹھ جاتی ہیں۔

س۔ بہو کی غلط روش:

کہیں خواتین کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور کہیں خواتین اپنے اخلاقی فرائض کو خود پورا نہیں کرتیں۔

"----کسی رشتہ کی بے جا رعایت اور کسی رشتہ کی حق تلفی ہو جاتی ہے مثلاً کہیں بہو کو ساس، سسر، دیور، جیٹھ کی خدمت میں لگا دیا جاتا ہے تو کہیں غیر ضروری چھوٹ دی جاتی ہے اور اس عام اخلاقی فرض سے بھی بہو آزاد ہو جاتی ہے۔"[2]

کئی خواتین سسرال والوں کے ساتھ عزت سے پیش نہیں آتیں، سسرال کے کام اور ان کے ساتھ وقت گزارنے کو ضروری نہیں سمجھتیں۔

"خواتین کا یہ طرزِ عمل بداخلاقی کی انتہاء تک جا پہنچا ہے۔ اس نوع کی خواتین ملازمت کے نام پر اپنے لیے خود مسائل بڑھاتی ہیں کرتی ہیں۔"[3]

---

1 ہاجرہ مدنی، **پاکستانی عورت کے معاشی مسائل اور کردار**، ص:265

2 بشریٰ ناہید، خواتین کے مسائل اور حل، (اورنگ مہاراشٹر: گلوبل لائیٹ پبلشر، 2022ء)، ص:30

3 کیلانی، محمد اقبال، **نکاح کے مسائل**، (لاہور: حدیث پبلیکیشنز، 1419ء)، ص:39

خواتین کا یہ طریقہ کار غلط ہے۔ جان کر انہیں اس طرح کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ ساس سسر والدین جیسی حیثیت رکھتے ہیں لہذا ان سے پیار محبت سے پیش آنا چاہیے۔

2۔ دیورانی جیٹھانی کے حوالے سے پیش آنے والے مسائل:

ا۔ خود غرضی:

دیورانی جیٹھانی کے رشتے میں عموماً خود غرضی پائی جاتی ہے اس لیے اس میں اختلافات بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ملازمت پیشہ خاتون کے لیے اپنے کام کاج ہونبھانا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ لیکن دیورانی جیٹھانی اس کے ساتھ تعاون کرنے پر راضی نہیں ہوتیں۔ فاخرہ تحسین خواتین کی ان عادات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:۔

> "مشترکہ خاندانی نظام میں ایک جگہ رہتے ہوئے خواتین کا ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، غیبت، چغلی، اور بغض سے گریز نہ کرنا جیسی بری عادات پائی جاتی ہیں۔"[1]

وہ موقعے کی تلاش میں رہتی ہیں کہ اس کی برائی کر کے اسے نیچا دکھا سکیں۔ اوراس کے لیے آپس میں منصوبے بھی کرتی ہیں۔ کبھی گھریلو کام نہ کرنے اور کبھی اچھی طرح نہ کرنے کے بارے میں سب کے سامنے ذکر کرتی ہیں۔

ب۔ حسد:

اگر بہو کامیابیاں سمیٹ کے نام بنائے گی اور خاندان میں اس کو سراہا جاتا ہے تو گھر کی دیگر بہوؤں کو اس سے حسد ہونے لگتا ہے۔ ملازمت پیشہ خاتون کی زندگی سے متاثر ہونے والی خواتین سب کی نظروں میں اس کی اہمیت کو برداشت نہیں کر پاتیں۔ اس لیے وہ اس کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کرتی ہیں۔ ملازمت پیشہ خاتون کو گھر کی ذمہ داریاں پوری کرنے کا وقت کم ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ملازمت، شوہر اور بچوں کے حوالے سے پیش آنے والی مشکلات کی وجہ سے وہ اپنے ذمے لگائے گئے کاموں کو مکمل توجہ سے نہیں کرپاتی۔ اس کے کئی کام ادھورے یا خراب ہو جاتے ہیں جس پر اس کی دیورانی جیٹھانی کو موقع ملتا ہے اور وہ اس کے بارے میں دوسروں پہ غلط تاثر پیدا کرتی ہیں۔ وہ ملازمت پیشہ عورت سے خواہ مخواہ کا بیر پال لیتی ہیں۔ گھر کے کام کاج میں اپنا سگھڑپن اور ملازمت پیشہ خاتون کو غیر ذمہ دار ظاہر کرتی ہیں۔ گھر کے دیگر افراد بھی اس میں شامل ہوتے ہیں جو کسی ایک کی طرف جھکاؤ کرتے ہیں۔

---

1 فاخرہ تحسین، معاصر خاندانی مسائل اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان کا حل، ص:56

"سسرال کا مقصد مطلب براری ہوتا ہے۔ دیورانی کے سامنے جیٹھانی اور جیٹھانی کے سامنے دیورانی کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اکثر شوہر بھی بڑی بھابھی کے قصیدے جان بوجھ کر بیان کرتے ہیں۔ یہ چال بھی زیادہ خدمت کروانے کے لیے چلی جاتی ہے۔"[1]

غیر ملازمت پیشہ خواتین مکمل وقت دستیاب ہوتی ہیں لہذا فالتو کام بھی ان کے ذمے آجاتا ہے۔ ملازمت پیشہ خاتون پہ ملازمت کے اوقات میں گھر کے کاموں کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی اس دوران گھر کی کوئی اضافی ذمہ داری ہو تو گھر میں موجود خواتین کو ہی نبھانی ہوتی ہے۔ یہ بات برداشت کرنا ان خواتین کے لیے آسان نہیں ہوتی۔ لہذا ملازمت پیشہ بہو جو دن کے وقت گھر میں موجود نہیں ہوتی، شام کے وقت کا سارا یا زیادہ تر کام اس کے ذمے آجاتا ہے۔

ج۔ ملازمت پیشہ خاتون کے شوہر کے کام:

بعض ملازمت پیشہ خواتین شوہر سے پہلے گھر سے چلی جاتی ہیں۔ بیوی کی غیر موجودگی میں دوسری خواتین کا اس کے شوہر کے لیے ناشتہ تیار کرنا بھی آپس میں اختلافات اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ بنتا ہے۔ بیوی کی ملازمت کے دورانیے میں اگر شوہر گھر آجائے تو بھابھیوں کا ذمہ داریاں نبھانا مردمیں چڑچڑاپن پیدا کر سکتا ہے۔ بیوی کی بجائے بھابھی کی طرف سے شوہر کو توجہ ملنا اس کے ذہن پہ غلط خیالات قائم کر سکتا ہے۔ یوں بھی ممکنہ حد تک عورت کے لیے ضروری ہے کہ دیور جیٹھ سے دوری اختیار کرے لیکن مرد کی بیوی کی ملازمت کی وجہ سے دیور کو بھابھی سے کام کاج کے سلسلے میں بات چیت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کبھی بھابھی کسی وجہ سے گھر میں اکیلی ہو تو دیور یا جیٹھ کا گھر میں موجود ہونا جرائم کا سبب بن سکتا ہے۔

د۔ خاتون کے بچوں کی دیکھ بھال:

بچوں کے حوالے سے بھی یہی معاملہ پیش آتا ہے۔ بچے اگر ماں سے پہلے گھر پہنچ جائیں تب بھی انہیں کپڑے بدلنے نہانے دھونے اور کھانا کھانے کے لیے کسی بڑے کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ دادی کے علاوہ بچوں کی چچی تائی ہو سکتی ہیں۔ وہ بچوں کی دیکھ بھال چاہے نہ کریں لیکن گھر میں مسائل ضرور پیدا کرتی ہیں۔ محمد طارق مجذوبی لکھتے ہیں:-

---

[1] بشریٰ ناہید، خواتین کے مسائل اور حل، ص:41

"گھروں میں طعن و تشنیع،طنزیہ فقرات، تجسس آمیز سوالات اور پیہم مطالبات کی جو فضا نظر آتی ہے اس کے پسِ منظر میں یہی جذبہ کار فرما ہے۔ جس کی بنیاد پر ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ بد گمانی اور شک وشبہ نسوانی مزاج کا خاصا ہے۔"[1]

جب خواتین کی آپس میں مخالفت چل رہی ہو تو یوں بھی گھر کا ماحول خراب ہو جاتا ہے۔اس سے بچوں کی ذہنیت خراب ہوتی ہے ،بچے گھر کے افراد میں بعض سے بدگمان ہو جاتے ہیں کبھی ماں کی غیر موجو گی میں بچوں کے سامنے ان کی ماں کو برا بھلا جاتا ہے۔

ر۔غیر معمولی مواقع:

گھر میں کوئی خاص موقع ہو کام زیادہ ہونے کی وجہ سے دن بھر ملازمت کی وجہ سے کام نہ کرنے کے سب گھر لوٹنے پر باقی ماندہ کام اس کے ذمے لگا دیا جاتا ہے پھر شام کو معمول کا کام تو بہر حال اسے کرنا ہی ہے۔اگر وہ آرام کر لے یا ساس اس کا احساس کرے تو گھریلو خواتین یہ پسند نہیں کر تیں۔ان کی اس سے چپقلش شروع ہو جاتی ہے۔گھر کی خواتین کی آپس کی چہ مگوئیاں اور طنز وطعنوں کی وجہ ملازمت سے آنے والی خواتین کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

"مشترکہ رہائش کی صورت میں خواتین باہم ایک دوسرے کے کام پر نکتہ چینی دوسروں کے خلاف سازشیں اور جوڑ توڑ کرتی ہیں۔ باورچی خانے میں حاضری دینے میں اگر ذراسی دیر ہو گئی تو جیٹھانی صاحبہ یا دیورانی صاحبہ اپنے اپنے شوہروں اور ساس سسر کو شکایت لگانے میں ذرا دیر نہیں کر تیں۔"[2]

پاکستان میں بیٹیوں کا میکے اور بچوں کا نھیال میں جا کے رہنے کا رواج عام طور پر پایا جاتا ہے۔ملازمت پیشہ خواتین پہ دیورانی جیٹھانی کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ ملازمت کے دنوں میں وہ گھر میں نہیں ہوتی اب چھٹیوں میں بھی اس کے میکے جانے سے ان پہ کام کا بوجھ بڑھ جاتا ہے۔اس لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لیے ملازمت پیشہ بہو کو جلدی واپسی کا حکم دیا جاتا ہے۔یوں والدین اور بہن بھائیوں سے دوری کے دکھ کی وجہ سے ان کا دھیان کام کاج یا گھریلو معاملات میں نہیں رہتا یا وہ چڑچڑی ہو جاتی ہیں۔ان کا ایسا رویہ شوہر اور سسرال والے پسند نہیں کرتے۔

---

[1] مجذوبی، عورت اسلام اور جدید سائنس، ص:471

[2] صدیقی، نعیم، عورت معرضِ کشمکش میں،(لاہور:ادارہ معارف اسلامی،1993ء)، ص:262

3۔ دیور جیٹھ کے حوالے سے پیش آنے والے مسائل:

ا۔ دیور جیٹھ کی خدمت:

پاکستان میں عام طور پر یہ رجحان ہے کہ بہو شوہر کے بھائیوں کی خدمت بھی کرے ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھے۔ یہ عام خواتین کے لیے بھی آسان نہیں۔ پھر ملازمت پیشہ خواتین، جن کو اپنی ذات کے لیے وقت مشکل سے ملتا ہے، دیور جیٹھ کے حکم کے آگے سر جھکانا ان کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ یہ بات ان کے لیے کئی پریشانیوں کا باعث بن سکتی ہے۔ ساس اگر اپنے بیٹوں کے کام کر دے تو بھی بہو پہ احسان جتاتی ہے۔ دیور الگ مسائل کھڑے کرتا ہے۔

> "بہو سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ دیوروں کے کام کرے اور ان کی خدمت پر مستعد رہے۔ اتنے پھیلے ہوئے تقاضوں کی تکمیل کے لیے اس بیچاری کو بے پناہ جبر کرنا پڑتا ہے۔ نندوں یا دیوروں کی خدمت کرنا اس کا فرض نہیں۔ شوہر کے بھائیوں کے نخرے اٹھانا اور ان کی خدمت کرنا تو در کنار ان کے ساتھ زیادہ میل جول اور بے تکلفی شرعاً ممنوع ہے۔۔۔۔۔" [1]

گھر کے تمام افراد کے لیے بنایا گیا کھانا اگر دیور کو پسند نہیں تو بھابی پہ لازم ہے کہ وہ اپنی باقی مصروفیات کو ایک طرف کر کے اس کی مرضی کا کھانا بنائے۔ دیور کے لیے یہ اہتمام کرنا کسی طور بھی بھابی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ کیونکہ "دیوروں کی خدمت اس کا فرض نہیں ہے۔"[2] غیر ضروری کام کرنا ان کے معمول میں خرابی پیدا کرتا ہے۔ اگر وہ دیور کی پسند کا کھانا بنا کے نہ دیں تو ساس آپے سے باہر ہونے لگتی ہے۔ دیور کا موڈ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ تحصیل کلر سیداں کے ایک نواحی علاقے کا واقعہ ہے کہ دیور نے بھابی کو کھانا پکا کے دینے کا مطالبہ کیا۔ مصروفیت کے باعث بھابی کھانا نہ پکا سکی تو اس بات پر مشتعل ہو کر دیور نے اپنی بھابی پہ فائرنگ کر ڈالی۔ دیور کی اس حرکت سے بھابی کی جان چلی گئی۔

ب۔ کام کاج کے معاملات میں دیور جیٹھ کا کردار:

گھر کے تقریباً تمام معاملات خواتین کے ہوتے ہیں لیکن مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے کی وجہ سے ان میں مردوں کی رائے بھی شامل ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر ملازمت کرنے والی عورت مختصر وقت میں گھریلو فرائض سرانجام

---

1 شاہدہ پروین، بیوی کی معاشی کفالت اور اس کی مختلف جہات شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں، ص:222

2 ایضاً، ص:222

دے اور باقی خواتین پورادن گھر کے کام کاج میں لگی رہیں تو ان خواتین کے شوہر بھی یہ گوارا نہیں کرتے اور اس بنیاد پر اعتراضات جنم لیتے ہیں، گھر میں کئی اختلافات ہوتے ہیں، گھر کے افراد سے حسنِ سلوک جاتا رہتا ہے۔

"عورتوں کے درمیان جنگ وجدال اور لڑائی وتکرار کالامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مرد اگرچہ اس لڑائی میں براہ راست شریک نہیں ہوتے لیکن بار بار سننے دیکھنے کے بعد ان میں بھی بغض عداوت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں ۔اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی بار بار مشاہدہ کرتے رہنے سے نفسیاتی طور پر تنزل کا شکار ہو جاتے ہیں۔"[1]

اگر ساس سسر اپنی ملازمت پیشہ بہو کا ملازمت کی وجہ سے خیال رکھیں یا کام کاج کے سلسلے میں اس کی مدد کریں تو دیورانی جیٹھانی یا تو وہ اپنے شوہروں سے اس بارے میں بات کرتی ہیں یا وہ خود ہی اس بات کا جائزہ لیتے ہیں اور اس حوالے سے ماں باپ سے احتجاجاً بات کرتے ہیں اور انصاف کا تقاضا کرتے ہیں۔ ماں باپ کے لیے ایسی صورت میں سب کو راضی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ گھر کے خاص موقعوں میں مردوں کی رائے کو اہمیت حاصل ہوتی ہے اس لیے بھابھی ملازمت پیشہ ہو تو دیور جیٹھ ملازمت پیشہ بھابھی کی ملازمت کی مصروفیت کو سامنے رکھ کے ان معاملات میں اپنی بیویوں کو زیادہ شامل کرتے ہیں۔ اس سے ملازمت پیشہ خاتون کی اہمیت میں کمی آتی ہے۔

ج۔ مالی مدد:

ایک مسئلہ یہ بھی مشاہدے میں آیا ہے کہ دیور جیٹھ کو کوئی مالی مدد چاہیے ہو تو بھابھی سے امید رکھی جاتی ہے کہ وہ ان کے کام آئے گی حالاں کہ اس کے اپنی ذات، اپنے شوہر اور بچوں کے اخراجات کے حوالے سے ہی کئی مسائل ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ انکار کرے تو سسرال والوں کی ناراضگی مول لیتی ہے۔ سسرال والے ہر وقت اسے لفظوں سے اذیت پہنچاتے ہیں۔

4۔ ساس سسر کے رشتہ داروں سے متعلقہ مسائل:

ا۔ تقاریب میں شرکت:

ساس سسر کے رشتہ داروں کی تقاریب میں شرکت کرنا اس کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین کا معمول سخت ہوتا ہے چھٹی کے دن کہیں جانا اس لیے مشکل پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ کئی کام چھٹی کے دن پہ چھوڑ دیتی

---

1 عبید الرحمن، مشترکہ خاندانی نظام اور اس سے متعلق شرعی مسائل اور احکام، ص:22

ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ چھٹی کے دن مکمل وقت گھر کو دیں۔ اس لیے وہ خاندان کی تقاریب میں شرکت سے بچتی ہیں۔ جس پر اولاً ان کے گھر میں ہی اعتراض کیا جاتا ہے کہ بہو کا نہ جانا ان کے لیے شرمندگی کا باعث ہے ورنہ خاندان والے بار بار پوچھ کر انہیں پریشان کرتے ہیں اور ملازمت پیشہ بہو کی مصروفیت کے حوالے سے طنزیہ گفتگو کرتے ہیں۔ کچھ ساسیں خاندان والوں کے سامنے بہو کی عزت بھی نہیں رکھتیں بلکہ ان کے سامنے خود اپنی بہو کی غیبتیں کرتی ہیں۔

ب۔ تیمارداری:

ملازمت پیشہ خواتین کے لیے اپنے مصروف شیڈول کی وجہ کم ہی خاندان میں تیمارداری کے لیے جاسکتی ہیں۔ مشترکہ خاندان میں ساس یہ ذمہ داری نبھا سکتی ہے لیکن کئی ساسیں یہ بھی بہو کے سپرد کر دیتی ہیں۔ بہو یہ ذمہ داری وقت ملنے پہ چھوڑے رکھتی ہے اس طرح وہ اگر دیر سے عیادت کے لیے جائے تو بھی اسے سبکی ہوتی ہے کہ جہاں جاتی ہے وہ مذاق میں ہی سہی آنے کی وجہ پوچھ لیتے ہیں جس سے یہ باور کروانا مقصود ہوتا ہے کہ آپ بہت دیر سے آئی ہیں۔ کبھی تو اتنا عرصہ گزر جاتا ہے کہ مریض تندرست بھی ہو جاتا ہے اور اس کی عیادت نہیں کی جاسکتی۔

ج۔ مہمان نوازی:

سسرال والوں کے رشتہ دار گھر آئیں تو بہو پہ ان کے لیے کھانا پکانا، پیش کرنا، ان کی عزت افزائی کرنا اور ان کے ساتھ وقت گزارنا لازم سمجھا جاتا ہے۔ خواتین زیادہ تر ایسے موقعے پہ آرام کیے بغیر گھر آتے ہی مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے میں لگ جاتی ہیں۔ کھانے کے دوران ہر ایک کے آگے کھانا پیش نہ کرے تو اس کی بداخلاقی شمار کی جاتی ہے۔ گھر میں موجود ساس یا نندیں چاہے کچھ نہ کریں لیکن بہو کو پرکھنے کا پیمانہ ہی الگ مقرر کیا گیا ہوتا ہے۔ کھانے کے بعد چائے کا دور بھی لازم ہے۔ تمام لوازمات کے بعد بہو سے مہمانوں کے ساتھ بیٹھنے کی توقع کی جاتی ہے حالاں کہ وہ صبح سے مصروف رہ کہ تھکاوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اگر وہ مہمانوں کی موجودگی میں کچھ پل آرام کرنے کی غرض سے کمرے ذاتی کمرے میں چلی جائے تو بھی چہ مگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ نندیں آرام کریں تو کوئی پوچھتا ہی نہیں اور بالفرض پوچھ لے تو ماں ان کی طرف داری میں وضاحتیں دیتی ہے لیکن بہو کے بارے میں خود ہی ان کے ساتھ مل کر باتیں کی جاتی ہیں۔ مہمان خاندان بھر میں یہ باتیں مشہور کر دیتے ہیں۔

فصل سوم

اولاد کی تربیت و پرورش سے متعلقہ مسائل

اولاد کی تربیت و پرورش ماں کی اولین ذمہ داری ہے۔ایک ماں جس محبت اور شفقت کے ساتھ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کر سکتی ہے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ماں بچوں کی معاشی ضروریات کے لیے ملازمت کرنے نکلے تو باپ ان کے کھلانے پلانے اور پہنانے کی ذمہ داریاں ادا نہیں کر سکتا۔ اسے بچپن سے اپنے کام بھی خود کرنے کی عادت نہیں ڈالی گئی ہوتی اس لیے وہ بچوں کے کام بھی نہیں کر سکتا۔ماں کے ملازمت پیشہ ہونے سے باپ کے علاوہ بچوں کے ددھیال، ننھیال والوں کا بچے کی تربیت میں زیادہ کردار شامل ہو جاتا ہے۔ترقی یافتہ دور میں تربیت گاہوں کے قیام کی وجہ سے بچے تربیت کے لیے گھر سے غیر مانوس ماحول میں رسمی ماؤں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔بچوں کی تربیت ماں کے علاوہ کوئی بھی کرے اس سے بچے کی نفسیات پر اثر پڑتا ہے۔نہ تو ماں مطمئن رہتی ہے نہ ہی بچہ اپنی ابتدائی درس گاہ سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ماں کی ملازمت کرنے سے بچوں کی تربیت و پرورش میں جو کردار بھی شامل ہوتے ہیں بچوں کی ذہنیت اور شخصیت میں ان کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔ایسے بچوں اور ماں کے سائے میں پلنے والے بچوں کی شخصیت میں فرق ہوتا ہے۔

1۔الگ رہائش میں بچوں کی تربیت و پرورش سے متعلقہ مسائل:

ا۔باپ کا کردار:

کوئی مرد اپنے بچوں کی ماں کی طرح پرورش کر ہی نہیں سکتا۔ عورت کی فطرت ایسی بنائی گئی ہے کہ بوقتِ ضرورت ماں اپنے بچوں کی خاطر باپ کے فرائض سرانجام دے سکتی ہے لیکن مرد اولاد کے لیے کبھی ماں کا کردار ادا نہیں کر سکتا۔اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

> "عورت اپنی افتادِ طبع اور اپنی فطری ساخت کے خلاف اگر کوشش کرے تو کسی نہ کسی حد تک مرد کے کاموں کا بوجھ سنبھال لے جائے گی۔لیکن مرد کسی طرح بھی بچے جننے اور پالنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔تمام دنیا کے مرد چاہے کتنا ہی سر مار لیں وہ اپنی پوری صنف میں ایک معمولی درجہ کی ماں بھی پیدا نہیں کر سکتے۔"[1]

---

[1] مجذوبی، **عورت اسلام اور جدید سائنس**، ص:411

عورت گھریلو ہو یا ملازمت پیشہ اس پر بہر صورت بچوں کی پیدائش اور تربیت وپرورش کی ذمہ داریوں کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ بچوں کے کھانے پینے کا ہمیشہ خیال رکھنا، وقت پر ان کے کپڑے بدلنا، انہیں نہلانا دھلانا، ان کی صحت کا خیال رکھنا، بیماری کی حالت میں ان کو زیادہ توجہ دینا، کھیل کے دوران ان کی سرگرمیوں پہ نظر رکھنا، ان کو سکھانے کے لیے ان کے ساتھ کھیل میں شامل ہونا اور بن کہے ان کی بات سمجھ جانا ایک ماں ہی کر سکتی ہے۔ بچے کھیل کود میں آپس میں لڑائی جھگڑے بھی کرتے ہیں۔ماں انہیں سمجھاتی ہے اور ان کی آپس میں صلح کرواتی ہے۔ماں ملازمت کی ذمہ داریاں نبھانے کی وجہ سے بچوں کی تربیت وپرورش کے عظیم فریضے سے آزاد نہیں ہو سکتی۔

> “Child-care is the responsibility of the individual mother.She looks after the feeding,nursing and changing of clothes of her own children.But the mother is not expect to spend time fondling her child while there is home work awaiting her.”[1]

> "بچے کا خیال رکھنے کی اصل ذمہ داری ماں کی ہوتی ہے۔وہ اپنے بچے کی دیکھ بھال کرتی ہے اسے دودھ پلاتی ہے، اس کی پرورش کرتی ہے، اس کے کپڑے تبدیل کرواتی ہے۔ لیکن جب گھر کا بہت سارا کام اس کا منتظر ہو وہ اپنے بچے کو وقت نہیں دے سکتی ہے۔"

ملازمت پیشہ ماں کے بچے صبح سے شام تک اکیلے رہیں تو کوئی نقصان کر سکتے ہیں۔کچھ بچے بڑے بہن بھائیوں کی نگرانی میں چھوڑے جاتے ہیں لیکن بڑے بہن بھائیوں کا سمجھانا اور سکھانا ان کے لیے خاص متاثر کن نہیں ہوتا۔باپ گھر میں ہو تو کسی قدر بہتر ماحول ہوتا ہے لیکن بچے نہ تو باپ سے ماں کی طرح مانوس نہیں ہوتے ہیں نہ ہی باپ بچوں کو صحیح وقت نہیں دیتا۔ان کے درمیان لڑائی ہو جائے تو اس کو حل کرنے کے لیے اس کے پاس غصہ کرنے کے علاوہ کوئی تدبیر نہیں ہوتی۔بچوں کی پریشانی کو سمجھ کر اس کے مطابق ان کا مسئلہ حل کرنا کم مردوں کو ہی آتا ہے زیادہ تر باپ ایسا نہیں کر پاتے۔جو باپ بچوں کو اپنے ساتھ مانوس کر لیتے ہیں ان کے بچے ماں کی توجہ نہ ملنے سے اس سے بدظن ہونے لگتے ہیں۔ماں کو دور رہنا ان کی سوچ اور ان کی شخصیت پر برا اثر ڈالتا ہے۔ چھوٹی عمر کی محرومیاں تاحیات انہیں احساسِ کم تری سے دوچار کرتی ہیں۔

> "عورت کی ملازمت کرنے سے بچوں پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، خواہ یہ عورت کی غیر موجودگی کے وقفہ میں ہو، دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ہو، یا ملازمت کی وجہ سے زوجین کے درمیان تنازع کی صورت میں ہو ۔"[2]

---

[1] M.S Gore,Urbanization and Family Change,Ramdas Bhatkal for Popular Prakashan,Pvt.ltd,1968,P:6

[2] رحمانی، سنبھلی، **خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات**، ص:194

یعنی بچوں کو ماں کا وقت نہ ملنا، یا ماں کا اکثر اوقات گھر میں نہ ہونا اور باپ کا ماں پہ چلانا وغیرہ اس سب کا بچے کی ذہنیت پر منفی اثر پڑتا ہے۔

ب۔والدین کے اختلافات کا بچوں پہ اثر:

ملازمت کی وجہ سے میاں بیوی کی آپس میں کئی اختلافات ہو جاتے ہیں جو کسی نوعیت کے بھی ہوسکتے ہیں۔ماں باپ میں لڑائی جھگڑے اولاد کے کردار اور ذہنیت پر اپنے اثرات ڈالتے ہیں اس وجہ سے بچوں میں نفسیاتی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔یہ بات نفسیات کے ماہرین بھی بیان کرتے ہیں:-

"وہ والدین جن کے تعلقات اختلافات سے بھرے پڑے ہیں ان کے بچے عدم تحفظ اوراحساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ان کی شخصیت مثبت انداز میں پروان نہیں چڑھتی جس کے نتیجے میں وہ معاشرہ کے تلخ حالات کا سامنا کرنے کی صلاحیت سے محروم رہ جاتے ہیں۔اولاد ذہنی طور پر متاثر ہوتی ہے۔اس طرح ہلکا سا ذہنی دباؤ بھی انہیں ذہنی مریض بنا سکتا ہے۔"[1]

ملازمت پیشہ بیوی کے شوہر کو اس سے بہت شکایات رہتی ہیں جن کی بنیاپر ان میں کئی مرتبہ جھگڑے ہوتے ہیں بچے اس کا اثر قبول کر لیتے ہیں اور بچپن سے ہی ان کی شخصیت میں ایک خلا آجاتا ہے۔

ج۔ماں کا تلخ رویہ:

گھر آکر ماں ملازت کی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے اگر آرام کرنا چاہے اور بچے آرام میں خلل ڈالیں تو وہ بچوں کو ڈانٹتی ہے۔ذرا وقت گزرنے پر وہ کام کاج میں مصروف ہو جاتی ہے۔دن بھر ماں کے لیے ترستے ہوئے بچوں کو اس کے آنے پر بھی پیار اور شفقت بھری توجہ کی بجائے جھنجھلایا ہوا لہجہ دکھی کرتا ہے۔اس کی مصروفیات ہی بچوں کی حق تلفی کی وجہ بنتی ہیں۔معاملات عورت کے ہاتھ نہیں آتے اس لیے وہ الجھن کا شکار رہتی ہے۔ماں کی توجہ نہ ملنے سے بچوں کی زندگی میں جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ ختم نہیں ہو سکتا۔ماں کا بچوں کو کم وقت دینا بچوں کے اخلاقی بحران کا سبب بنتا ہے۔

[1] شبیر احمد، ڈاکٹر، **ہائی جین اینڈ پبلک ہیلتھ**، (لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی، 2012ء)، ص: 253

د۔بچوں کا اکیلے رہنا:

بچے اکیلے رہنے اور ماں کا مکمل توجہ نہ ملنے کی وجہ سے احساسِ کمتری کا شکار ہو سکتے ہیں۔اکیلے پن سے اکتا کر بچے موبائل،ٹی وی انٹرنیٹ وغیرہ کی غیر معمولی عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔بچوں کا اکیلے رہنا کئی اور لحاظ سے بھی خطرناک ہے۔ آئے دن بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات کی دل خراش خبریں اس بات کی متقاضی ہیں کہ انہیں اپنی نگرانی میں رکھا جائے۔ماں بیٹیوں کی ہم رازاور دوست ہوتی ہے بیٹیوں کو اس کا ساتھ چاہیے ہوتا ہے اس کی ملازمت کی وجہ سے بیٹیاں اپنے ہی گھر میں محفوظ نہیں ہو تیں۔بچوں کی عزت کی حفاظت کے لیے اس قدر احتیاط کرنے کا کہا گیا ہے کہ:-

"ماں کو اپنے جوان بیٹے کے ساتھ اکیلے گھر میں نہیں رہنا چاہیے اور باپ کو اپنی جوان بیٹی کے ساتھ گھر میں تنہا نہیں رہنا چاہیے مبادا کہ شیطان کسی غلط راستے کی طرف نہ لے جائے۔"[1]

محرم رشتوں میں سب سے قریبی رشتہ باپ کا ہے لیکن باپ کے ساتھ بھی بیٹی کا تنہا رہنا ممنوع ٹھہرایا گیا ہے۔یہ بھی حقیقت ہے کہ حقیقی باپ کی طرف سے بیٹیوں کے ساتھ غیر اخلاقی حرکتوں کے حوالے سے بھی واقعات منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔لہذا گھر میں بیٹی کے ساتھ باپ کا اکیلے رہنا بھی محفوظ نہیں۔لیکن ملازمت کی مجبوریاں بھی مسلم ہیں۔باکردار باپ اگرچہ اس طرح کے افعال میں مبتلاء نہیں ہوتے لیکن باپ بھی ہر وقت گھر موجود نہیں ہو سکتے نہ ہی وہ بچوں کی نگرانی کر سکتے ہیں۔

ر۔بچوں کی تعلیم:

ماں وقت کی کمی کے باعث بچوں کی پڑھائی میں بھی عموماً ان کی مدد نہیں کر سکتی اس لیے اکثر بچوں کی پڑھائی کے لیے ٹیوشن کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ملازمت پیشہ مائیں ان کو ادارے تک لانے لے جانے کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتیں۔اس وجہ سے بچوں خاص طور پر بیٹیوں کو اکیلے آنے جانے کی وجہ سے بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خصوصاً وہ خواتین جو رات کے وقت ملازمت کرتی ہیں ان کے لیے پریشانی زیادہ ہوتی ہے۔رات کے وقت ڈیوٹی کرنے والی نرسوں کے متعلق یہ بات سامنے آئی ہے کہ:-

"Nurses who work on the night shift scored high compared to those in the other shifts.This may also be due to havig to leave their homes and children at night with emotional distress in the children,being unable to

---

[1] محمد زبیر،ازدواجی زندگی:مسائل اور حل،ص:47

give adequate time to them and high levels of fatigue.Therefore they become exhausted earlier compared to their counterparts who work on day shifts."[1]

"جونرسیں رات کے وقت کام کرتی ہیں وہ باقی اوقات میں کام کرنے والی خواتین کی نسبت زیادہ مسائل کا شکار ہوتی ہیں۔یہ ان کے اپنے گھروں اور بچوں کو جذباتی پریشانی کی حالت میں چھوڑنے،ان کو مناسب وقت نہ دے پانے اور بہت زیادہ محنت کی وجہ سے ہوسکتاہے۔اس وجہ سے دن کو کام کرنے والی ساتھی خواتین کی نسبت جلدی تھکاوٹ کا شکار ہوتی ہیں۔"

س۔اولاد کی ذہنی نشو نما:

ملازمت پیشہ ماں گھر میں رہتے ہوئے بھی بچوں کی مکمل طور پر نگرانی نہیں کر سکتی۔اکثر آرام کرنے یا گھریلو کام کاج کی خاطر مائیں خود ہی بچوں کو موبائل دے دیتی ہیں۔دن بھر کی تھکاوٹ اور صبح ملازمت کے خیال نے ماؤں کو پیار بھری لوریاں سنانے کی رسم بھلادی۔اب بچے کو سلانا ہو یا چپ کروانا ہو تو اسے اس کی پسند کے کارٹون لگا کر دیئے جاتے ہیں۔ان آلات کے استعمال کی عادت پختہ ہوتی رہتی ہے جو بچوں کو اخلاقی طور پر کمزور کر دیتی ہے۔ماں کی کمی نہ تو باپ یا بہن بھائی پوری کرسکتے ہیں نہ ہی بچوں کے لیے خاص طور پر رکھی گئی ملازمہ۔محترمہ ثریا بتول علوی لکھتی ہیں:

"ماں کی غیر موجودگی سے بچوں کے دل ودماغ،ان کی نفسیات اوران کے عادات واخلاق پر جو اثر پڑا اس کی تلافی کیسے ہوسکتی ہے؟بچوں کی نگہداشت کے لیے رکھی جانے والی ملازمہ اگر جاہل اور گالم گلوچ کی عادی ہے تو بچوں کو خواہ مخواہ ڈانٹے جھڑکے گی۔گالم گلوچ کرے گی۔اس طرح بچوں کے اخلاق کے بگاڑ کا باعث بنے گی۔بچے وہی گالم گلوچ کرنے والے،بداخلاق،تعلیم بیزار اور دین بیزار بن جاتے ہیں۔"[2]

ماں کی عدم توجہی سے ان میں لاپرواہی اور بے فکری پیدا ہو گی۔ٹی وی،موبائل اور انٹرنیٹ کے ساتھ وقت گزاریں گے تو اس کا اثر ان کی شخصیت میں نمایاں ہو گا۔بات بات پہ سمجھانے کے لیے ماں نہیں ہو گی تو انہیں صحیح اور غلط پہچان نہیں ہوسکے گی۔یہی بچے جب سنِ شعور کو پہنچتے ہیں تو ماں سے اپنی حق تلفی کا ذکر کرتے ہیں۔بہت سے بچے جو مالی لحاظ سے مضبوط خاندانی پسِ منظر رکھتے ہیں وہ اپنے والدین کی توجہ نہ ملنے کی وجہ سے زندگی کے ہر میدان میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہتے ہیں۔کئی جوان لڑکے لڑکیاں جن کے ماں باپ معاشی طور پر مضبوط

---

[1] Shahana Naz,Ali Madeeh Hashmi ,Aftab Asif,**Burnout and quality of life in nurses of a tertiary care hospital in Pakistan**,Current Research in Psychology,vol:1,Issue:2,2017,P:234

[2] ثریا بتول علوی،**جدید تحریکِ نسواں اور اسلام**،ص:47

ہونے کی وجہ سے مہنگی اور بہترین اشیاء انہیں دلاتے ہیں لیکن جو پیار اور توجہ وہ چاہتے ہیں وہ انہیں نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی مریض بن چکے ہیں۔

"ملازمت پیشہ ماں بسوں، ویگنوں، رکشوں میں دھکے کھاتی ہے۔ جب گھر آتی ہے تو ترسے ہوئے بچے محبت اور توجہ کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہ بی بی اپنی تھکن سے چور ہڈیاں سمیٹ کر بستر پر جا گرتی ہے۔"[1]

باپ کی عدم موجودگی میں ماں اگر بچوں کی تربیت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے تو بچے سنور سکتے ہیں لیکن ماں کی توجہ نہ ملنے سے بچوں کی شخصیت میں آجانے والی کمیاں کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔

ل۔ بچوں کی صحت:

ملازمت پیشہ ماؤں کو گھر میں معمول سے ہٹ کے بچوں کی فرمائش پہ کھانے تیار کرنے کے لیے کم وقت ملتا ہے۔ چناچہ مائیں کبھی تو بچوں کی فرمائش پوری کرتی ہیں لیکن وقت بچانے کی خاطر اکثر بازار سے اشیاء خرید لیتی ہیں تا کہ بچے خوش رہیں۔ بازار کے کھانوں میں ماں کے ہاتھ کی مٹھاس ہوتی ہے نہ ہی وہ غذائیت سے بھرپور ہوتی ہیں بلکہ بازاری کھانے مضرِ صحت ہوتے ہیں۔ شہری خواتین ہفتے میں کچھ دن بچوں کے ساتھ باہر کھانا کھا لینے کو ترجیح دیتی ہیں۔ اس طرح اولاد سے پیار کا یہ اظہار ان کے لیے صحت کے حوالے سے مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔

2۔ بچوں کی پیدائش سے پہلے اور زچگی کے بعد کے مسائل:

ا۔ دوران حمل مشکلات کا سامنا:

ملازمت کرنے والی خواتین کو حمل دورانیے میں بھی جسمانی اور ذہنی مشقت کرنا پڑتی ہے۔ ان کے لیے صحت کا مکمل خیال رکھنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ ملازمت پیشہ خواتین ملازمت کے لیے روزانہ سفر کرتی ہیں۔ دور دراز علاقوں میں ملازمت کے لیے لمبا سفر طے کرنے سے کئی پیچیدگیاں ہو جاتی ہیں۔ سفر کی مشکلیں برداشت کر کے ملازمت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ گھر واپس آنے پر گھر کے بہت سے کام کرنے سے ان کی صحت شدید متاثر ہوتی ہے۔ جب ذمہ داریاں زیادہ ہوتی ہیں تو خواتین احتیاط نہیں کر پاتیں۔ بعض اوقات جلدی میں ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے جس سے حمل میں کئی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ الگ رہائش

---

[1] عامرہ احسان، **اکیسویں صدی اور مسلمان عورت**، ص:101

میں اکیلے ہونے کی وجہ سے سارا کام کرنا انہی کا دردِ سر ہوتا ہے جب کہ مشترکہ رہائش میں سسرال والوں کے طعنوں سے بچنے کے لیے آرام پر کام کا ترجیح دیتی ہیں۔اس عرصے میں خواتین یوں بھی عجیب وسوسوں اور خیالات کی وجہ سے پریشان رہتی ہیں ایسے میں ملازمت اور گھر کے حوالے سے پیش آنے والی پریشانیوں کی وجہ سے وہ اعصابی تناؤ کا شکار ہوتی ہیں جس کا اثر صرف ماں پر ہی نہیں بلکہ اولاد پر بھی پڑتا ہے۔ملازمت پیشہ خواتین اپنی مرضی سے چھٹی نہیں کر سکتیں اس لیے وہ باقاعدہ چیک اپ کے لیے ہسپتال بھی نہیں جا سکتیں۔اس سے بھی انہیں کئی مسائل پیش آتے ہیں کیونکہ ماں کی صحت کا بچے پہ بہت اثر پڑتا ہے۔ماں جسمانی بیماری کا شکار ہو یا ذہنی طور پر مضطرب ہو تو اس کی صحت و کیفیات بچے کی فطرت میں شامل ہو جاتی ہیں۔ تحقیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ صحت مند ماں کی اولاد ہی صحت مند ہو سکتی ہے ماں کی صحت اچھی نہ ہو تو بچے بھی تندرست نہیں ہوتے۔[1]

ب۔زچگی کے بعد کے مسائل:

حمل کے بعد زچگی کے مراحل سے گزر کر خواتین کو بہت زیادہ احتیاط اورآرام کی ضرورت ہوتی ہے۔نومولود کو بھی ہر وقت ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔[2] لیکن ہمارے ملک میں خواتین کو زچگی کے لیے کافی چھٹیاں نہیں ملتیں جس سے بچوں کی حق تلفی ہوتی ہے نجی اداروں میں کام کرنے والی خواتین زیادہ چھٹیاں اس لیے بھی نہیں کرتیں کیونکہ انہیں ملازمت چلے جانے کا ڈر ہوتا ہے۔سرکاری اداروں میں ملازمت کرنے والی خواتین کا الگ مسئلہ ہے کہ چھٹیاں کرنے کی صورت میں انہیں تنخواہ نہیں دی جاتی۔اس لیے مجبور مائیں بچوں کی پرورش پہ سمجھوتا کر کے ملازمت کے لیے چلی جاتی ہیں۔ محکمہ پولیس سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون افسر کے بارے میں معلومات ملیں کہ بچے کی پیدائش کے موقع پر اسے صرف دو دن کی چھٹی ملی تیسرے دن سے اس نے ملازمت کی ذمہ داریاں دوبارہ سنبھال لیں۔یہ ستم ہے کہ بچے چند دن کی عمر میں ماں کی محبت بھر آغوش سے دور کر دیئے جاتے ہیں۔ماں کی قربت کا حق بچے سے چھین لیا جاتا ہے۔ماں کے لیے بھی بچے کو چھوڑ کر ملازمت کے لیے جانا بہت مشکل ہے۔خود اس کو بھی جس وقت آرام کی سخت ضرورت ہے وہ چلنے پھرنے سے بھی تکلیف محسوس کرتی ہے وہ آرام کی بجائے کام ملازمت کی ذمہ داریاں ادا کرنے لگتی ہے۔جب ملازمت کی ذمہ داریاں سنبھال لیتی ہے تو اس کے پاس گھر میں کام کو چھوڑ کر آرام کرنے کا جواز نہیں رہتا۔اگر وہ سسرال میں رہتے ہوئے ایسا کرے تو باقی خواتین یہ برداشت نہیں کریں گی کہ کمائی کے لیے ملازمت کرنے تو چلی جائے لیکن گھر میں آرام کرتی رہے۔یہ سب باتیں خواتین کو ملازمت

---

[1] شبیر احمد، **ہائی جین اینڈ پبلک ہیلتھ**، ص:250

[2] ایضاً، ص:233

کے ساتھ گھر کا کام بھی جلدی سنبھال لینے پر مجبور کرتے ہیں۔خواتین اس مرحلے سے گزرنے کے بعد خود بھی مکمل صحت یاب نہ ہونے کی وجہ سے کئی مسائل کا شکار ہو جاتی ہے۔

3۔بچوں کی زندگی میں ڈے کیئر سینٹر اور گھریلو آیا کا کردار:

ا۔ڈے کیئر سینٹر:

مغرب کی دیکھا دیکھی وطنِ عزیز کی خواتین بھی بچوں کو ڈے کیئر سینٹر یا گھریلو آیا کے حوالے کرنے پر بخوشی آمادہ ہوگئی ہیں۔اس کے منفی نتائج روزمرہ کی زندگی میں دیکھنے کو مل رہے ہیں۔اولاد کی تربیت ماں کی بجائے اداروں کے ماحول پہ چھوڑدی جاتی ہے جس کی وجہ سے باہر کے ماحول کے اثرات گھر تک آنے لگتے ہیں اور گھریلو زندگی میں انتشار کی فضاء کاراج ہو جاتا ہے۔ جس عمر میں بچوں کو ماں کی ممتا کی مٹھاس شدید ضرورت ہوتی ہے اس عمر میں مائیں بچوں کو غیر کے حوالے کرتی ہیں تو بچے کیونکر ماں سے مانوس ہوں گے؟اس فکر انگیز حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"اب بچوں کی پرورش و تربیت کے ادارے تباہی کی طرف رواں دواں ہیں۔بچوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔نئی نسلیں ماں باپ کے بغیر پل رہی ہیں۔کسبِ معاش کے نام پر جب عورت نے گھر کو چھوڑا تو شوہر،بچے اور وہ خود ہی تباہ نہیں ہوئی بلکہ انسانی رشتے بھی اس ملازمت کی بھینٹ چڑھ گئے۔"[1]

ملازمت کے لیے جاتے ہوئے مائیں اپنے بچے کو پرورش گاہ میں چھوڑتی ہے دن بھر وہ بچے حقیقی ماؤں سے دور فرضی اور عارضی ماؤں کے پاس رہتے ہیں۔شروع میں روتے چلاتے بچے آہستہ آہستہ عادی ہو جاتے ہیں۔ملازمت سے واپسی پر یہ خواتین بچوں کو ساتھ لے کے گھر جاتی ہیں تو گھر کے کام کاج کی وجہ سے بچے پھر نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ ۔ حقیقی ماں سے دوری ان کی شخصیت کو گہنا کردیتی ہے۔تربیتی اداروں میں بڑھنے والے بچے حقیقی ماؤں کی گود میں پلنے والے بچوں سے یکسر مختلف ہوتے ہیں۔تربیت گاہیں بچوں کی شخصیت سازی نہیں کرپاتیں۔ ۔کیوں کہ:-

"پرورش گاہوں میں تربیت یافتہ نسل شاذ منحرف ناقص انسانیت کی حامل ہے۔تربیت گاہوں میں جو عورتیں ماں بنتی ہیں وہ جذبہ مادری سے محروم ہوتی ہیں،پھر بچوں کو تربیت گاہوں میں بھیجنے کے لیے انتہائی احمقانہ

---

[1] امِ سلمیٰ، **خاندانی نظام کا استحکام اور معاشرتی فلاح، العلم**، جون2017ء، جلد:1، شمارہ:1، ص:66

اور مجنونانہ حرکت کی جاتی ہے،وہ یہ کہ ماں ملازمت کرتی ہے تاکہ بچہ کی تربیت کرنے والی آیا کی تنخواہ دے سکے اور نتیجہ یہ کہ بچہ حقیقی ماں سے محروم اور آیا جذبہ مادری سے محروم۔"[1]

بچے ڈے کیئر سینٹر میں جن چیزوں کے عادی ہو جائیں گھر آکر بھی وہی سب چاہتے ہیں۔ جب گھر میں ان کی وہ خواہشات پوری نہ ہوپائیں تووہ ماں باپ سے متنفر ہو جاتے ہیں۔وہاں رہ کے بچے اپنے گھریلو ماحول کو نہیں اپنا سکتے۔گھر کا ماحول ان کے لیے بیگانہ ہو جاتا ہے۔بچوں کا یہ رویہ ان کی زندگی خراب کر دیتا ہے۔

ب۔گھریلو آیا:

بعض لوگ اپنے بچوں کی پرورش کے لیے گھر میں ہی آیا کا بندوبست کرتے ہیں۔ آیا تنخواہ کے بدلے بچوں کے کام کرتی ہے لیکن اس کے دل میں انسیت نہیں ہو سکتی۔وہ اکیلے میں بچوں کے ساتھ ظلم کرے گی، برا لہجہ اور غلط الفاظ استعمال کرے گی، بچوں کو اپنی مرضی کی چیزوں کا عادی کرنے کی کوشش کرے گی، بچوں کے سامنے بے ہودہ فلم ڈرامے لگائے گی۔اس سے بچوں کی ذہنیت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یا تو اس کے ظلم سے بچے سہم جائیں گے یا اس کی حرکات پہ عمل کرنے لگیں گے۔بچوں کی نگرانی کے لیے آیا رکھنے کا ایک نقصان یہ ہے کہ گھر کی مالکن کی غیر موجودگی میں گھر کی قیمتی اشیاء کے حوالے سے خطرہ ہو سکتا ہے۔دوسرے یہ کہ اگر مرد اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں گھر ہو تو آیا جو غیر محرم ہے اس کا مرد کے ساتھ گھر میں اکیلے رہنا کئی جرائم کا سبب بن سکتا ہے۔

4۔بچوں کا ہاسٹل میں رہنا:

ا۔ کھانا پینا اور عادات:

کچھ ملازمت پیشہ خواتین اپنی مصروفیت کے باعث بچوں کو توجہ اور وقت نہیں دے پاتیں اس لیے تعلیم کی خاطر وہ انہیں ہاسٹلز میں بھیج دیتی ہیں تاکہ بچوں کی تعلیم کی طرف سے انہیں سہولت مل سکے اور ان کی تربیت بھی ہوتی رہے۔ لیکن ہاسٹلز میں رہنے والے بچے بہت سی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔وہاں بچوں کی خوراک کا گھر کی طرح خیال نہیں رکھا جاتا۔بچوں کی خواہش کے مطابق کھانا نہیں بنایا جاتا۔جو کھانا بنایا گیا ہو اسے ہر صورت کھانا لازم ہے ورنہ بھوکے رہیں گے۔وہاں کئی خاندانوں کے بچے ہوتے ہیں جن کی عادات دوسرے بچے بھی اپنا لیتے ہیں کئی بچے ہاسٹلز میں رہنے کی وجہ سے اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

---

[1] محمد قطب، **انسانی زندگی میں جمود وارتقاء**، (لاہور: البدر پبلیکیشنز، 1982ء) ص:264

ب۔ سخت رویے:

ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں سے دور رہنے کا دکھ بھی بچوں کو گھائل کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہاں پر بچوں کے ساتھ سختی کی جاتی ہے۔ تنخواہ کے عوض بچوں کا خیال رکھا جاتا ہے اور ان کی کسی لغزش پہ غصہ کرکے ان کی دل آزاری کی جاتی ہے۔ اصل میں تو ماں کو بھی بچوں کے سختی سے پیش آنے سے علماء منع فرماتے ہیں:۔

"عورت پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ صبر وشفقت کے ساتھ اولاد کی تربیت کرے۔ اولاد پر غصہ نہ کرے۔ انہیں چیخ چیخ کر نہ ڈانٹے۔ ان کو گالی نہ دے۔ ان کو مارے نہیں اور ان کو بد دعا نہ دے۔"[1]

ہاسٹلز میں اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ وارڈن عموماً کرخت لہجہ اختیار کرتی ہیں بچے، جو محبت سے منانے اور سمجھائے جانے کے عادی ہوتے ہیں سخت لہجوں سے ان کی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔ ہاسٹلز کی رہائش اس لیے بھی محفوظ نہیں کہ بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں۔ بچے جب ڈپریشن کا شکار ہوں تو پڑھائی میں ان کی دلچسپی کم ہوجاتی ہے اور وہ ذہنی طور پر بھی تندرست نہیں رہتے۔ بچوں کو جس مقصد کے لیے ہاسٹل میں بھیجا گیا تھا وہ تو پورا نہ ہو اس کے علاوہ بہت نقصان ہوجاتا ہے۔

5۔ مشترکہ گھریلو نظام میں بچوں کی تربیت و پرورش کے مسائل:

ا۔ گھر کے افراد کا طرزِ عمل:

مشترکہ خاندانی نظام میں بچوں کی تربیت میں گھر کے باقی افراد کا کردار شامل ہو جاتا ہے جس سے کئی مسائل جنم لیتے ہیں۔ صبح سے شام تک بچہ جس کے پاس رہتا ہے اس کے اعمال کا اثر بچے کے ذہن پہ ضرور پڑتا ہے عموماً بچے دادی کے پاس رہتے ہیں دادی اپنے دور کے طریقوں پر بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ گھر میں موجود دیگر لوگوں مثلاً دادا، چچا اور تائی چچی وغیرہ کا بھی بچے کی پرورش وتربیت میں کردار کافی حد تک شامل ہوجاتا ہے۔ ماں بچے کو سمجھائے گی، سکھائے گی لیکن اس کی غیر موجودگی میں گھر کے دیگر افراد کا رویہ یا ان کا طرزِ عمل بچے کے ذہن پہ مختلف اثرات مرتب کردیتا ہے۔ جس پہ یا تو ماں سمجھوتا کرلیتی ہے یا احتجاج کرتی ہے۔ گھر والوں کو بچے کی منفی عادات کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے انہیں تعاون کرنے کا کہتی ہے تو اکثر بڑے اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ اب بہو انہیں سمجھائے گی کہ بچے کی تربیت کیسے کرنی ہے۔ کئی گھروں میں اس بات پر بھی

---

[1] عبد الہادی، عبد الخالق، **بیوی اور شوہر کے حقوق**، ص:129

لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں۔ گھر میں کسی قسم کی بھی کشید گی یا آپس میں لڑائی جھگڑے ہوں تو بچوں کے ذہن پہ اس کا اثر پڑتا ہے۔

"بحث مباحثہ، کٹ حجتی یا طعنہ زنی گھر میں فضا کو مکدر کر دیتی ہے۔ایسی دھاں دھار فضا بچوں کے اندر تک اتر کر ان کی شخصیات پر بڑے گہرے داغ دھبے چھوڑتی ہے۔"[1]

اگر ملازمت پیشہ خاتون کے اپنے سسرال والوں سے تعلقات خراب ہوں تو بچوں کو ان کے حوالے کر کے وہ خود سکون میں نہیں رہتی اور گھر والے بھی ماں کی غلطی کی سزا بچوں کو دیتے ہیں۔ مثلاً وقت پر بچوں کے کپڑے نہیں تبدیل کیے جاتے، انہیں نہلایا نہیں جاتا، کھلانے پلانے میں احتیاط نہیں کی جاتی وغیرہ۔ بچوں کے بارے میں گھر والوں کی لاپرواہی دیکھ کر خواتین ڈپریشن کا شکار ہوتی ہیں۔

کئی گھرانوں میں گھر کے افراد خصوصاً ماں باپ اور دیگر بڑے مرد کا اپنے بچوں کے ساتھ گھلنا ملنا پسند نہیں کرتے ایسے افراد کے نظریے کے مطابق بچوں کی تربیت و پرورش کی تمام تر ذمہ داری ماں پہ عائد ہے۔ اس لیے یہ باور کروایا جاتا ہے کہ بچوں سے زیادہ قریب ہونا، ان کے ساتھ کھیلنا مرد کا رعب ختم کرتا ہے۔

"........During the day the father may be busy,but more importantly he is discouraged by custom from playing with his child "[2]

"۔۔۔۔۔دن کے وقت باپ مصروف ہو سکتا ہے لیکن زیادہ اہم یہ ہے کہ اپنے بچے کے ساتھ کھیلنے کے حوالے سے اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔"

اس طرح کے ماحول میں جب ماں کے علاوہ دیگر تمام رشتے اجنبی رویہ رکھتے ہوں بچوں کی تربیت بہت متاثر ہوتی ہے۔ عموماً ایسے بچے اپنے قریبی رشتوں سے بد ظن ہو جاتے ہیں۔

ب۔ اولاد کی صحت:

ملازمت پیشہ خواتین مشترکہ خاندان میں اپنی اولاد کی صحت کا صحیح خیال بھی نہیں رکھ پاتیں۔اسکول جانے والے بچوں کے اسکول کے لیے خود کھانا تیار کرنا ان خواتین کے لیے مشکل ہوتا ہے کیونکہ عموماً اس وقت

---

[1] عامرہ احسان، **اکیسویں صدی اور مسلمان عورت**، ص:43

[2] M.S Gore,**Urbanization and Family Change**,P:20

ان کے لیے زیادہ مصروفیت اورافراتفری کاسماں ہوتا ہے مثلاً خود ملازمت کے لیے تیاری کرنا، گھروالوں کے لیے ناشتہ تیار کرنااوراس کے علاوہ ملازمت کے لیے نکلنے سے پہلے اپنی دیگر گھریلوذمہ داریاں سرانجام دیناوغیرہ۔اس لیے بچوں کے دن کے کھانے کے لیے بازاری اشیاء پیک کردی جاتی ہیں یا بچے اسکول کینٹین یابازار سے غیر معیاری کھانے کھالیتے ہیں جو صحت کے لیے مضر ہیں۔

ج۔اولاد کی خواہشات:

بچوں کی فطرت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ماں باپ جب گھر کولوٹتے ہیں توان سے کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ لوٹنے کی توقع کی جاتی ہے۔ماں گھر میں دیگر بچوں کے ہوتے ہوئے صرف اپنے بچوں کے لیے کچھ لائے تو یہ غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔اپنی تنخواہ سے کئی خرچے پورے کرنے والی خاتون آئے دن سب کے لیے کھانے پینے کی اشیاء خرید کر نہیں لاسکتی۔اس لیے وہ باقی بچوں کی وجہ سے اپنی اولاد کی فرمائش بھی رد کر دیتی ہے۔اگر وہ صرف اپنے بچوں کے لیے کچھ خرید کے لائے تو سسرال والے برامناتے ہیں۔وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ملازمت پیشہ خواتین کو بھی مالی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔

6۔مطلقہ وبیوہ خواتین کے بچوں کے مسائل:

باب اول میں طلاق کے موضوع پر بحث کی جاچکی ہے۔اعدادوشمار کے مطابق پاکستان میں بھی مغرب کی طرح طلاق کارجحان بڑھ رہاہے۔کئی جگہوں پہ بیوی کی ملازمت طلاق کی وجہ بن جاتی ہے لیکن یہی ملازمت جس پہ عورت کومان تھاطلاق کے بعد اس کے لیے عذابِ جاں بن جاتی ہے۔مطلقہ وبیوہ خواتین کو مندرجہ ذیل مسائل پیش آتے ہیں۔

ا۔دوسری شادی کرنے والی خواتین کی اولاد کی مشکلات:

عام طور پر عوت کادوسراشوہر اس کے پہلے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری نہیں اٹھاتا کہ وہ کسی غیر کے بچوں کابوجھ اٹھانے کاذمہ دار نہیں لہذاماں کو ہی ملازمت جاری رکھناپڑتی ہے اور پہلے ملازمت پیشہ نہ ہونے کی صورت میں ملازمت تلاش کرتی ہے تاکہ کسی کااحسان لیے بغیر اپنے ہی بل بوتے پر اپنے بچوں کی پرورش کرسکے۔لیکن یہاں اسے مسائل زیادہ پیش آتے ہیں۔ملازمت کی وجہ سے اسے جس تعاون کی ضرورت ہے اسے وہ مل نہیں پاتا۔بچوں سے شوہر کی انسیت حقیقی باپ جیسی نہیں جس وجہ سے ماں کی غیر موجودگی میں ان کاخیال نہیں رکھ سکتا۔ماں بھی

فکر مندی کا شکار رہتی ہے۔ اگر اس کی اولاد میں بیٹی یا بیٹیاں بھی شامل ہوں تو ملازمت کے اوقات میں جب تک ماں گھر موجود نہیں ہوتی اسے ان کے عدم تحفظ کا احساس پریشان کیے رکھتا ہے۔ اس سفاک دور میں جہاں انسان اپنے سگے رشتوں پر اعتماد نہیں کر سکتا وہاں سوتیلے رشتے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ اخبارات اور ٹیلی ویژن میں سوتیلے باپ کی بیٹیوں سے بد عملی کے کئی واقعات کی خبریں موجود ہوتی ہیں۔ صرف بچیاں ہی نہیں بلکہ بچے بھی زیادتی کا شکار ہوتے ہیں۔ ماں جن کی خاطر ملازمت کے لیے دن بھر گھر سے باہر رہتی ہے وہی بچے گھر کی چار دیواری میں بھی محفوظ نہیں ہوتے۔ اگر ان کے سوتیلے بہن بھائی ہوں مسائل مزید بڑھ جاتے ہیں۔ ماں کی غیر موجودگی میں وہ ان کے ساتھ غلط رویہ رکھیں گے انہیں خواہ مخواہ تنگ کریں گے اگر وہ ماں شکایت کریں تو اکیلے میں انہیں مزید ڈراتے دھمکاتے رہیں گے۔ ماں اگر اپنے بچوں کے ساتھ ناانصافی پر انہیں ڈانٹے تو شوہر ڈھال بن جاتا ہے۔

ب۔ دوسری شادی نہ کرنے والی خواتین کی اولاد کے مسائل:

مطلقہ اور بیوہ خواتین ملازمت کے لیے یہ گھر سے باہر تو جاتی ہیں لیکن بچوں کا اکیلے رہنا انہیں فکر مند کیے رکھتا ہے۔ بچوں کے سر پہ باپ کا سایہ نہ ہونے سے انہیں ان کے تحفظ کی پریشانی رہتی ہے۔ انہیں ملازمت، گھر کے کام کاج اور گھر کے حوالے سے باہر کے تمام انتظامات خود ہی سنبھالنے ہوتے ہیں۔

> "جو خواتین عدالت میں بچوں کے نان نفقہ کے لیے مقدمہ دائر کرتی ہیں ان کا کہنا ہے کہ بچوں کے والد اس سلسلے میں انہیں بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں، باقاعدگی سے خرچ نہیں دیتے جبکہ انہوں نے بچوں کے تعلیمی اخراجات بھی برداشت کرنے ہوتے ہیں اور دیگر ضروریات بھی پوری کرنی ہوتی ہیں۔ اگر ان کے والد کی جانب سے خرچہ ملنے پر تاخیر ہو یا خرچہ نہ ملے تو انہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"[1]

دوسری شادی نہ کرنے والی خواتین باپ بھائی اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں کسی عزیز رشتہ دار کے سہارے پہ رہیں یا الگ گھر میں ، خودداری کے خیال سے ملازمت کر لیتی ہیں۔ ملازمت کے دوران اور گھر میں بھی وہ بچوں کے بارے میں بہت حساس ہو جاتی ہیں کیونکہ جن بچوں کی خاطر آج وہ دوڑ دھوپ کر رہی ہیں کل کو وہی بچے ماں کے بڑھاپے کا سہارا بننے والے ہوتے ہیں۔ لہذا بچوں کی اچھی تربیت کے لیے اکیلے ماں ہی مشقت برداشت کرتی ہے۔ مطلقہ خاتون کے بچوں کا باپ بچوں کے حوالے سے اسے تنگ کرتا ہو، گھر تک آجاتا ہو تو اسے یہ فکر بھی گھیرے رکھتی ہے کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں گھر آکر بچوں کو ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ ہر وقت

[1] سیدہ سعدیہ، **خاندانی نظام کا استحکام اور معاشرتی فلاح**، ص:83

کی فکر مندی اور اکیلے پن کی وجہ سے اداسی اور بے چینی ماں کو ذہنی دباؤ کا شکار کرتی ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کا خمار بچوں پر اتار دیتی ہے۔اس موضوع پر عامرہ احسان نے اس طرح بحث کی ہے:۔

"تنہاماں کے سر پر پلنے والے بچے نظر انداز ہوتے رہتے ہیں۔تنہاماں،نوکریوں کے دھکے کھاتی اور بچوں کی پرورش کے گھمبیر مسائل کا سامنا کرتے ٹوٹ جاتی ہے۔ایسی نفسیاتی کیفیت میں وہ بچوں کی شامت لاسکتی ہے ۔سنگ دلانہ بے رحمی کی مرتکب ہوتی ہے۔کئی مائیں ملازمت کی وجہ سے ننھے بچوں کو گھر میں بے یارومددگار لاک کر کے چھوڑ جاتی ہیں اور بچے گھریلو حادثوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔"[1]

طلاق یافتہ ہونے کی تکلیف کے ساتھ مسلسل جدوجہد سے وہ ہلکان ہو کے رہ جاتی ہیں۔جب کہیں بس نہیں چلتا تو بچوں اور خود کو اذیت سے دوچار کرتی ہیں۔میاں بیوی میں طلاق واقع ہونے سے بچوں کی زندگیاں تباہ وبرباد ہو جاتی ہیں۔بچے محرومیوں کا شکار ہوتے ہیں۔یہ محرومیاں ان بچوں کے معصوم ذہنوں پہ گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں جس کے نتائج جلد یابدیر سب کی نظروں کے سامنے آجاتے ہیں۔

ج۔بچوں کی شخصیت:

مطلقہ اور بیوہ خواتین کے بچے ماں کا سہارا بننے کے تصور سے ذہنی طور پر بچپن میں ہی بڑے ہو جاتے ہیں۔یہ احساس انہیں اپنی خواہشات پر گھر کی ضروریات کو ترجیح دینے پر مجبور کرتا ہے۔جیب خرچ کے لیے ملنے والی چھوٹی چھوٹی رقم کو جمع کر کے ماں کو ضرورت کی کوئی چیز خریدنے کا معصومانہ مشورہ دیتے ہیں۔بچے ماں کو پریشانیوں سے نکالنے کے لیے کم عمری میں ہی محنت مشقت کرنے کی کوشش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔تنہاماں کے سر پلنے والے بچے محرومیوں کو قبول کر لیتے ہیں۔خواتین کی ملازمت سے بچوں کی تربیت وپرورش بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ملازمت پیشہ ماں کو بچوں کی زندگی کے ہر مرحلے میں مسائل کا سامنا رہتا ہے۔ماں کی جسمانی اور ذہنی مشقت کا بچے کی نفسیات پر اثر پڑتا ہے۔بچوں کی پیدائش کے بعد ماں کے جلد ملازمت شروع کرنے سے بچوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔جس عمر میں بچہ مکمل طور پہ ماں کا محتاج ہوتا ہے اس دور میں انہیں ددھیال ننھیال یاڈے کیئر سینٹرز کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔دادی نانی اپنے تجربات اور ادارے تربیتی کورسز کے مطابق کتنی بھی کوشش کر لیں بچے کی زندگی میں ماں کی اہمیت وضرورت اپنی جگہ قائم رہتی ہے جس کی کمی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ماں کے دکھوں اور مشکلات کا مداوا کرنے اور اس کا سہارا بننے کے لیے ان خواتین کے بچے کھیلنے کی عمر میں ہی ماں کی ذمہ داریاں بانٹنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

---

[1] عامرہ احسان، اکیسویں صدی اور مسلمان عورت، ص:122

حاصلِ کلام:

ملازمت پیشہ خواتین کو عائلی فرائض کی ادائیگی میں بہت سے مسائل پیش آتے ہیں۔اسلامی تعلیمات سے دور ہونے کی وجہ سے لوگ حقوق وفرائض کا تعین نہیں کرپاتے اور جو چیزیں فرض نہ ہوں انہیں فرض کرلیتے ہیں۔ملازمت پیشہ خواتین کی غیر ضروری کام جو شریعت نے ان کے ذمے نہیں رکھے وہ نہیں کرپاتیں۔اس کی وجہ ان کی مصروفیت یا باشعور ہونے کی وجہ سے اپنے فرائض کی پہچان بھی ہوسکتی ہے۔انہیں اصل عائلی فرائض کی ادائیگی میں ہی کئی مسائل پیش آتے ہیں چہ جائیکہ وہ غیر ضروری کام بھی کریں۔خواتین کو ملازمت کی وجہ سے شوہر، سسرال اور بچوں کے حوالے سے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خواتین شوہر کی ذمہ داریوں میں اس کا ساتھ دیتی ہیں لیکن بدلے میں انہیں شوہر کا ساتھ کم ہی ملتا ہے بلکہ حقوق کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے شوہر ان سے خفا رہتے ہیں کیونکہ شوہر کی اطاعت،خدمت، تعظیم وتکریم ،بناو سنگھار،شوہر کے گھر اور مال کی حفاظت کا کماحقہ اہتمام نہیں کرپاتیں۔اپنی عزت کی حفاظت میں ذرا سی لغزش پہ خواتین کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جاتا ہے۔شوہر اکثر اپنے حقوق پہ سمجھوتا نہیں کرتے اس لیے وہ خواتین کی طرف سے ان کی ادائیگی نہ ہونے پر ان کے لیے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ملازمت پیشہ خواتین ذمہ داریاں زیادہ ہونے کی وجہ سے سسرال والوں کی امیدوں پہ بھی پورا نہیں اتر سکتیں۔روز مرہ کے گھریلو کاموں کو وہ کسی طرح بجالانے کا اہتمام کرتی ہیں لیکن سسرال والوں کی ہر طرح کی خدمت واطاعت نہیں کرسکتیں۔اس کی وجہ سے سسرال والے ان کے لیے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ملازمت پیشہ خواتین کا ایک بڑا مسئلہ بچوں کی تربیت وپرورش ہے۔ان کی ملازمت سے بچوں کی تربیت وپرورش بہت متاثر ہوتی ہے۔ملازمت سے جس قدر استفادہ کیا جائے بچوں کے حوالے سے ہونے والا نقصان ہر صورت اس سے بڑھ کر ہے۔ملازمت پیشہ خواتین کے بچے محرومیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

باب چہارم: مسائل کا شماریاتی تجزیہ اور اسلامی تعلیمات

فصل اول: ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کا شماریاتی تجزیہ

فصل دوم: خواتین کی ملازمت: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

فصل سوم: ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل کا مجوزہ حل

فصل اول

ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کا شماریاتی تجزیہ

پاکستان میں ملازمت پیشہ خواتین انتہائی مشکل زندگی گزار رہی ہیں۔ ملازمت کے لیے دن بھر گھر سے باہر رہ کے محنت مشقت کرنے والی خواتین کی زندگی کئی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ان کی عائلی زندگی بہت متاثر ہوتی ہے۔ملازمت پیشہ خواتین کی زبانی ان کے مسائل سے آگاہی کے بعد اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔مجبوری کے باعث ملازمت کرنے والی خواتین مشکلات اور مسائل کے باوجود ملازمت نہیں چھوڑ سکتیں کیونکہ ان کی ملازمت چھوڑنے سے خود انہیں اور ان سے وابستہ لوگوں کو معاشی و معاشرتی لحاظ سے کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

1۔سروے کا مقصد:

ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کتب و رسائل اور انٹرنیٹ کی ویب سائٹس کے ذریعے بھی سامنے آتے ہیں۔ لیکن ان ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات میں مبالغہ آرائی بھی ہو سکتی ہے لہذا ان کے مسائل تک حقیقی رسائی کے لیے خواتین سے ان کے مسائل دریافت کرنے کا طریقہ محفوظ اور قابلِ اعتماد ہے۔اسی مقصد کے لیے مقالہ ہذا کے موضوع سے متعلق ملازمت پیشہ خواتین کی آراء کا جائزہ لینے کے لیے سروے کیا گیا۔ جس سے مقالہ نگار کو مفید معلومات ملیں۔

2۔سروے کا طریقہ:

نگرانِ مقالہ کی مدد سے سروے کے لیے 20 سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ تیار کیا گیا جس میں اس بات کو مدِ نظر رکھا گیا کہ ملازمت پیشہ خواتین کے ملازمت کی وجہ سے عائلی زندگی کو متاثر کرنے والے معاملات سے متعلق سوالات مرتب کیے گئے۔300 خواتین سے سوالنامہ پُر کروایا جن کا تعلق مختلف شعبوں سے تھا، اسکول، ہسپتال، بینک، دفاتر، فیکٹریاں، شاپنگ سینٹر، بیوٹی سیلون وغیرہ۔ سوالنامہ بھیج دی۔60 فیصد خواتین کا تعلق گاؤں اور نواحی علاقوں سے اور 40 فیصد کا تعلق شہری علاقوں سے تھا۔اس حوالے سے مختلف خواتین سے ملاقات کی۔کئی ایک سے اپنی نگرانی میں سوالنامہ پر کروایا۔کئی خواتین نے اپنے مسائل کے حوالے سے تفصیلاً گفتگو کی جس سے ان کے مسائل جاننے میں آسانی ہوئی۔

نمبر شمار	شعبہ	تعداد
1۔	ٹیچرز	60
2-	نرسز	40
3-	فیکٹری ورکرز	40
4-	ڈاکٹرز	20
5-	ہیلتھ ورکرز	20
6-	بینکرز	20
7-	محکمہ پولیس	20
8-	بیوٹیشنز	20
9-	سیلز گرلز	20
10-	آیا	20
11-	رسیپشنسٹس	20
	کُل خواتین	300

ہر سوال کے 5 ممکنہ جواب ہوسکتے تھے: متفق، انتہائی متفق، غیر جانبدار، غیر متفق، انتہائی غیر متفق۔

3۔ سروے کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نتائج کے تجزیہ کا طریقہ کار:

سوالنامہ کے ذریعے حاصل شدہ مواد کا تجزیہ کرنے کے لیے ٹیبلز(Tables)اوران کی بنیاد پر گراف بنائے۔ گراف میں متفق، انتہائی متفق، غیر جانبدار، غیر متفق، انتہائی غیر متفق کے لیے بالترتیب Agree,stronglyAgree,neutral,DisAgree,StronglyDisAgreeکے ابتدائی حروفA,S.A,N,D.A,S.D.Aاستعمال کیے۔ نتائج کو بیان کرنے کے لیے متفق اور انتہائی متفق کے مجموعی تعدد کے طور پر بیان کیا گیا جب کہ غیر متفق اور انتہائی غیر متفق کو غیر متفق میں شمار کیا گیا۔

سوال نمبر1:

ملازمت کے لیے آنے جانے میں خواتین کے ساتھ تعاون نہیں کیا جاتا؟		
	تعداد	فی صد
متفق	100	33٪
انتہائی متفق	66	22٪
غیر جانبدار	38	13٪
غیر متفق	90	30٪
انتہائی غیر متفق	6	2٪
	300	100٪

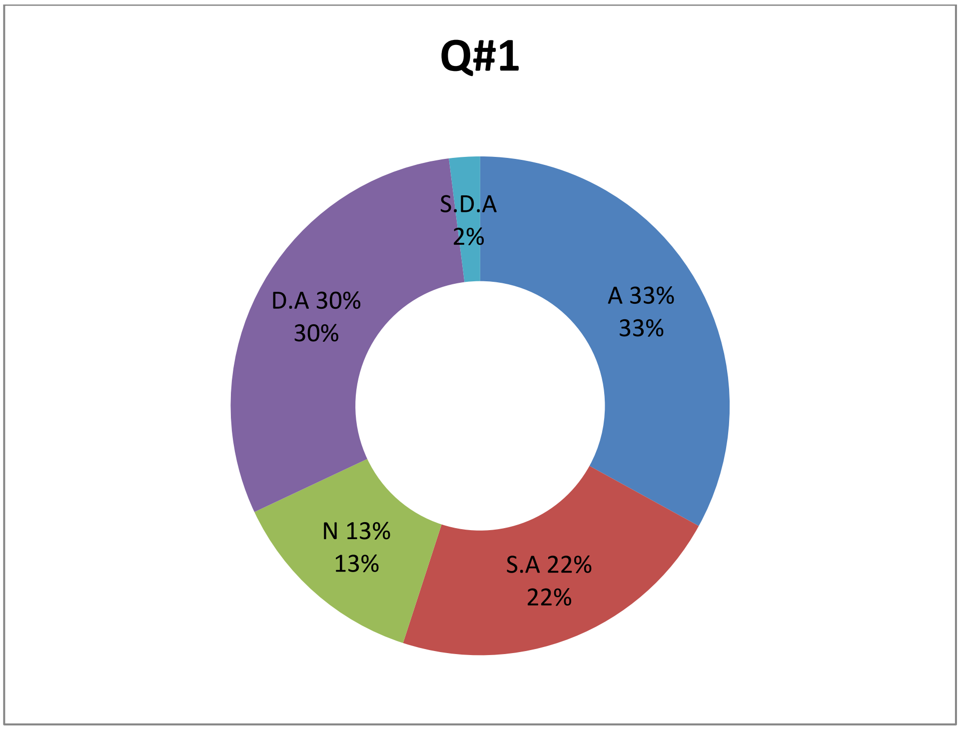

درج بالا گراف اور ٹیبل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملازمت کے لیے آنے جانے میں عدم تعاون کے حوالے سے کیے گئے سوال کے جواب میں 55 فیصد خواتین متفق ہیں۔32 فیصد اس سے غیر متفق ہیں۔13 فیصد غیر جانبدار رہیں۔

سوال نمبر :2

ملازمت کی وجہ سے خواتین عدم اعتمادی کا شکار ہوتی ہیں؟		
	تعداد	فی صد
متفق	114	38٪
انتہائی متفق	34	11٪
غیر جانبدار	16	**5٪**
غیر متفق	106	35٪
انتہائی غیر متفق	30	٪10
	300	100٪

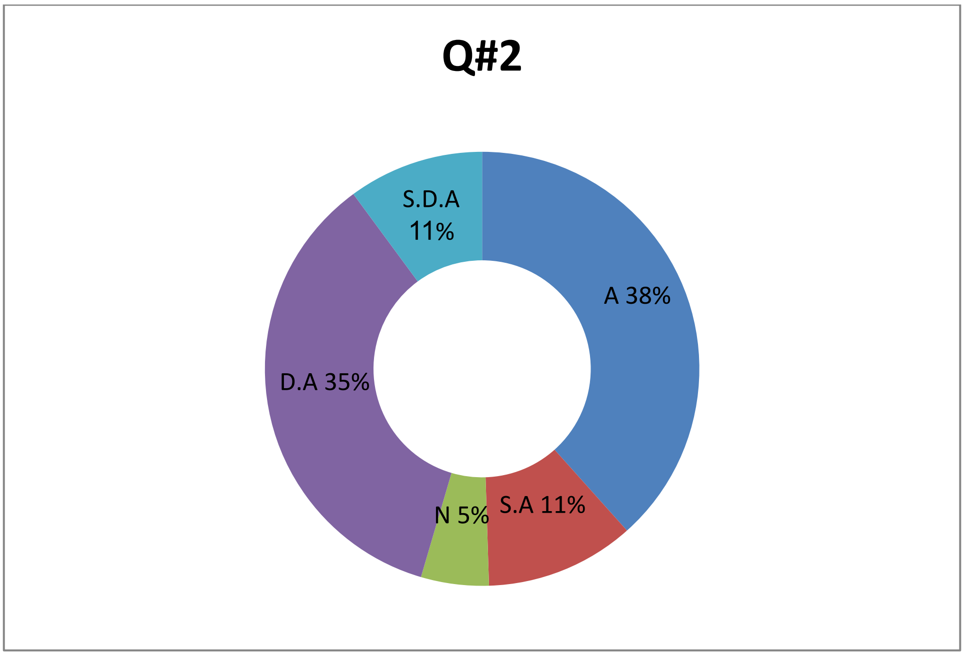

درج بالا گراف اور ٹیبل سے معلوم ہوا کہ عدم اعتمادی سے متعلق کیے گئے سوال کے جواب میں 49 فی صد خواتین متفق اور 45 فی صد خواتین غیر متفق ہیں۔5 فی صد خواتین انتہائی غیر جانبدار رہیں۔

سوال نمبر:3

ازدواجی عدم مطابقت باہمی تعلقات کی خرابی کا باعث بنتی ہے؟		
	تعداد	فی صد
متفق	118	٪40
انتہائی متفق	60	٪20
غیر جانبدار	10	٪3
غیر متفق	102	٪34
انتہائی غیر متفق	10	٪3
	300	٪100

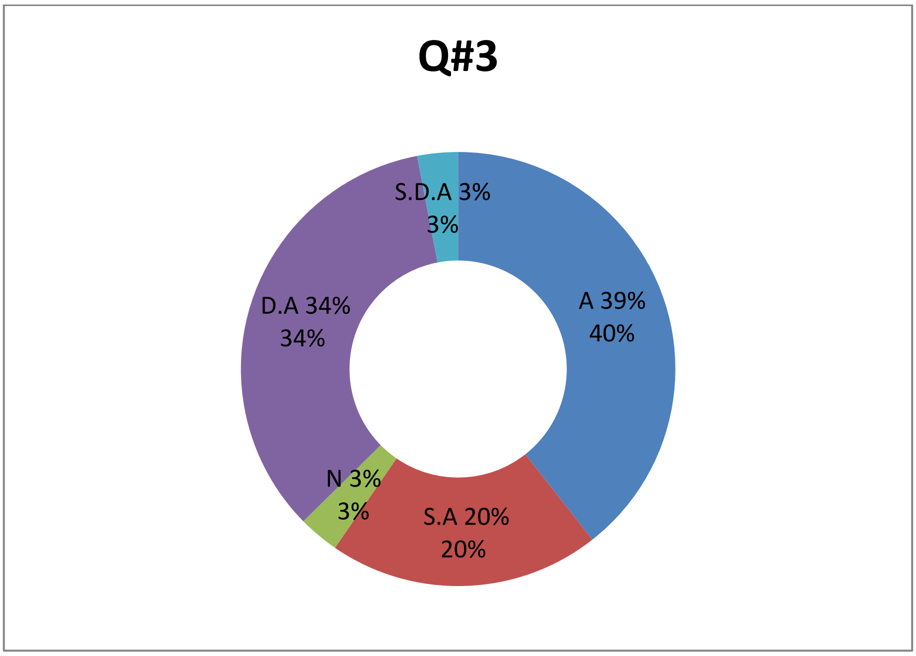

درج بالا گراف اور ٹیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ زدواجی عدم مطابقت سے متعلق کیے گئے سوال کے جواب میں 60 فیصد خواتین متفق ہیں 3 فی صد خواتین اس معاملے میں غیر جانبدار ہیں۔ 37 فیصد خواتین غیر متفق ہیں

سوال نمبر 4:

ملازمت اور گھریلو کام کاج کی وجہ سے خواتین کو آرام کا موقع کم ملتا ہے؟		
	تعداد	فی صد

متفق	162	55٪
انتہائی متفق	96	33٪
غیر جانبدار	6	2٪
غیر متفق	28	9٪
انتہائی غیر متفق	4	1٪
	300	100٪

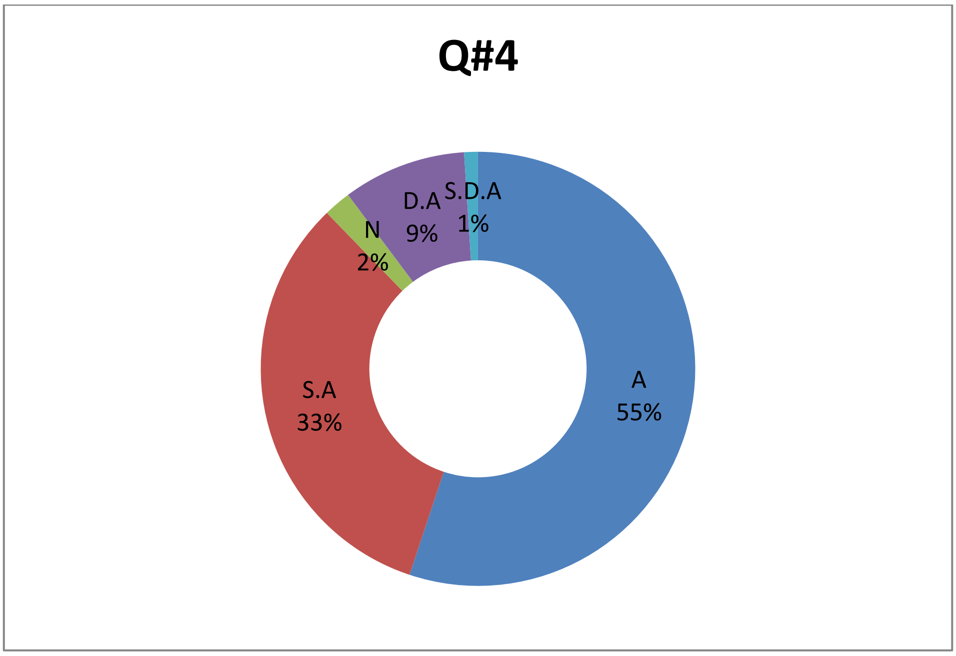

درج بالا گراف اور ٹیبل یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ملازمت اور گھریلو کام کاج کی وجہ سے خواتین کو آرام وسکون موقع کم ملنے کے حوالے سے کیے گئے سوال سے متعلق کل 88 فیصد خواتین اتفاق کرتی ہیں،10 فیصد خواتین اس سے غیر متفق ہیں،2فی صد غیر جانبدار ہیں۔

سوال نمبر5:

دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے خواتین صحت کے مسائل کا شکار ہوتی ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	152	50٪

انتہائی متفق	98	٪33
غیر جانبدار	0	0
غیر متفق	52	٪17
انتہائی متفق	0	0
	300	٪100

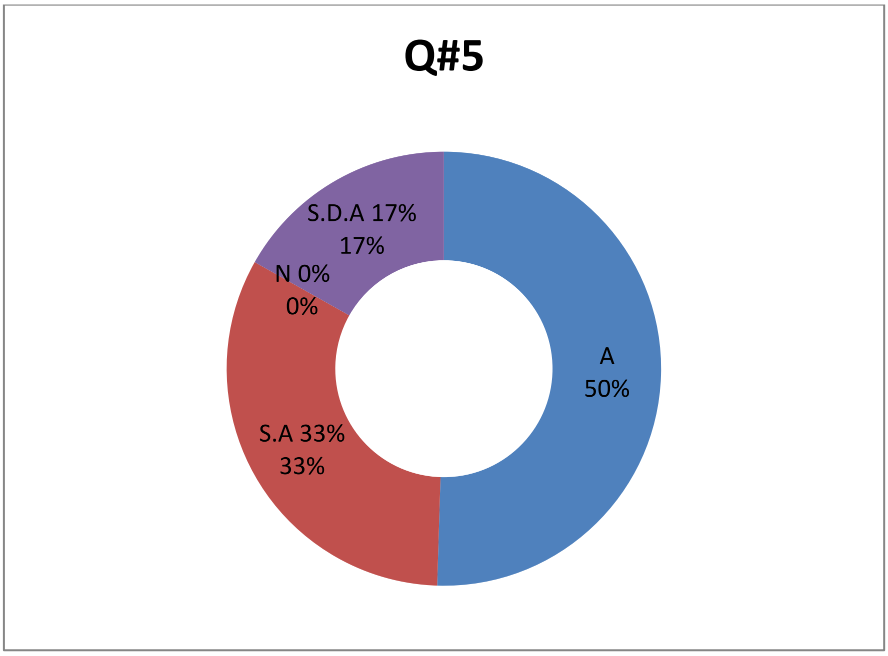

درج بالا گراف اور ٹیبل یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے خواتین کی صحت کے مسائل سے متعلق سوال کے جواب میں 83فیصد خواتین متفق ہیں۔17 فیصد غیر متفق ہیں۔ کسی کی طرف سے غیر جانبداری کا اظہار نہیں کیا گیا۔

سوال نمبر6:

دوہری ذمہ داریاں خواتین کے مزاج پر منفی اثر ڈالتی ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	108	٪36
انتہائی متفق	88	٪29

غیر جانبدار	18	٪6
غیر متفق	86	٪29
انتہائی غیر متفق	0	٪0
	300	٪100

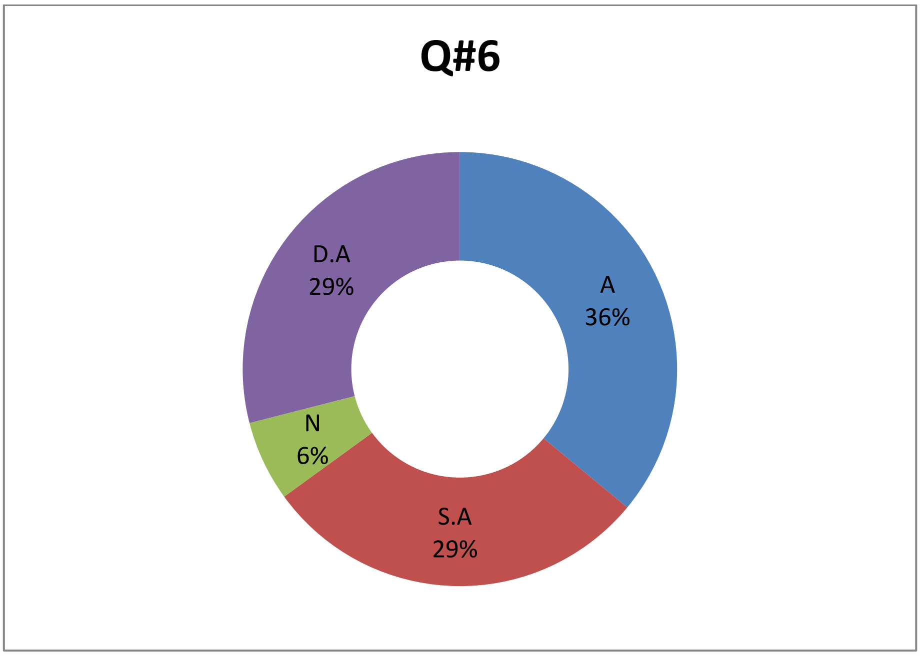

درج بالا ٹیبل اور گراف سے یہ معلومات ملی ہے کہ دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے خواتین کے مزاج پر منفی اثر پڑنے کے حوالے سے کیے گئے سوال کے جواب میں 65 فیصد خواتین متفق رہیں۔ 29 فیصد غیر متفق اور 6 فیصد غیر جانبدار رہیں۔

سوال نمبر7:

ملازمت پیشہ خواتین اپنے اخراجات کی خود ذمہ دار ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	122	٪40
انتہائی متفق	110	٪37
غیر جانبدار	16	٪5
غیر متفق	38	٪13

انتہائی غیر متفق	14	5٪
	300	100٪

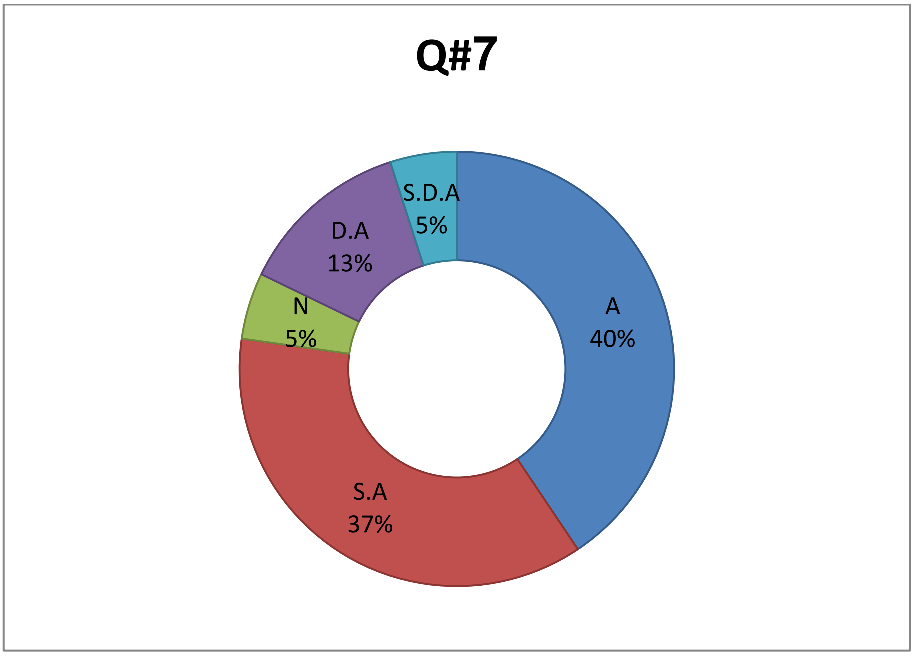

مندرجہ بالا ٹیبل اور گراف یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ملازمت پیشہ خواتین کا اپنے اخراجات کی ذمہ دار ہونے سے متعلق کیے گئے سوال کے جواب میں 77 فیصد خواتین متفق ہیں۔18 فیصد خواتین غیر متفق اور 5 فیصد غیر جانبدار ہیں۔

سوال نمبر8:

ملازمت پیشہ خواتین کے ذمے بچوں کے اخراجات بھی آجاتے ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	108	36٪
انتہائی متفق	50	16٪
غیر جانبدار	26	9٪
غیر متفق	82	27٪
انتہائی غیر متفق	38	12٪

٪100	300	

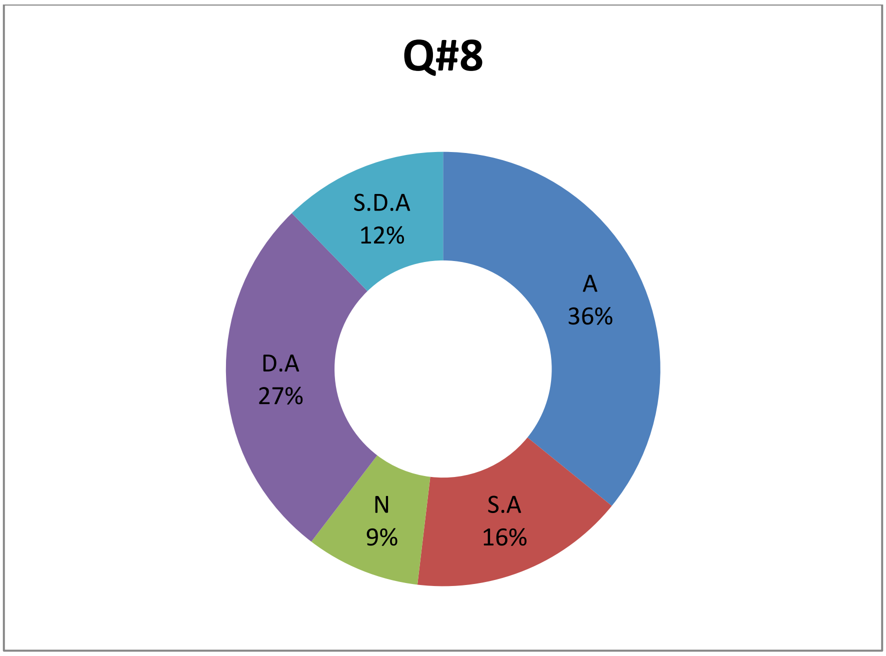

درج بالا گراف اور ٹیبل سے یہ نتائج اخذ کیے گئے کہ ملازمت پیشہ خواتین پہ بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری سے متعلق سوال سے 52 فیصد خواتین متفق، 39 فیصد غیر متفق اور 9 فیصد غیر جانبدار ہیں۔

سوال نمبر 9:

بعض اوقات خواتین پہ اضافی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	124	٪42
انتہائی متفق	100	٪33
غیر جانبدار	24	٪8
غیر متفق	52	٪17
انتہائی غیر متفق	0	٪0
	300	٪100

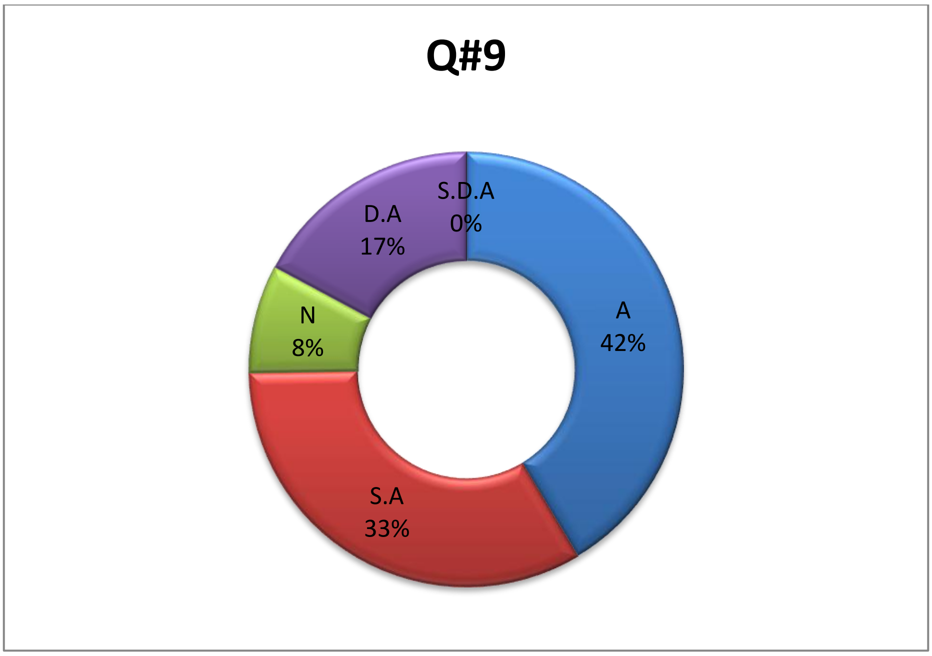

درج بالا ٹیبل اور گراف سے معلوم ہوا کہ ملازمت پیشہ خواتین پر اضافی ذمہ داریاں عائد ہونے سے متعلق سوال سے 75 فیصد خواتین متفق، 17 فیصد غیر متفق اور 8 فیصد غیر جانبدار رہیں۔

سوال نمبر:10

ملازمت پیشہ خواتین خاوند کو کم وقت دے پاتی ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	136	٪45
انتہائی متفق	94	٪31
غیر جانبدار	16	٪5
غیر متفق	54	٪19
انتہائی غیر متفق	0	٪0
	300	٪100

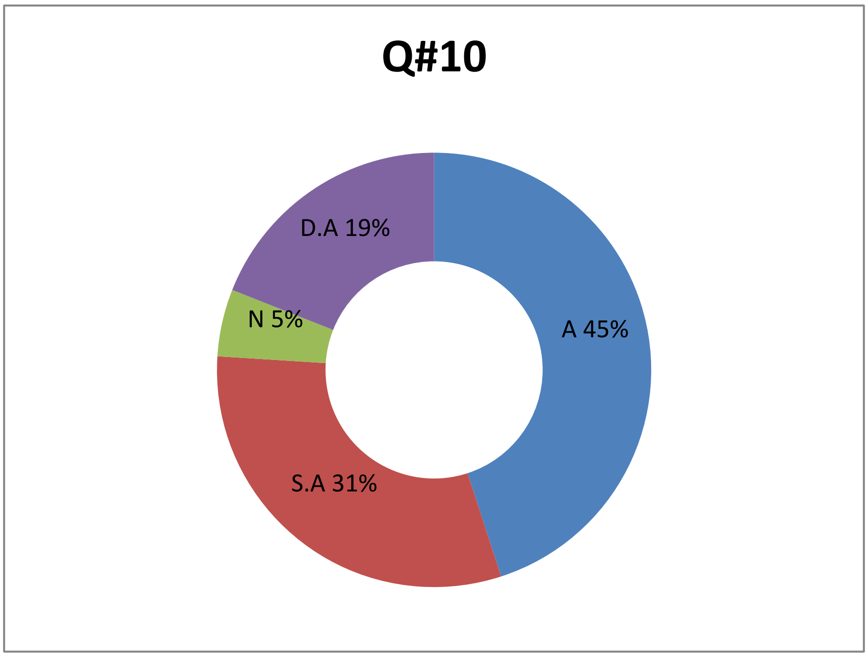

درج بالا گراف اور ٹیبل سے معلوم ہوا کہ ملازمت پیشہ خواتین کے خاوند کو کم وقت دینے سے متعلق کیے گئے سوال سے 76 فیصد خواتین متفق ہیں۔ 19 فیصد غیر متفق اور 5 فیصد غیر جانبدار ہیں۔۔

سوال نمبر 11:

خواتین کو خاوند کی خدمت واطاعت میں مشکل پیش آتی ہے؟		
	تعداد	فی صد
متفق	74	٪25
انتہائی متفق	118	٪39
غیر جانبدار	10	٪3
غیر متفق	90	٪30
انتہائی غیر متفق	8	٪3
	300	٪100

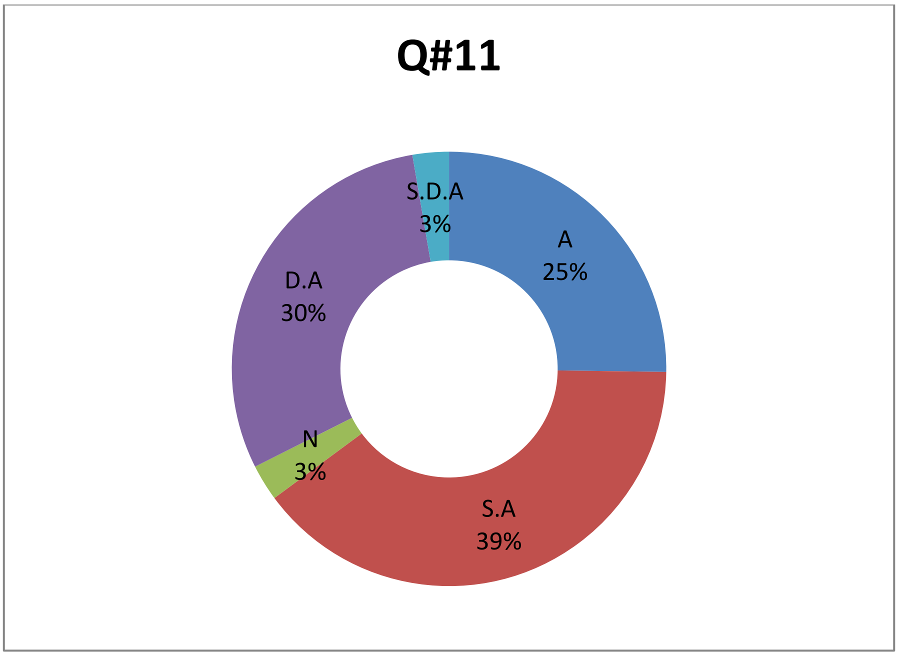

درج بالا گراف اور ٹیبل سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاوند کی خدمت واطاعت میں مشکل پیش آنے کے مسئلے سے 64 فیصد خواتین متفق ہیں۔ 33 فیصد غیر متفق جبکہ 3 فیصد غیر جانبدار رہیں۔

سوال نمبر12:

ملازمت سے تھکی ہاری خواتین خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کا اہتمام نہیں کرپاتیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	144	٪49
انتہائی متفق	66	٪22
غیر جانبدار	12	٪4
غیر متفق	62	٪20
انتہائی غیر متفق	16	٪5
	300	٪100

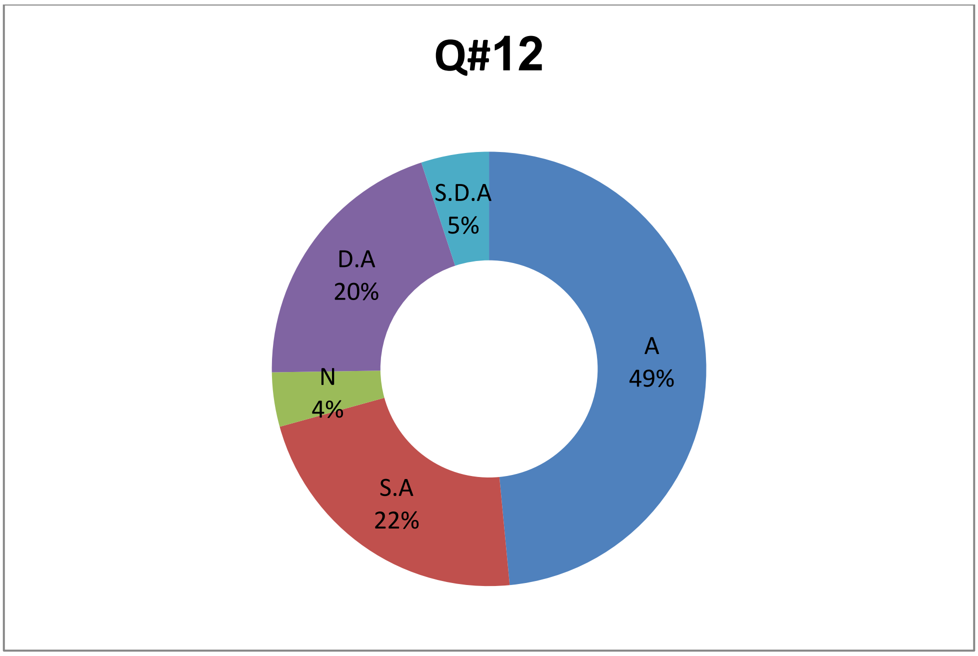

درج بالاٹیبل اورگراف سے یہ معلوم ہوا کہ خاوند کے لیے بناؤسنگھار کے سلسلے میں پیش آنے والے مسئلے سے 71 فیصد خواتین متفق ہیں۔25 فیصد غیر متفق اور 4 فیصد غیر جانبدار رہیں۔

سوال نمبر13:

ملازمت پیشہ خواتین سسرال والوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	136	٪46
انتہائی متفق	68	٪23
غیر جانبدار	40	٪13
غیر متفق	56	٪18
انتہائی غیر متفق	0	٪0
	300	٪100

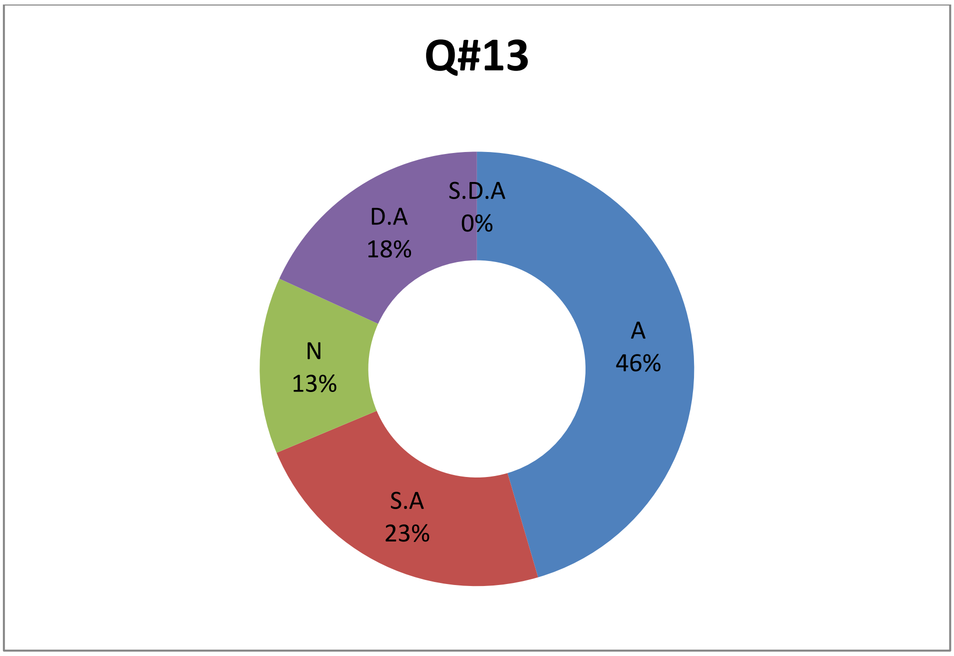

درج بالا گراف اور ٹیبل سے یہ ظاہر ہوا کہ ملازمت پیشہ خواتین کے سسرال والوں کے ساتھ زیادہ وقت نہ گزارنے کے حوالے سے کیے گئے سوال سے 69 فیصد خواتین متفق ہیں۔ 18 فیصد غیر متفق اور 13 فیصد غیر جانبدار ہیں۔

سوال نمبر 14:

گھریلو کام کاج میں کوتاہی کی وجہ سے سسرال والوں کے ساتھ خواتین کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	114	٪38
انتہائی متفق	98	٪32
غیر جانبدار	38	٪13
غیر متفق	50	٪17
انتہائی غیر متفق	0	٪0
	300	٪100

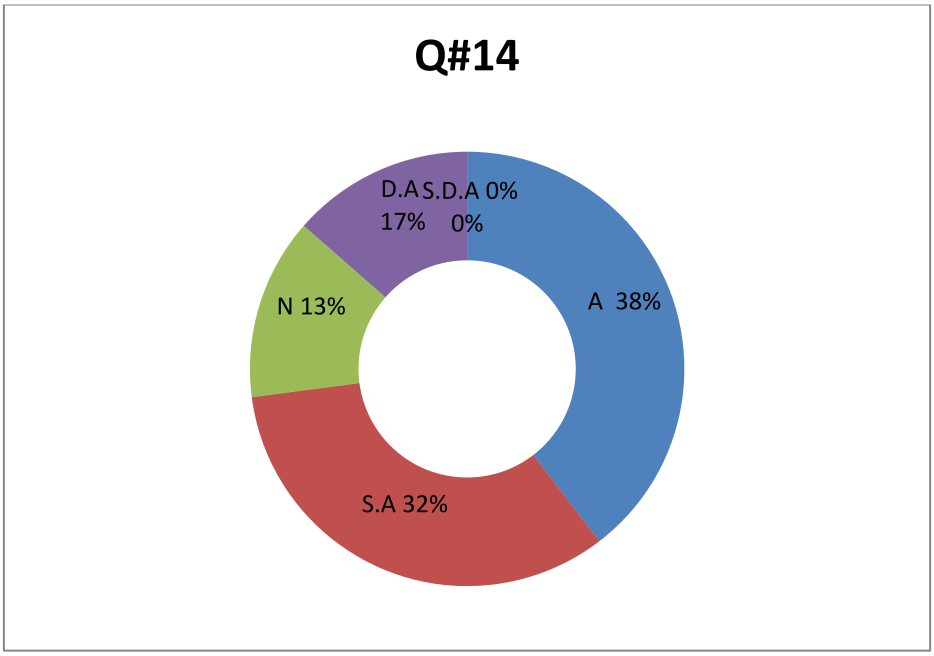

درج بالا ٹیبل اور گراف سے معلوم ہوتا ہے کہ ملازمت پیشہ خواتین کے کام کاج میں کوتاہی کی وجہ سے سسرال والوں سے خواتین کے تعلقات خراب ہونے کے بارے میں 70 فیصد خواتین متفق،17 فیصد غیر متفق اور 13 فیصد غیر متفق ہیں۔

سوال نمبر15:

ملازمت پیشہ خواتین کو گھریلو معاملات میں کم اہمیت دی جاتی ہے؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	88	٪29
انتہائی متفق	66	٪22
غیر جانبدار	24	٪8
غیر متفق	100	٪34
انتہائی غیر جانبدار	22	٪7
	300	٪100

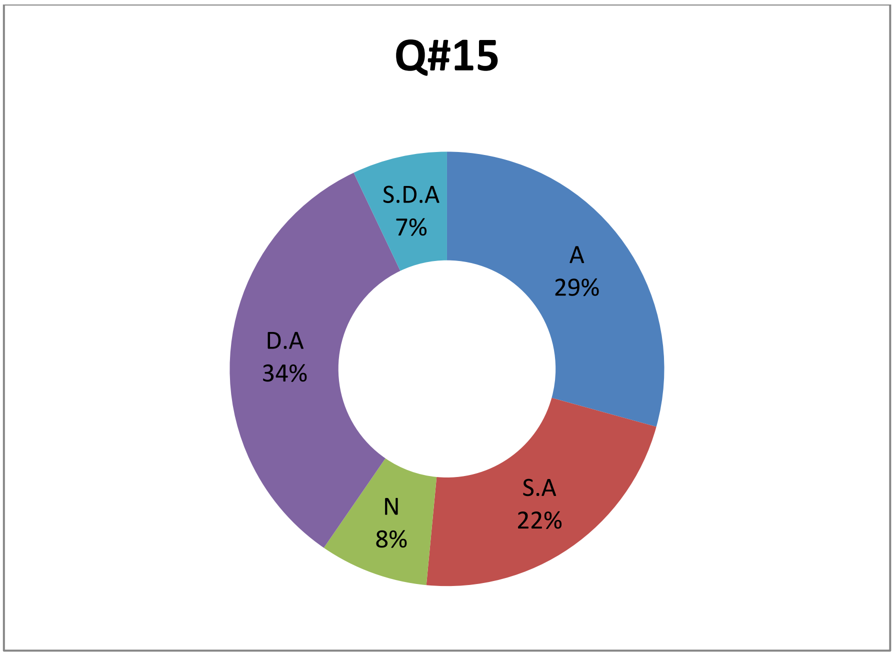

درج بالا گراف اور ٹیبل ظاہر کرتے ہیں کہ گھریلو معاملات میں اہمیت نہ ملنے کے حوالے سے 51 فیصد خواتین متفق، 41 فیصد خواتین غیر متفق جبکہ 8 فیصد غیر جانبدار رہیں۔

سوال نمبر16:

دورانِ حمل اور زچگی کے بعد خواتین کو زیادہ چھٹیاں نہ ملنے سے بچوں کی حق تلفی ہوتی ہے؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	152	٪51
انتہائی متفق	126	٪42
غیر جانبدار	0	٪0
غیر متفق	22	٪7
انتہائی غیر متفق	0	٪0
	300	٪100

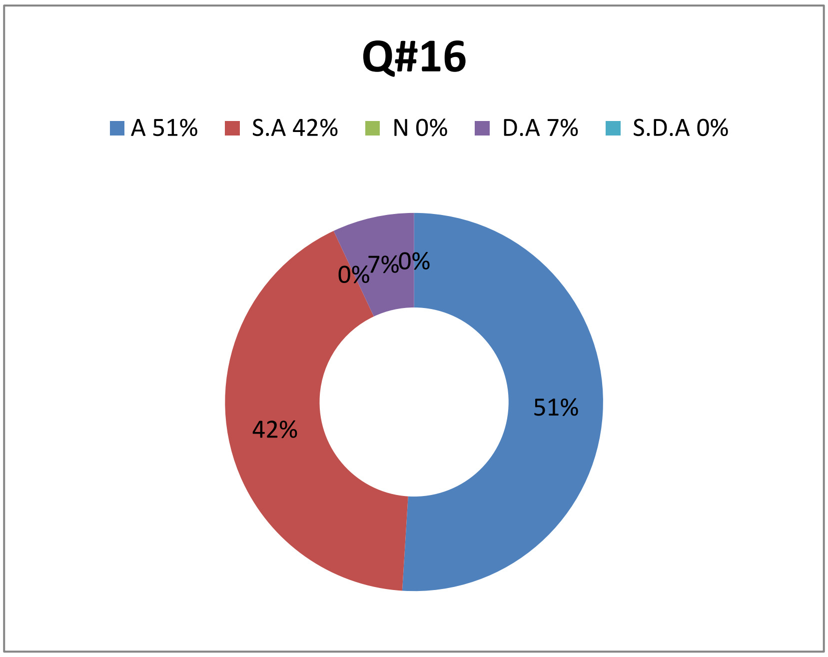

مندرجہ بالا اعداد و شمار کی روشنی میں معلوم ہوا کہ دورانِ حمل اور زچگی کے لیے اداروں سے زیادہ چھٹیوں کے نہ ملنے کے مسئلہ سے 93 فیصد خواتین متفق اور 7 فیصد غیر متفق ہیں۔ کوئی غیر جانبدار نہیں۔

سوال نمبر17:

بچوں کی تربیت میں گھر کے دیگر افراد کا زیادہ کردار شامل ہونے سے بچے اخلاقی کمزوریوں کا شکار ہو جاتے ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	132	٪44
انتہائی متفق	80	٪26
غیر جانبدار	12	٪4
غیر متفق	68	٪23
انتہائی غیر متفق	8	٪3
	300	٪100

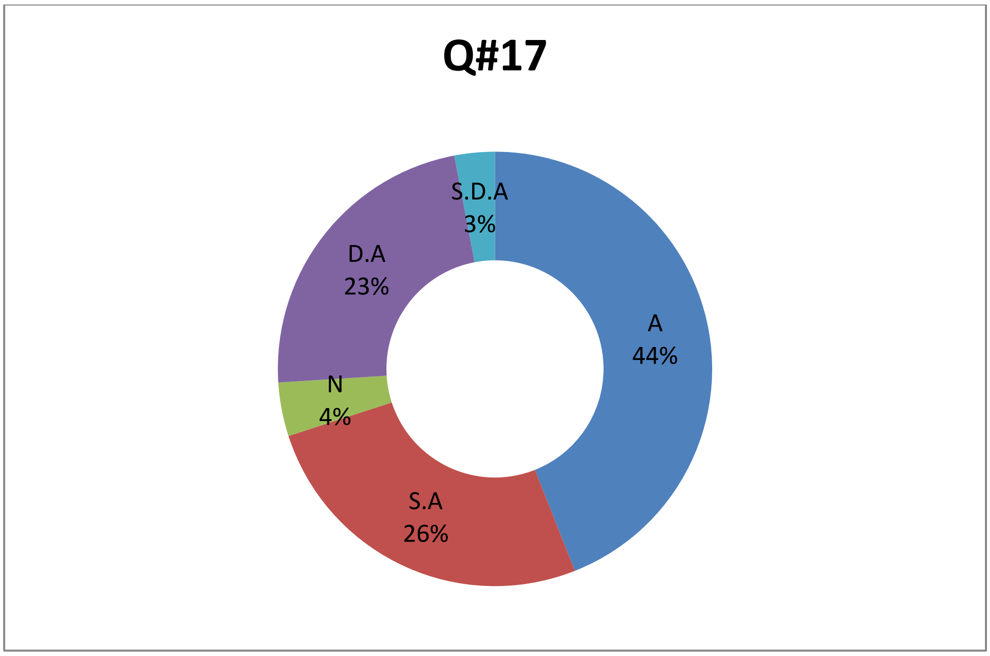

مندرجہ بالا مواد یہ ظاہر کرتا ہے کہ بچوں کی تربیت میں گھر کے دیگر افراد کا کردار شامل ہونے سے متعلق 70 فیصد خواتین متفق،26 فیصد غیر متفق اور4 فیصد غیر جانبدار ہیں۔

سوال نمبر18:

بچے موبائل،ٹی وی اور انٹرنیٹ کے عادی ہو جاتے ہیں؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	136	٪46
انتہائی متفق	118	٪39
غیر جانبدار	0	٪0
غیر متفق	42	٪14
انتہائی غیر متفق	4	٪1
	300	٪100

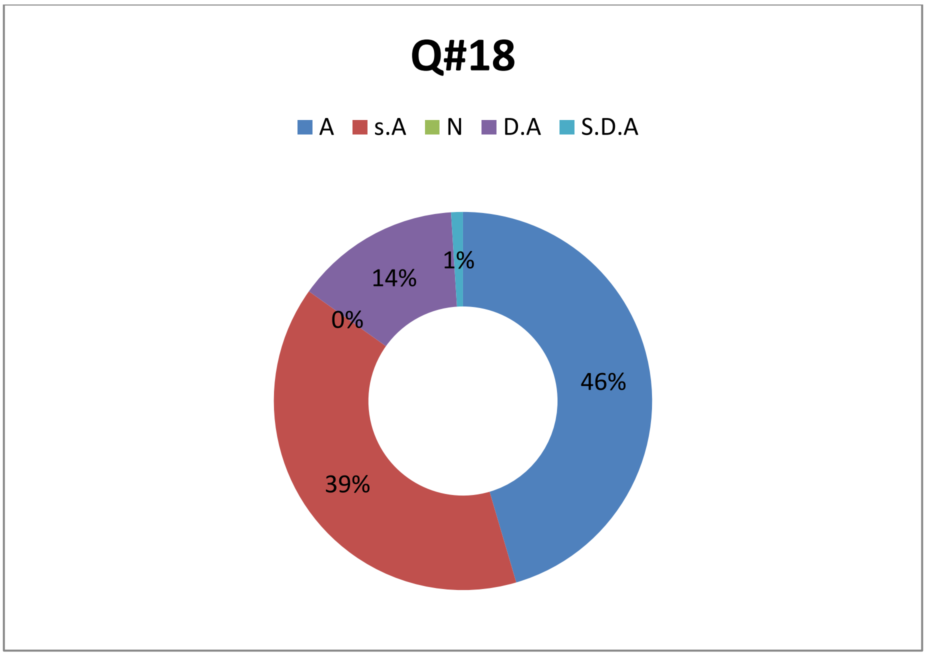

درج گراف اور ٹیبل سے معلوم ہوا کہ بچوں کے موبائل ٹی وی اورانٹرنیٹ کے عادی ہونے کے حوالے سے 85 فیصد خواتین متفق اور 15 فیصد غیر متفق ہیں۔کوئی غیر جانبدار نہیں۔

سوال نمبر19:

بچوں کوڈے کیئر سینٹر یاگھریلو آیاکے حوالے کرناان کی تربیت پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	156	%51
انتہائی متفق	108	%36
غیر جانبدار	20	%7
غیر متفق	14	%5
انتہائی غیر متفق	2	%1
	300	%100

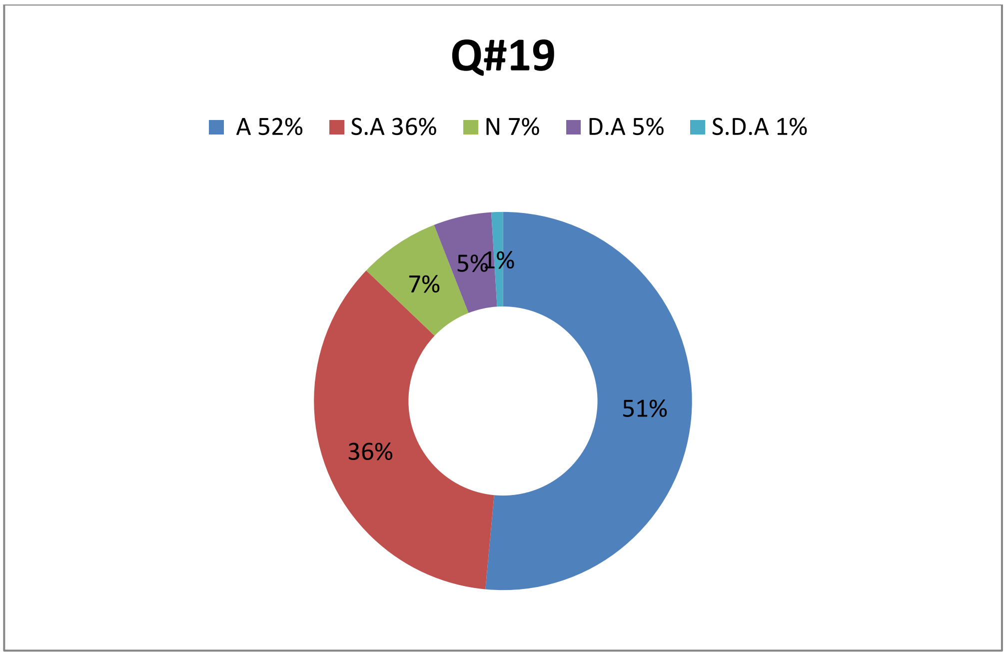

درج بالانتائج یہ ظاہر کرتے ہیں کہ بچوں کوڈے کیئر سینٹ میں چھوڑنے یاگھریلو آیاکے حوالے کرنے سے مسائل پیدا ہونے کے بارے میں 87 فیصد خواتین متفق،6 فیصد غیر متفق اور 7 فیصد غیر جانبدار ہیں۔

سوال نمبر20:

بچوں کاہاسٹل میں رہنا(خصوصاً)موجودہ دور میں خطرناک ہے؟		
	تعداد	**فی صد**
متفق	118	٪39
انتہائی متفق	144	٪48
غیر جانبدار	12	٪4
غیر متفق	26	٪9
انتہائی غیر متفق	0	٪0
	300	٪100

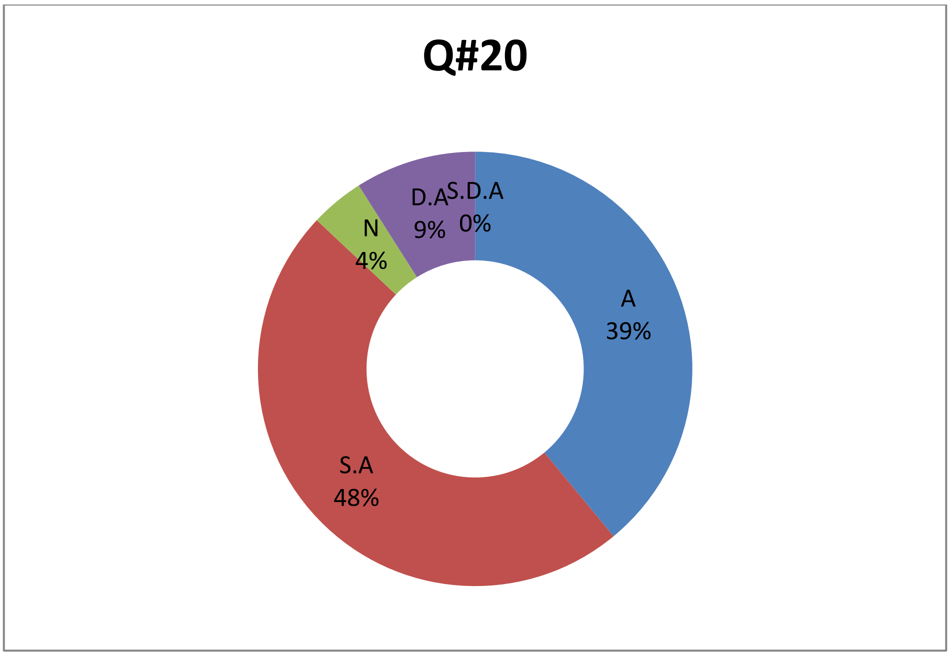

درج بالا ٹیبل اور گراف سے معلوم ہوا کہ بچوں کی ہاسٹل میں رہائش کے مسائل سے متعلق 87 فیصد خواتین متفق،9 فیصد غیر متفق اور 4 فیصد غیر جانبدار رہیں۔

سوالنامہ کے مجموعی نتائج مندرجہ ذیل ہیں:-

نمبر شمار	سوال	متفق	غیر متفق	غیر جانبدار	کُل
1۔	ملازمت کے لیے آنے جانے میں خواتین کے ساتھ تعاون نہیں کیا جاتا؟	٪55	32٪	٪13	٪100
2۔	ملازمت کی وجہ سے خواتین عدم اعتمادی شکار ہوتی ہیں؟	٪49	٪46	٪5	٪100
3۔	ازدواجی عدم مطابقت باہمی تعلقات میں خرابی کا باعث بنتی ہے؟	٪60	٪37	٪3	٪100
4۔	ملازمت اور گھریلو کام کاج کی وجہ سے خواتین کو آرام وسکون کا موقع کم ملتا ہے؟	88٪	٪10	٪2	٪100
5۔	دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے خواتین صحت کے مسائل کا شکار ہوتی ہیں؟	٪83	٪17	0	٪100
6۔	دوہری ذمہ داریاں خواتین کے مزاج پر منفی اثر ڈالتی ہیں؟	٪65	٪29	٪6	٪100
7۔	ملازمت پیشہ خواتین اپنے اخراجات کی خود ذمہ دار ہوتی ہیں؟	٪77	٪18	٪5	٪100

8۔	ملازمت پیشہ خواتین کے ذمے بچوں کے اخراجات بھی آجاتے ہیں؟	52٪	39٪	5٪	100٪
9۔	بعض اوقات خواتین پہ اضافی ذمہ داریاں بھی عائد ہو جاتی ہیں؟	75٪	17٪	8٪	100٪
10۔	ملازمت پیشہ خواتین خاوند کو کم وقت دے پاتی ہیں؟	76٪	19٪	5٪	100٪
11۔	خواتین کو شوہر کی خدمت واطاعت میں مشکل پیش آتی ہے؟	64٪	33٪	3٪	100٪
12۔	ملازمت سے تھکی ہاری خواتین شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کا اہتمام نہیں کر پاتیں؟	71٪	25٪	4٪	100٪
13۔	ملازمت پیشہ خواتین سسرال والوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتیں؟	69٪	18٪	13٪	100٪
14۔	گھریلو کام کاج میں کوتاہی کی وجہ سے سسرال والوں سے خواتین کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں؟	70٪	17٪	13٪	100٪
15۔	ملازمت پیشہ خواتین کو گھریلو اہم معاملات میں کم اہمیت دی جاتی ہے؟	51٪	41٪	8٪	100٪
16۔	دورانِ حمل اورزچگی کے بعد خواتین کو زیادہ چھٹیاں نہ ملنے سے بچوں کی حق تلفی ہوتی ہے؟	93٪	7٪	0٪	100٪
17۔	بچوں کی تربیت میں گھر کے دیگر افراد کا زیادہ کردار ہونے سے بچے اخلاقی کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں؟	70٪	26٪	4٪	100٪
18۔	بچے موبائل، ٹی وی اور انٹرنیٹ کے عادی ہو جاتے ہیں؟	85٪	15٪	0٪	100٪
19۔	بچوں کو ڈے کیئر سینٹر یا گھریلو آیا کے حوالے کرنا بچے کی تربیت پر منفی اثر ڈالتا ہے؟	87٪	6٪	7٪	100٪
20۔	بچوں کا ہاسٹل میں رہنا (خصوصاً موجودہ دور میں) خطرناک ہے؟	87٪	9٪	4٪	100٪

تعاون اور اعتماد کے مسائل گاؤں اور قصبہ سے تعلق رکھنے والی خواتین کو زیادہ پیش آتے ہیں۔ ازدواجی عدم مطابقت تمام خواتین کے لیے مسائل پیدا کرتی ہے لیکن گاؤں سے تعلق رکھنے والی کچھ خواتین سمجھوتا کر لیتی ہیں شہری خواتین زیادہ تر ایسا نہیں کرتی اس لیے اس حوالے سے زیادہ مشکل شہری خواتین کو پیش آتی ہے۔ آرام وسکون اور صحت کے مسائل بھی ہر دو قسم کی خواتین کو درپیش ہوتے ہیں تاہم شہری خواتین اپنے لیے کچھ وقت نکال لیتی

ہیں۔ گاؤں کی خواتین کام کاج زیادہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں کرپاتیں۔ جس سے ان کے لیے زیادہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ دوہری ذمہ داریوں کے مزاج پر منفی اثر زیادہ تر ان خواتین پہ ہے جو مشترکہ خاندان میں رہتی ہیں یا جن کے بچے زیادہ ہوں۔ اضافی ذمہ داریوں کے مسائل کا دونوں قسم کی خواتین شکار ہیں۔ اپنے اور بچوں کے اخراجات کے معاملے میں شہری دیہاتی تقریباً تمام خواتین ہی شامل ہیں۔ شوہر کے اخراجات کی ذمہ داری گاؤں سے تعلق رکھنے والی خواتین کو زیادہ نبھانا پڑتی ہے۔

خاوند کے حقوق کی ادائیگی کے مسائل میں دونوں ہی شامل ہیں۔ بناؤ سنگھار میں گاؤں کی خواتین اور خدمت واطاعت میں شہری خواتین پیچھے ہیں۔ سسرال کے حوالے سے تقریباً ایک جیسے مسائل کا شکار ہیں خصوصاً مشترکہ خاندان میں رہنے والی خواتین ان مسائل کا زیادہ شکار ہیں۔ لیکن گھریلو معاملات میں اہمیت نہ ملنا شہری خواتین کا زیادہ مسئلہ ہے۔ بچوں کے حوالے سے دونوں قسم کی خواتین کو بہت مسائل درپیش ہیں۔

فصل دوم

خواتین کی ملازمت: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

ملازمت کی وجہ سے خواتین کو عائلی زندگی میں بہت مسائل پیش آتے ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل کیا جائے تو ان مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس فصل میں خواتین کی ملازمت کے بارے میں اسلام کے قائم کردہ شرائط و اصول کو بیان کیا جا رہا ہے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ اسلام کے مطابق خواتین کب اور کس طرح ملازمت کر سکتی ہیں۔

1۔ خواتین کب ملازمت کر سکتی ہیں؟

(ا) اشد ضرورت:

اگر گھر میں رہتے ہوئے کھانا پینا، لباس، تعلیم، علاج معالجہ اور دیگر ضروریاتِ زندگی اگر پوری ہو رہی ہیں تو اسلام عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اگر مرد کمانے والا نہ ہو یا مرد کی کمائی اتنی کم ہو کہ بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں ہو پاتیں ایسی صورت میں عورت کا گھر سے نکلنا جائز بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔ سورۃ القصص میں اس بات کی دلیل کنوئیں پر اپنے جانوروں کو پانی پلانے والی لڑکیوں کے الفاظ کی صورت میں موجود ہے؛

﴿اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ﴾[1]

ترجمہ: "ہمارے والد عمر رسیدہ بزرگ ہیں۔"

اگر گھر میں خواتین کی ضروریات کی کفالت نہ ہو سکے تو انہیں گھر سے نکلنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کسی کے سامنے اپنی ضروریات کے لیے ہاتھ پھیلا کر عزت نفس مجروح کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ وہ اپنی معاش کا خود بندوبست کر لیں۔ موجودہ دور میں مادہ پرستی عام ہو رہی ہے دوسروں سے معاشی مدد لینے والے کو کمتر سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے خواتین اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے ملازمت اختیار سکتی ہیں۔ حدیث مبارکہ میں خواتین کو حاجت کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

---

1 القصص:23

((أَنَّهُ قَدْأُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ))[1]

ترجمہ: "بے شک تمہیں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے۔"

اگر گھر میں رہتے ہوئے ملازمت کے بغیر بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہیں تو خواتین کو ملازمت اختیار نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ضرورت کی بنا پر دی گئی ہے۔ اگر مرد اپنی آمدنی کو انصاف کے ساتھ استعمال میں لاتے ہوئے بیوی بچوں پہ خرچ کر رہا ہے تو بیوی کو ملازمت اختیار کرنے کی کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ مشکل حالات میں صبر اور شکر کے ساتھ اگر بیوی اپنے شوہر سے تعاون کرے تو اجر پائے گی۔ دور حاضر میں اکثر خواتین دوسروں سے مقابلہ کرتے ہوئے برینڈڈ (Branded) اشیاء کو استعمال میں لانے اور نام بنانے کی غرض سے شوہر کی کم آمدنی پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے ملازمت اختیار کرتی ہیں حالانکہ اگر وہ اپنے شوہر کی کمائی کو اعتدال سے استعمال کریں تو اچھی طرح گزر بسر ہو سکتا ہے۔

جن خواتین کے شوہر کمانے کے باوجود ان کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہوں یا کمانے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں انہیں ملازمت اختیار کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اگر وہ خلوصِ نیت سے شوہر کی مالی مدد کریں گی تو انعام پانے والوں میں سے ہوں گی۔ شوہر کی معاشی مدد کرنے والی بیوی کو اسلام پسند کرتا ہے۔ ایک صحابیہ جو کماتی تھیں اور ان کے شوہر بے روزگار تھے انہوں نے اپنا مسئلہ بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچایا اور پوچھا کہ کیا وہ اپنے شوہر پر خرچ کر سکتی ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا؛

((نَعَمْ لَهَا اَجْرَانِ اَجْرُالْقَرَابَةِ وَاَجْرُالصَّدَقَةِ))[2]

ترجمہ: "ہاں! ان کے لیے دو اجر ہیں ایک قرابت کا اجر اور دوسرا صدقے کا اجر۔"

خواتین کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ملازمت محض وقت گزاری اور اسٹیٹس اونچا کرنے کی خاطر نہ کریں بلکہ ملازمت اس وقت اختیار کریں جب شدید ضرورت ہو۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اپنے وسائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اخراجات کو ترتیب دیا جائے۔ بلاوجہ خود پر بوجھ ڈالنا، فضول خرچی کرنا، دکھاوے کی غرض سے مہنگے ساز و سامان خریدنا، دوسروں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے خراجات بڑھالینا، کم خرچے میں پوری ہو جانے والی ضرورت کے لیے زیادہ خرچہ کرنا، اشیاء کو کم عرصہ تک استعمال کر کے ضائع کر دینا، ایک طرز کی ڈھیروں چیزیں

---

1 بخاری، صحیح بخاری، کتاب تفسیرالقرآن، باب لاتدخلوابیت النبی، ح:4795

2 بخاری، صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الزوج والیتام فی النحر، ح:1466

گھر میں جمع کرلینا، ہر مہینے نئے کپڑے جوتے خریدنا، ایک دو مرتبہ پہنے ہوئے کپڑوں کو خیر آباد کہہ دینا، مہنگے ہوٹلوں میں کھانا کھانے کی خواہش ہونا، وغیرہ ایسی وجوہات نہیں کہ عورت کی ملازمت کا تقاضا کریں بلکہ یہ نمود و نمائش اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے ان کو بنیاد بنا کر خواتین ملازمت نہیں کر سکتیں۔ ملازمت اسی وقت کر سکتی ہیں جب ان کی بنیادی ضروریات اور احتیاجات بھی پوری نہ ہو پائیں اور نوبت مانگنے یا فاقے کرنے تک آسکتی ہو۔

(ب) شوہر کی اجازت:

عورت جب گھر رہتی ہے تو شوہر کی خدمت کرتی ہے اس کا خیال رکھتی ہے۔ اس کے کام کاج کرتی ہے۔ اس کے حکم کی اطاعت کے لیے موجود ہوتی ہے۔ صبح اسے رخصت کرتی ہے اور دن بھر باہر رہ کر شوہر جب گھر آتا ہے تو بیوی اس کا استقبال کرتی ہے۔ لیکن ملازمت کرنے والی بیوی کے لیے یہ سب کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ان کے علاوہ بھی کئی معاملات خراب ہوتے ہیں۔ عورت کے گھر سے نکلنے سے سب سے زیادہ شوہر کے حقوق متاثر ہوتے ہیں لہذا عورت کو ملازمت کے لیے شوہر کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد ایک مسلمان عورت کے لیے اپنے شوہر کی فرمانبردار ہونا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے؛

﴿فَالصّٰلِحَاتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللهُ﴾[1]

ترجمہ: "پس نیک بیویاں اطاعت شعار ہوتی ہیں شوہر کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔"

حدیث مبارکہ ہے؛

((الدُّنْيَامَتَاعٌ وَخَيْرُمَتَاعِ الدُّنْيَاالمرْأَةُ الصَّا لِحَة))[2]

ترجمہ: "دنیا متاع ہے اور دنیا کا بہترین متاع نیک عورت ہے۔"

گھر میں رہتے ہوئے بھی بیوی پہ شوہر کی اطاعت لازم ہے۔ پھر کمانا اور گھر والوں کی کفالت کرنا عام حالات میں عورت پر لازم ہی نہیں اس لیے عورت ملازمت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کی محتاج ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر اس کا خاوند اس کی ملازمت سے راضی ہو اور اسے کام کاج سے روکتا نہ ہو تو اس عورت کے لیے نفقہ

---

[1] النساء:34

[2] مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الرضاعة، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، ح:3649

واجب ہو گا۔ اگر خاوند بیوی کی ملازمت سے راضی نہ ہو اور اسے منع بھی کرتا ہو تب بھی عورت ملازمت کے لیے گھر سے باہر جاتی ہو تو اسے نفقہ نہیں ملے گا۔[1] بعض علماء بیوی پہ شوہر کی اطاعت کو اس قدر ضروری جانتے ہیں کہ ان کے نزدیک "بیوی بغیر اجازت کے گھر سے نکلے تو شوہر کو تعزیر کا حق حاصل ہے۔"[2] خواتین کو چاہیے کہ جب تک شوہر کی اجازت نہ ہو تب تک ملازمت کے لیے ہر گز نہ نکلیں کہ یہ دینی اور دنیاوی اعتبار سے ان کے لیے نقصان کا باعث ہو گا۔ شوہر کی طرف سے ملازمت کی اجازت نہ ملنے پر ضد اور انا کو مسئلہ بنا کر اختلاف مول نہ لیں۔

(ج) گھریلو ذمہ داریاں اور بچوں کی دیکھ بھال:

خواتین کی اصل ذمہ داری شوہر کے گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت و پرورش ہے اس کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔ حدیث میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے؛

((وَالْمَرْأَة فِيْ بَيْتِ زَوْجِهارَاعِيَة وَهِىَ مَسْئُولَة عَنْ رَعِيَّتِها))[3]

ترجمہ: "عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا"۔

صحابیات اور امہات المومنین کی زندگیوں سے یہی سبق ملتا ہے کہ وہ اپنی گھریلو ذمہ داریاں پوری فرماتی تھیں۔ اپنے گھر کے کام کاج کرتی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کے کاج خود کرتی تھیں چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے[4]۔ ہر عورت پر اپنے گھر کے کام کاج سنبھالنا اور بچوں کی دیکھ بھال کرنا لازم ہے۔ کوئی دوسرا انسان گھر کی حفاظت اس طرح نہیں کر سکتا جیسے گھر کی مالکن کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ گھر کو ملازموں کے حوالے کرنے سے گھر کی نگہبانی کے فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی لازم آتی ہے۔ تعاون کی خاطر کام کاج کے لیے ملازمہ رکھنے سے گھریلو ذمہ داریوں میں خواتین کے لیے آسانی تو سکتی ہے لیکن ملازمہ کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے گھر کے افراد کے دلوں میں قربت کا احساس نہیں پیدا کر سکتے۔ یوں پورا دن گھر سے باہر رہنے کے بعد شوہر کو گھر آ کر بیوی کے ہاتھ کا کھانا نہ ملنا اسے کوفت دلائے گا۔ اسی طرح ایک ماں جس طرح اپنے بچوں کی صحت اور تربیت کا خیال کر سکتی ہے کسی اور سے یہ ممکن نہیں چاہے بچے گھر میں ہوں یا ڈے کیئر سینٹر میں۔ اس لیے ملازمت کرنے سے پہلے اس بات کا اچھی طرح اندازہ کر لینا چاہیے کہ خاتونِ خانہ کی

---

1 الزحیلی، وھبۃ بن مصطفی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، (دمشق: دار الفکر س ن) 10/517

2 الاوزجندی، فخر الدین حسن بن منصور، **فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیۃ**، (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، بدون التاریخ)، 1/443

3 بخاری، **الجامع الصحیح**، كتاب العتق، باب التطاول على الرقيق، ح: 2558

4 بخاری **الجامع الصحیح**، كتاب النفقات، باب عمل المراة فی بيت زوجها، ح: 5361

ملازمت سے گھر کے کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت متاثر نہ ہو۔ اگر خاتون میں اتنی ہمت ہے کہ وہ ملازمت کے ساتھ یہ تمام ذمہ داریاں بھی پوری کرتی رہے تو وہ ملازمت کر سکتی ہے۔ اگر ملازمت اختیار کرنے کے بعد اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ ملازمت بچوں کی تربیت یا گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی میں رکاوٹ بن رہی ہے تو خاتون کو ملازمت چھوڑ دینی چاہیے۔

2۔ خواتین کس طرح ملازمت کر سکتی ہیں؟

(ا) اپنے مقام و مرتبے کی پاسداری:

خواتین اور مرد کے مراتب الگ الگ ہیں۔ مرد کو حاکمیت اور سربراہی عطا کی گئی ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین کو شوہر کے بلند مقام کو ہمیشہ تسلیم کرنا چاہیے۔ اور اس کی فضیلت بنیاد پر اس کی عزت کرنی چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِبِمَافَضَّلَ اللّٰہ بَعْضَہم عَلٰی بَعْضٍ﴾[1]

ترجمہ: "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"۔

مرد کو حاکمیت دیے جانے کا حکم اپنے اندر کئی مصلحتیں رکھتا ہے۔ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

ترجمہ: "یقومون علیهن قیام الولاة علی الرعة وعلل ذالک بأمرین وهبی وکسبی،فقال: ﴿بِمَافَضَّلَ اللّٰہ بَعْضَہم عَلٰی بَعْضٍ﴾بسبب تفضیله تعالی الرجال علی النساءبکمال العقل وحسن التدبیر،ومزیدالقوة فی الاعمال والطاعات ولذالک خصوبالنبوة ولأمامة والولاىة والشهادة فی مجامع القضایاووجوب الجهادوالجمعة ونحوها"[2]

"وہ رعایا پر حاکمیت کی وجہ سے ان پر قوام ہیں۔ اس کا سبب دو امور ہیں وہبی اور کسبی۔ پس فرمایا: ﴿بِمَافَضَّلَ اللّٰہ بَعْضَہم عَلٰی بَعْضٍ﴾ کیونکہ اللہ نے مردوں کو کمال عقل، حسنِ تدبر، اعمال اور طاعات میں زیادتی قوت عطاء کی ہے۔ اور نبوت، امامت، ولایت، گواہی اور وجوب جہاد اور جمعہ وغیرہ کے لیے انہیں مخصوص کیا گیا۔"

خواتین کو بہر صورت اپنے مقام و مرتبے کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اسی میں خاندانی نظام کی بقا کا راز پوشیدہ ہے۔ خواتین مالی لحاظ سے چاہے مرد سے آگے بڑھ جائیں لیکن سمجھ، عقل، بصیرت، فیصلہ کرنے کی صلاحیت

---

1 النساء: ۳۴

2 البیضاوی، ناصر الدین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بن محمد، **تفسیر البیضاوی**، (بیروت-لبنان: دار احیا التراث العربی، طبعۃ جدیدہ، بدون السنہ)، 2/72

اور معاملات کو طے کرنے میں وہ مردوں کے مقابل نہیں آسکتیں۔ عورت کو چاہیے کہ اگر مالی لحاظ سے وہ شوہر کے برابر یا برتر ہے تب بھی وہ ازلی برتری جو خالقِ کائنات نے مرد کو عطا فرمائی ہے اس کا خیال رکھے۔ ہمیشہ اُس کو اپنا حاکم مانے، ہر معاملے میں اُس کی رائے اور حکم کا احترام کرے، اُس کی بات کو اہمیت دے، اپنے شوہر کی عظمت کو دل و جان سے تسلیم کرے کیونکہ مالی حیثیت میں آگے ہونے کے باوجود عورت مرد جتنا عزم وہمت نہیں رکھتی۔ بہتری اسی میں ہے کہ جو مقام مرد کو دیا گیا ہے اسی کے پاس رہنے دیا جائے۔ خواتین کو خود مختاری کے زعم میں شوہر کی اطاعت، اس کے احترام، اس کی دل جوئی، غرض کسی بھی فرض سے اعراض نہیں برتنا چاہیے۔ ملازمت پیشہ بیوی اپنے شوہر کے مقام و مرتبے کا خیال رکھے، اس کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اس کے ساتھ اپنی خوشیاں بانٹے اور اس کے دکھوں میں شریک ہو۔ ملازمت کی وجہ سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے تو ہٹ دھرمی کا مظاہرہ ہرگز نہ کرے بلکہ معذرت کرے اور معاملہ سلجھانے کی کوشش کرے۔

(ب) پردہ:

پردہ عورت کا زیور ہے جس پر کسی بھی حالت میں سمجھوتا نہیں کیا جاسکتا۔ شریعتِ اسلامیہ میں عورت کو پردے کی بہت تاکید کی گئی ہے اس لیے مسلمان عورت کو پردہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛

﴿یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَ بَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ﴾[1]

ترجمہ: "اے نبی (ﷺ) اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں۔"

خواتین کے لیے ضروری ہے کہ ملازمت کے لیے آتے جاتے اس حکم پر سختی سے عمل کریں۔ اور اگر ملازمت کے مقام پر خواتین کا مردوں سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو دورانِ ملازمت بھی پردہ کا اہتمام کرنا خواتین کے لیے لازم ہے۔ یعنی کام کے دوران اپنے آپ کو کھلے بڑے لباس میں چھپا کے رکھیں۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے؛

﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ﴾[2]

ترجمہ: "اور اپنی آرائش وزیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو اس میں خود ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہا کریں۔"

---

1 الاحزاب:59

2 النور:31

بیان کیاجاتاہے کہ "اس آیات کے نزول کے بعد اولین مہاجرات نے اپنے پردوں/موٹی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنا لیے"[1]۔

اس حکم کی وضاحت میں امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

"ويظهرلی بحكم ألفاظ الاية أن المرأة مامورة بألاتبدى وأن تجتهدفى الاخفاءلكل ماهوزينة،ووقع الاستثناءفيمايظهربحكم ضرورة حركة فيمالابدمنه أواصلاح شأن ونحوذالك"[2]

ترجمہ:"آیت کے الفاظ نے یہ حکم ہمارے لیے ظاہر کر دیا کہ عورت پر ضروری ہے کہ جسم کو ظاہر نہ کرے اور جو بھی زینت ہو،اس کو چھپانے کی کوشش کرے۔اور جو ظاہر ہو جائے اور بوقتِ ضرورت خود کو درست کرنے کے لیے جو حرکت کی جاتی ہے وغیرہ،وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

امت کی تمام عورتوں پر پردہ کے حوالے سے یہی احکام لازم کیے گئے ہیں۔چونکہ ملازمت پیشہ خواتین کو باہر رہنا ہوتا ہے جہاں پردے کی زیادہ ضرورت ہے۔آج کا دور پر فتن ہے لہٰذا خواتین کو پردہ میں مبالغہ کرنا چاہیے مکمل جسم اور چہرہ کا بھی پردہ کیا جائے۔عام خواتین کے بے پردہ مردوں سے ملنے ملانے سے ان کا ایمان متزلزل نہ ہو بعید نہیں۔امہات المومنین جیسی شریف باحیا خواتین اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین جیسے شریف النفس مردوں کو بھی اللہ تعالی نے پردے کا اہتمام کرنے کا حکم دیا ہے۔ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَاِذَاسَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًافَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِحِجَابٍ﴾[3]

ترجمہ:"اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پسِ پردہ پوچھا کرو۔"

آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام عورتوں کو مکمل پردہ میں دیکھنا چاہتا ہے صرف کپڑے چھپا لینے سے پردہ کا حق ادا نہ ہو گا۔ملازمت کے مقام پر کئی طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لیے خواتین دورانِ ملازمت چہرے سمیت پردہ کا خاص اہتمام کریں تاکہ غلط رویوں اور نظروں سے بچی رہیں۔

---

1 بخاری، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ولیضربن بخمرهن، ح:4757

2 القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1995ء) 12/229

3 الاحزاب:53

(ج)اظہارِ زینت کی ممانعت:

پردے کا مقصد یہ ہے کہ عورت کی طرف غیر مرد کی رغبت نہ ہو کیونکہ مردوں کا عورت کی طرف مائل ہونا خطرے سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خواتین کو دورانِ ملازمت اس بات کا مکمل خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے لباس سے کسی طرح بھی اظہارِ زینت نہ ہو پائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهلِيَّت الْأُوْلٰى﴾[1]

ترجمہ: "اور پرانی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار مت کرنا۔"

غیر محرم کے سامنے بناؤ سنگھار کرنا جہالت کے زمانے کا دستور ہے۔ ایک مسلمان عورت کے شایانِ شان نہیں کہ وہ غیر مردوں کے سامنے بن سنور کے جائے بلکہ اسے ہر ممکن حد تک خود کو سادہ رکھنے اور چھپانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اول تو خواتین کو ایسی ملازمت اختیار نہیں کرنی چاہے جس میں اکثر مردوں سے واسطہ پڑتا ہو مثلاً اداروں میں استقبالیہ کی نوکری وغیرہ۔

> "ایسے شعبے جہاں عورت کو ریسیپشن پہ بٹھا کے اس کے حسن کو کیش کروایا جائے، مرد و عورت کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے، لہٰذا خواتین کو ایسے شعبوں میں تعلیم اور ملازمت سے گریز کرنا چاہیے جہاں حیاء کا دامن تار تار ہو اور بنتِ حوا، ہوس کی نظروں کا نشانہ بنے۔"[2]

اگر مجبوری میں ایسی ملازمت کرنی پڑے تو ہر ممکن کوشش کریں کہ مردان کی طرف مائل نہ ہوں۔ اگر ادارے کے مالکان انہیں تیار ہو کر ڈیوٹی دینے کا کہیں تو وہ احتجاج کریں اور اپنی عزت کا سودا مت کریں۔ پردے میں رہ کر اپنا کام کرتی رہیں ورنہ ملازمت ہی نہ کریں۔

خواتین کی چال ڈھال کے حوالے سے بھی قرآن پاک میں سخت تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے؛

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَايُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾[3]

---

[1] الاحزاب:33

[2] فرحان، حافظ راؤ، علی، عہدِ نبوی ﷺ میں صحابیات کی معاشی سرگرمیاں۔ عصر حاضر کی خواتین کے لیے مشعلِ راہ، **البصیرۃ**، ج:7، شمارہ:1، (2018ء)، ص:16

[3] النور:۳۱

ترجمہ: "اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ ان کا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ پوشیدہ کیے ہوئے ہیں۔"

عام مشاہدے کی بات ہے کہ جب لڑکیاں ہیلز (اونچی ایڑھی) والے جوتے پہن کے چلتی ہیں تو ان کی آواز آگے پیچھے کے لوگوں کو متوجہ کر دیتی ہے لامحالہ لوگوں کی نظریں ان کا تعاقب کرنے لگتی ہیں۔ اس لیے ایسے جوتے پہننا بھی اظہارِ زینت میں شمار ہوتا ہے جس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نیز ملازمت کے لیے سفر کرتے ہوئے اور دورانِ ملازمت کوئی بھی ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے جو مردوں کی توجہ کا باعث بنے۔ خواتین کو سادگی اختیار کرنی چاہیے کہ وہ مردوں کی توجہ کا باعث نہ بنیں۔ زیورات اور زرق برق ملبوسات نہ پہنیں۔ امام ابن ہمامؒ نے بیان کیا ہے کہ:

"وحيث ابحنالها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغير الهيئة الى مالايكون داعية الى نظرالرجال"[1]

ترجمہ: "اور جیسا کہ ہم نے عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کو جائز کہا ہے تو وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ اظہارِ زینت نہیں کرے گی اور اپنی حالت میں ایسا تغیر نہیں کرے گی کہ وہ مردوں کی نظروں کو اپنی طرف کھینچ لے۔"

موجودہ دور میں برقع اکثر ایسی طرز کا ہوتا ہے جو آرائش و زیبائش سے بھرپور دعوتِ نظارہ دے رہا ہوتا ہے جس سے پردے کا مقصد پورا نہیں ہو پاتا۔ جب ایسا برقع پہنا جائے تو دوسروں کو اپنی جانب مائل کرے لہذا یہ پردہ کا حق ادا نہیں کرتا۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ نہ تو جسم کی ساخت نمایاں ہو نہ ہی اس کو پہننے سے کشش پیدا ہو۔ برقع اور نقاب کا دوپٹہ یا چادر آرائش و زیبائش سے پاک اور سادہ ہونا چاہیے۔ خوبصورت دوپٹوں سے دلکش انداز میں نقاب کرنا، جیولری اور میک اپ کا اہتمام کرنا، بالوں کا جوڑا بنانا وغیرہ بھی کشش کا باعث ہے اس لیے اس سے بھی مسلمان خواتین کو بچنا چاہیے۔ نقاب کی صورت میں کاجل سرمہ، آنکھوں کی بناوٹ، دیگر بناؤ سنگھار کی اشیاء اور خوشبو کے استعمال سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ ان سے اظہارِ زینت ہوتا ہے جو پردے کے منافی ہیں۔ برقع سادہ اور ڈھیلا ڈھالا ہو، نقاب کے لیے استعمال کیا جانے والا دوپٹہ برقع کا ہم رنگ اور سادہ ہو، نقاب سادہ اور ایسے انداز میں کیا جائے جس سے چہرہ زیادہ سے زیادہ چھپ جائے، دوپٹہ اتنا بڑا ضرور ہو کہ زینت کی جگہ کی مکمل حفاظت کرتا ہو کیونکہ صرف سر کو ڈھانپنا کافی نہیں۔ غرض یہ کہ کوئی بھی ایسا انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے رغبت پیدا ہو اور غیر محارم مائل ہوں۔

---

[1] ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، **فتح القدیر للعاجز الفقیر**، (پشاور: مکتبۃ حقانیۃ، بدون السنۃ)، 4/208

ملازمت کی جگہ ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔غیر مسلم اور فاحشہ خواتین بھی وہاں موجود ہو سکتی ہیں۔لہذا مسلمان باحیا خواتین کو ان خواتین سے بھی پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ردالمختار میں ہے:-

"لاینبغی للمرأة الصالحة ان تنظرالیه المرأة الفاجرة"[1]

ترجمہ:"یہ مناسب نہیں کہ نیک پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے۔"

اس لیے خواتین کو دوران ملازمت بہت محتاط رہتے ہوئے اپنی عزت کی خوب حفاظت کرنی چاہیے۔تاکہ مردوں اور بدکار خواتین کے شر سے محفوظ رہیں۔

(د)شرم وحیا اور اخلاق کی پاسداری:

شرم وحیا عورت کا زیور ہے۔ایسے طور طریقے جو عورت کے وقار میں کمی کا باعث بنیں ان سے مسلمان عورتوں کو بچنا چاہیے۔اسلام عورت کو ڈھکی چھپی اور سمٹی ہوئی دیکھنا چاہتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾[2]

ترجمہ:"اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔"

بلاضرورت مردوں کے سامنے گھومنا، باتیں کرنا، نظریں ملانا قطعاً درست نہیں کہ یہ کسی تعلق اور فتنے کی وجہ بن سکتا ہے۔دورانِ ملازمت مردوں سے آمنا سامنا بھی ہوتا ہے۔کبھی بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے ایسی صورتِ حال میں خواتین نظریں جھکائے رکھیں اور کوشش کریں کہ نظروں کا تبادلہ نہ ہو تاکہ ہر طرح کے خطرے سے بچ سکیں۔اللہ تعالی نے نظروں کو جھکانے کے ساتھ پارسائی کی حفاظت کا حکم دیا جس سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ نگاہوں کا ملنا تعلقات کو جنم دیتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ تعلقات پختہ ہو جاتے ہیں اور پھر زنا تک نوبت آجاتی ہے اس لیے اس کے اسباب سے بھی حتی الامکان بچنے کی کوشش کرے۔دیکھنے کے علاوہ بات چیت کے حوالے سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً﴾[3]

---

[1] ابنِ عابدین، محمد امین، ردالمختار، (بیروت: داراحیا التراث العربی، 1423ھ)، 5/238

[2] النور:31

[3] الاحزاب:32

ترجمہ:"تو بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرنا کہ جس کے دل میں کوئی بیماری ہے وہ لالچ کرنے لگے اور لچک سے محفوظ بات کرو۔"

اگر مردوں سے گفتگو کی ضرورت پیش آجائے تو لہجے میں مٹھاس گھول کہ نرم اور دل لبھانے والے لہجے میں بات نہ کریں کہ اس سے سامنے والے شخص کے دل میں کئی طرح کے خیالات جنم لے سکتے ہیں۔ لیکن ایسا لہجہ اختیار کرنا بھی درست نہیں کہ خاتون بداخلاق اور غیر مہذب لگے۔اس لیے فرمایا قلن قولا معروفا یعنی بھلے اور مناسب انداز میں بات کرو کہ نہ تمہارے کردار پر آنچ آئے نہ ہی اخلاق پر انگلی اٹھے اور پردہ بھی قائم رہے۔

(ر) غیر مردوں سے اختلاط نہ ہو:

ملازمت میں اس بات کا خصوصی اہتمام کیا جائے کہ خواتین اور مردوں کا مخلوط ماحول نہ ہو۔خواتین غیر مخلوط اداروں میں ملازمت کو ترجیح دیں۔چونکہ آج کل مخلوط نظام ہر طرف عام ہو رہا ہے لہذا کم ادارے ہی ایسے ہیں جن میں صرف خواتین ہوں اس لیے کم ازکم اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ خواتین اور مردوں کا ملنا جلنا کم سے کم ہو۔خواتین کو خود بھی اپنی عزت کی حفاظت کے لیے مردوں سے الگ رہنا چاہیے۔اس حوالے سے جانور کو پانی پلانے کی غرض سے کنوئیں پہ آئی ہوئی لڑکیوں کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔حضرت موسیٰؑ نے لڑکیوں کو کنوئیں کے قریب الگ کھڑے دیکھا اور معاملہ دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ؛

﴿قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ﴾[1]

ترجمہ:"دونوں بولیں کہ ہم (اپنی بکریوں کو) پانی نہیں پلا سکتیں یہاں تک کہ چرواہے (اپنے مویشیوں کو) واپس لے جائیں۔"

آج کے دور میں بھی اس بات کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے کہ ملازمت کے مقام پر مرد اور خواتین کا اختلاط نہ ہو۔دورانِ ملازمت اور راستے میں آتے جاتے وقت خواتین کو مردوں سے بچتے ہوئے بھیڑ سے ہٹ کے چلنا چاہیے۔اکیلی عورت ہرگز غیر محرم مردوں کے ساتھ سفر نہ کرے۔حضرت اسماء رضی اللہ عنھا کا واقعہ اس سلسلے میں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ایک دن آپ رضی اللہ عنھا اپنے شوہر کے گھوڑے کے لیے کھجور کی گھٹلیاں سر پر لادے گھر جا رہی تھیں راستے میں آپ کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی آپ ﷺ کے ساتھ چند صحابہ کرام بھی تھے۔آپ ﷺ نے انہیں گھوڑے پہ بیٹھ جانے کی پیشکش فرمائی۔انہوں نے حضرت زبیر کو بتایا کہ مجھے اس

---

[1] القصص:23

سے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا خیال بھی آیا۔[1] ایک صحابیہ نبی پاک ﷺ اور متقی صحابیوں سے اس قدر گریز کرتی ہیں تو عام مسلمان خواتین کو بدرجہ اولی اس معاملے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ مردوں سے ملنے جلنے اوران کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے خواتین کو باز رہنا چاہیے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ مسجد سے نکلتے ہوئے مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو گیا ہے تو آپ ﷺ نے خواتین سے فرمایا؛

((اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقِ عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ۔۔۔))[2]

"تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارے لیے راستے پر قبضہ کرنا درست نہیں، تم راستے کے کنارے پر چلو۔۔۔"

مذکورہ بالا حدیث کریمہ میں خواتین کو مسجد سے نکلتے ہوئے مردوں سے الگ ہو کر چلنے کا حکم دیا گیا۔ وہ بہترین زمانہ تھا صحابہ اور صحابیات کا طرزِ عمل بھی عمدہ تھا اس کے باوجود ان کے لیے اختلاط کو ناپسند فرمایا گیا۔ آج کے پر فتن دور میں عدم اختلاط کو لازماً قائم کرنا چاہیے۔ سید جلال الدین لکھتے ہیں:۔

> "تعلیم وتربیت ہو یا ثقافت وتہذیب یا دفاع وسیاست، ہر میدان میں دونوں صنفوں کا عدم اختلاط ناگزیر ہے۔ اسلام میں نہ تو کسی مشترک کلچرل پروگرام کی کوئی گنجائش ہے نہ مخلوط تعلیم کی۔ ایک مسلمان خاتون اجنبی مردوں کے ساتھ نہ تو فوجی تربیت اور ملی جلی مشقوں میں شریک ہو سکتی اور نہ کھیل کود اور سیر وتفریح میں۔ بازار اور منڈی سے لے کر ایوان واسمبلی تک کسی بھی مقام پر دونوں کی آمیزش اور باہمی اتصال قطعاً ناروا اور عظیم جرم ہے۔"[3]

پردے کا تقاضا یہی ہے کہ مرد و خواتین کے کمرے یا کیبن الگ الگ ہوں تاکہ اختلاط اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل سے بچا جاسکے۔ کام میں وقفے کے دورانیے میں بھی خواتین مردوں کے ساتھ وقت نہیں گزاریں۔ اگر کیفے ٹیریا مشترکہ نوعیت کے ہوں تو خواتین کو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کا طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے مردوں سے الگ رہ کر اپنی باری کا انتظار کرنا چاہیے۔ کھانے پینے کے لیے ایسی جگہ کو اختیار کریں جہاں بے پردگی نہ ہو۔ بسا اوقات ایسے معاملات بھی پیش آجاتے ہیں کہ تمام ملازمین کو کسی مقصد کے لیے ایک جگہ جمع ہونا پڑتا ہے۔ ایسے میں خواتین پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جس قدر ہو سکے مردوں

---

[1] بخاری **صحیح بخاری**، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، ح:5224

[2] ابوداؤد، **السنن**، **کتاب الادب**، باب فی اعتزال النساء فی المساجدعن الرجال، ح:5272، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

[3] عمری، جلال الدین انصر، **عورت اسلامی معاشرہ میں**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2005ء) ص:232

سے الگ رہیں۔ نشستیں اس طرح سے ترتیب دی جائیں کہ مرد ملازمین مردوں کے ساتھ اور خواتین خواتین کے ساتھ بیٹھیں اور باہمی اختلاط کی صورت نہ پیش آئے۔

(س) مردوں سے مشابہت نہ اختیار کریں:

خواتین کو ملازمت کے لیے ایسا لباس نہیں پہننا چاہیے جس سے ان کی مردوں سے مشابہت ہو جائے۔ موجودہ دور میں کافی خواتین کا لباس مردوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ کئی اداروں میں خواتین کے لیے پینٹ شرٹ بطورِ وردی پہننا لازم قرار دیا جاتا ہے۔ ایسی ملازمتیں اختیار کرنے سے گریز کریں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے؛

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مَنَ النِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ بِالنِّسَاءِمِنَ الرِّجَال))[1]

ترجمہ "رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

فتح الباری میں ہے:-

"لایجوزللرجال التشبه بالنساء فی اللباس والزینة التی تختص بالنساء ولاالعکس-وکذافی الکلام والمشیی "[2]

ترجمہ:"لباس وزینت کی وہ چیزیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں مردوں کو وہ اختیار نہیں کرنی چاہییں، اور (جو ہیئت اور وضع قطع) مردوں کے ساتھ مخصوص ہے عورتوں کو اس کا اختیار کرنا درست نہیں۔ گفتگو اور بول چال کا بھی یہی حکم ہے۔"

اس لیے ملازمت پیشہ خواتین کو چاہیے کہ وہ خالص زنانہ اور پردہ والا انداز اپنائیں۔ جس ملازمت کے لیے خواتین کو پینٹ شرٹ پہننا یا دوپٹہ نہ اوڑھنا اور پردہ نہ کرنا لازم ہو اس طرح کی ملازمت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

---

1 ترمذی، السنن، کتاب الادب، باب ماجاءفی المتشابهات بالرجال من النسا، ح:2784 امام ترمذی فرماتے ہیں؛ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

2 ، ابنِ حجر العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، (بیروت: دارالفکر، 1996ء)، 11 / 561

(ل) جائے ملازمت تک سفر شرعی حد سے زیادہ نہ ہو:

خواتین کے لیے ملازمت اختیار کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ملازمت کا مقام رہائش سے قریب ہو۔ بغرضِ ملازمت انہیں روزانہ جانا ہو گا جبکہ یہ ممکن نہیں کہ ہمیشہ محرم ان کے ساتھ ہو بلکہ مرد اپنے کام کاج کے میں مشغول ہونے کے باعث ہمیشہ خواتین کو ملازمت کے مقام پر لانے لے جانے کی ذمہ داری پوری نہ کر پائیں گے۔ اور محرم کے ساتھ نہ ہونے سے خواتین کو کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے؛

((لَایَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِأَنْ تُسَافِرُمَسِيرَةَ ثَلَاثَ لِيَالٍ أَلَّاوَمَعَهَاذُوْمَحْرَم))[1]

ترجمہ: "وعورت اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کا سفر کرے۔"

دوسری روایت میں ہے؛

((لَایَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ،تُسَافِرُمَسِيرَةَ يَوْمٍ أَلَّامَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ))[2]

ترجمہ: "کسی عورت کے لیے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں ہے کہ ایک دن کی مسافت طے کرے مگر یہ کہ محرم کے ساتھ ہو۔"

آج کل دور دراز علاقوں میں ملازمت کا رواج عام ہو رہا ہے بلکہ کئی اداروں میں ایسی ذمہ داریاں بھی سونپی جاتی ہیں جن کو بجالانے کے لیے بیرون ملک جانا پڑتا ہے۔ خواتین کو ایسی ملازمت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ ملازمت کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ ملازمت کا مقام رہائش سے زیادہ دور نہ ہو اور وہاں تک پہنچنے کے لیے ایسے راستہ کا انتخاب کیا جائے جو محفوظ ہو، پر فتن اور سنسان نہ ہو۔

(م) جب ضرورت پوری ہو جائے تو جلد از جلد نوکری چھوڑ دے:

شریعتِ اسلامیہ جس چیز کی اجازت استثنائی حالات میں دیتی ہے جب وہ حالات بدل جائیں تو اس سے باز رہنا لازم ہو جاتا ہے۔ جو خواتین کسی سرپرست کی طرف سے معاشی ضروریات پورا نہ ہونے کی وجہ سے ملازمت

---

[1] قشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الحج، باب آداب السفر، ح:433

[2] ایضاً، ح:3267

کرتی ہیں ان کی ملازمت کی ذمہ داری اوراجازت خاص وقت تک ہے۔جب کسی کمانے والے مرد کاانتظام ہو جائے توخواتین کو ملازمت چھوڑ دینی چاہیے۔اس حوالے سے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کا واقعہ ہماری راہنمائی کرتاہے۔سورۃ القصص میں اس بات کو اس طرح بیان کیا گیاہے؛

﴿قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ﴾[1]

ترجمہ:"ان دونوں میں سے ایک نے کہا اے اباجان انہیں مزدوری پر رکھ لیں۔"

چونکہ کمانا خواتین کی ذمہ داری نہیں ہے اس لیے اگر خواتین گھر سے باہر معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نکلتی ہیں تو ایسی صورت میں جب کسی کمانے والے مرد کا انتظام ہو جائے یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے ملازمت کرنے والی خواتین کی ضرورت جب بھی پوری ہوجائے تو خواتین کو ملازمت چھوڑ کر اپنے گھریلو معاملات سرانجام دینے چاہیں۔ردالمختار میں ہے:

"والحاصل أن مدارحل خروجهابسبب قيام شغل المعيشة،فيتقدربقدره،فمتى انقضت حاجتهالايحل لهابعدذالک صرف الزمان خارج بيتها"[2]

ترجمہ:"حاصل یہ ہے کہ عورت کے لیے نکلنے کے جائز ہونے کا مدار کسب معاش کو انجام دیناہے؛لہذا اسی قدر نکلنے کی اس کو اجازت ہوگی،جب اس کی یہ ضرورت پوری ہوجائے تو اس کے لیے گھر سے باہر وقت گزارنا جائز نہیں ہوگا۔"

ضرورت پوری ہونے پر خواتین کو ملازمت چھوڑ دینی چاہیے بغیر ضرورت کے گھر سے باہر رہنا مسلمان خواتین کی شان کے لائق نہیں ہے۔اسلامی حدود خواتین کے لیے قید نہیں ہیں بلکہ نجات کا باعث ہیں۔اسلام عورت کے لیے ایسے ماحول اور مقام کا حامی ہے جس میں وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں بہتر طور پر استعمال کر سکے۔ملازمت پیشہ خواتین کو چاہیے کہ حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے ملازمت کر کے خاندان اور معاشرے کی بہتری میں کردار ادا کریں۔اپنے عائلی فرائض کی بجاآوری کو یقینی بنائیں۔وہی خواتین ملازمت کریں جو دونوں معاملات کو نبھا لینے کی اہلیت رکھتی ہوں۔ان کے سرپرستوں کو بھی یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ اسلام جن شرائط کے ساتھ ملازمت کی اجازت دیتاہے اگر وہ شرائط موجود ہیں تو ملازمت کی جازت دی جائے۔ملازمت کے لیے اسلام کے قائم کردہ حدود و قیود پر عمل پیرا ہونے سے خواتین اپنے مسائل پر کافی حد تک قابو پاسکتی ہیں۔

---

1 القصص:26

2 ابنِ عابدین،**ردالمختار**،5/225

فصل سوم

ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی مسائل کا مجوزہ حل

مقالہ ہذا کے ذریعے ملازمت پیشہ پاکستانی خواتین کے عائلی مسائل کا جائزہ لیا گیا جس کی روشنی میں خواتین کے کئی مسائل سامنے آئے ہیں۔خواتین کی ملازمت کی ضرورت مسلم ہے۔اگر خواتین سے ملازمت کا حق چھین کر انہیں گھر بٹھا دیا جائے تو لامتناہی معاشی اور معاشرتی مسائل جنم لے لیں گے۔خواتین کے عائلی مسائل کو حل کرنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اقدامات کیے جانے چاہیں تاکہ ضروریات احسن طریقے سے پوری ہوں اور مسائل پر ممکن حد تک قابو پایا جائے۔اس حوالے سے علمائے کرام سے آراء لی گئیں جن کی روشنی میں مرتب کی گئی چند تجاویز ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:-

1۔اداروں سے متعلقہ تجاویز:

- خواتین کو ایسے کام سونپے جائیں جو ان کی صنف کے مطابق ہوں اور وہ بطورِ مؤنث کرنے کی اہل ہو۔
- خواتین کی ملازمت اس نوعیت کی ہو کہ اس کی ڈیوٹی میں بار بار اور اکثر ادارے سے باہر آنا جانا شامل نہ ہو۔ دفاتر سے متعلقہ کاموں کو خواتین کے لیے آن لائن (Online) کیا جائے۔
- ملازمت کے عوض اداروں میں خواتین کی تنخواہ عموماً مردوں سے کم رکھی جاتی ہے۔تنخواہ برابر دی جانے کے لیے حکومت کی طرف سے قانون نافذ کیا جانا چاہیے۔
- سرکاری اداروں میں خواتین کو ان کے قریبی علاقوں میں ملازمت دی جائے۔
- خواتین کے مذہبی معاملات میں ادارے دخل اندازی نہ کریں۔مذہبی معاملات میں ادارے کی مداخلت سے مراد وہ امور ہیں جو اس کے فرائض میں شامل ہیں مثلاً فرض نماز،روزہ ،پردہ اور شوہر کی اطاعت وغیرہ۔نفلی عبادت سے روک سکتے ہیں۔
- چھٹی کے بعد ادارہ خواتین کو رکنے کا پابند نہیں۔
- ایک ادارے میں اگر بیوی اور خاوند دونوں ملازمت کر رہے ہوں تو انہیں ایسا کام سونپا جائے کہ کام کے سلسلے میں ایک دوسرے سے مدد لیں۔مرد کو بیوی کے ہوتے ہوئے کسی غیر عورت سے یا عورت کو شوہر کی موجوی میں کسی غیر مرد سے رجوع نہ کرنا پڑے۔

- اداروں میں خواتین کے لیے ایسے ڈے کیئر سینٹر بنائے جائیں جن کا عملہ باقاعدہ اعلی تربیت یافتہ ہو اور دورانِ ملازمت ماں کو بچے کا پاس جانے دیا جائے تاکہ بچہ ماں سے مانوس رہے اور احساسِ کم تری کا شکار نہ ہو۔ کیونکہ بچے ہی قوم کا مستقبل ہیں لہذا ان کی اچھی تربیت کی ضرورت پورے معاشرے کو ہے۔
- مخلوط نظام بہت سے مسائل کی وجہ ہے لہذا اس مغربی نظام کو ختم کیا جائے۔
- اگر عمارت الگ نہیں تو کم از کم مردو خواتین کے لیے الگ جگہ کا انتظام کیا جائے جہاں ان کا واسطہ خواتین سے پڑتا ہو۔ ادارے میں خواتین کے کمرے، کیبن اور کینٹین وغیرہ الگ ہوں جہاں وہ بے خوف جا سکیں۔ داخلی دروازے بھی مردو خواتین کے الگ الگ بنائے جائیں۔
- اداروں میں سکیورٹی کا بندوبست کیا جائے۔ ایسے ادارے بنائے جائیں جہاں خواتین اپنے حق کے لیے آواز اٹھا سکیں۔
- خواتین کو نسبتاً آسان کام سونپے جائیں۔ مجبوری میں وقت سے پہلے گھر جانے کی رعایت دی جائے۔
- خواتین کے کام کے اوقات مختصر ہونے چاہیئں تاکہ وقت پر اور دن کی روشنی میں گھر پہنچ جائیں۔
- خواتین کو پروموشن کے لیے مواقع فراہم کیے جائیں۔
- اداروں کی طرف سے خواتین کو پک اینڈ ڈراپ کی سہولت مہیا کی جائے تاکہ باعزت طریقے سے وہ ملازمت کے لیے آ جا سکیں۔ پک اینڈ ڈراپ کے لیے مختص گاڑی کے ڈرائیور کی حرکات وسکنات کا جائزہ لیا جائے۔ کسی غیر اخلاقی حرکت کا مرتکب ہونے پر اس کو مقرر کردہ سزا دی جائے۔
- دورانِ حمل خواتین کے ساتھ تعاون کیا جائے، اس کی صحت کے حوالے سے اس کے ساتھ کام میں رعایت کی جائے۔ زچگی کے لیے چھٹیاں زیادہ اور تنخواہ کے ساتھ دی جائیں۔
- بیوہ، مطلقہ یا کسی وجہ سے بے سہارا خواتین کے لیے خصوصی رعایت کی جائے۔ ادارے کے مالک کو چاہیے کہ ایسی خواتین کو تنخواہ کے علاوہ مراعات بھی دے۔ یہ خواتین جس ادارے میں ملازمت کر رہی ہوں ان کے مالکان ان کے بچوں کی تعلیم اور دیگر اخراجات میں کمی کریں۔

2۔ ملازمت پیشہ خواتین کے عائلی رشتہ داررو ں کے لیے تجاویز:

- گھریلو خواتین کام کاج کے معاملے میں ملازمت پیشہ خاتون کے ساتھ تعاون کریں۔ کام کاج میں کوتاہی کی صورت میں برداشت بھی کریں اور مدد بھی۔ طعنہ نہ دیں۔

- ملازمت پیشہ خاتون کے ذمے ایسے کام لگائے جائیں جن کے اوقات میں وہ یکسوئی سے کام کر سکے۔ اہلِ خانہ کو چاہیے کہ ملازمت پیشہ بہو / بھابھی کو ہر ممکن سہولت فراہم کریں۔ اس کو ذہنی دباؤ کا شکار نہ کریں۔ اس کی نیند اور آرام و سکون کے خیال رکھا جائے۔
- اگر عورت کا شوہر اس کی ملازمت سے راضی ہے تو باقی گھر کے افراد اس کی ملازمت کے سلسلے میں کسی طرح رکاوٹ نہ ڈالیں۔
- گھر کے بڑے انصاف کے ساتھ ملازمت پیشہ بہو اور گھریلو خواتین کو کام کاج سونپیں۔ اگر دیورانی جیٹھانی میں کوئی مسئلہ پیش آجائے تو ساس سسر ان میں صلح کروائیں۔
- ملازمت پیشہ بہو کو دوسری بہوؤں پر بلاوجہ فوقیت نہ دیں اس سے باقی خواتین کی دل آزاری ہو گی۔
- اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ ملازمت پیشہ بہو سے ایسا کام نہ لیں کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی ملازمت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر نہ ادا کر سکے۔
- گھر کے اہم معاملات میں اس سے مشاورت کی جائے۔ شادی بیاہ کی تیاریوں اور دیگر تقاریب کی انجام دہی میں اس کو شامل ہونے کی پیشکش کی جائے۔ اگر ملازمت کی مصروفیت کے باعث وہ شامل نہ ہو سکے تو اس کو طعنے نہ دیئے جائیں بلکہ اس کی مشکلات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔
- ملازمت پیشہ بہو اگر اپنے خرچ پہ ملازمہ رکھنا چاہے تو اس کے لیے مشکلیں نہ پیدا کی جائیں۔ کیونکہ یہ اس کا حق ہے اگر وہ اپنے خرچ پہ ملازمہ رکھے تو شریعت کے مطابق اسے کوئی روک نہیں سکتا حتی کہ اس کا شوہر بھی نہیں۔
- گھر کے افراد بچوں کی تربیت و پرورش میں مدد کریں تاکہ بچوں کو آیا اور ڈے کیئر سینٹر کے رحم و کرم پہ نہ چھوڑا جائے۔
- اگر ماں اپنے بچے کی اسلامی طریقے سے تربیت کر رہی ہے تو اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کا خیال رکھا جائے۔ اگر ماں بچہ گھر میں چھوڑ جاتی ہے اور پیچھے اسے غلط کاموں سے روکا نہیں جاتا تو صرف ماں کا سمجھانا اسے ناگوار لگنے لگے گا اور وہ ماں سے متنفر ہو گا۔
- خاتون کی بیماری کی حالت میں اس کا بھرپور خیال رکھیں۔ کیونکہ ملازمت کا ادارہ تو بہر صورت ڈیوٹی پوری کرواتا ہے وہاں آرام کا تصور ہی کیا۔

- سسرال والے زبردستی اس کی تنخواہ نہ لیں، یعنی اس کی آمدنی اسے اپنی ترجیحات کے مطابق ہی استعمال کرنے کا موقع دیں۔ اگر بہو خوشی سے کچھ دے تو لے لیں۔ اگر بچت یا کسی خاص مقصد کے لیے خاتون رقم جمع کرے تو اس رقم کا تقاضا بھی نہ کریں۔
- اگر خاتون کو گھر میں یا ملازمت کے مقام یا راستے میں آنے جانے کے حوالے سے کوئی مسئلہ پیش آجائے تو گھر کے افراد ذمہ دارانہ انداز اختیار کرتے ہوئے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

3۔ ملازمت پیشہ خواتین کے شوہر کے لیے تجاویز:

- بیوی شوہر کی مالی معاونت کر رہی ہے لہذا شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ گھر کے کام کاج میں بیوی کا ہاتھ بٹائے۔ اپنی بیوی کے آرام و سکون اور اس کی صحت کا خیال رکھے۔ اسکول جانے کے لیے بچوں کی تیاری وغیرہ میں بھی بیوی کی مدد کرے۔
- الگ رہائش کی صورت میں کسی ملازمہ کا بندوبست کر دے۔ اگر روزانہ کی بنیاد پر ملازمہ رکھنے کی گنجائش نہیں تو وقت طلب کاموں کے لیے انتظام کر لے مثلاً ہفتہ وار کپڑوں کی دھلائی وغیرہ۔
- ملازمت کے لیے آنے جانے کا بندوست کر دے۔ خود بیوی کو ملازمت کے لیے لانے لے جانے کی ذمہ داری اٹھائے یا کسی باعتبار ذریعے کا بندوبست کرے۔
- اگر شوہر کی اجازت سے ملازمت کر رہی ہے تو اس پر تشدد نہیں کرنا چاہیے۔ ملازمت کی وجہ سے اگر بیوی سے کام کاج کے سلسلے میں کوتاہی ہو جاتی ہے تو برداشت کرے۔ اس پر اس کی ہمت سے بڑھ کے بوجھ نہ ڈالے۔ ممکنہ سہولتیں میسر کرے۔ تمام معاملات کو نبھانے میں اس کا ساتھ دے۔
- شوہر کو چاہیے کہ وہ خاتون کے گھریلو اور ملازمت کے دوران پیش آنے والے مسائل کو پیار محبت سے سنے اور ان کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ بلاوجہ اور بغیر دلیل کے کسی کی باتوں میں آکے دل میں اس کے لیے شکوک وشبہات نہ رکھے کیونکہ اِنَّ بَعض الظنّ اثم
- مشترکہ گھریلو نظام میں اگر کسی خاتون کی ملازمت سے گھر کا ماحول خراب ہو تو حسبِ استطاعت اس کے لیے الگ رہائش کا بندوبست کرے۔
- خاوند بیوی کی ملازمت کے ماحول اور کام کی نوعیت وغیرہ کی جانچ پڑتال خود کرے۔ اگر ملازمت کا ماحول اچھا ہے اور کام ایسا ہے کہ اس کے کرنے کوئی شرعی ممانعت بھی نہیں ہے تب بیوی کو ملازمت کی اجازت دے۔ وقتاً فوقتاً ملازمت کے حوالے سے خبر گیری کرتا رہے۔

- اگر بیوی شوہر کی اجازت سے ملازمت کر رہی ہے تو شوہر اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری پوری کرے۔ بچوں کے اخراجات بھی شوہر خود پورے کرے تا کہ بیوی پہ بوجھ نہ پڑے۔
- اگر شوہر معذور ہے تو بیوی کی مالی مدد کے قابل نہ ہو گا۔ اگر جسمانی تعاون نہیں کر سکتا تو اس کی حوصلہ افزائی ضرور کرے۔ اس سے پیار محبت کا اظہار کرے اور اسے یہ باور کروائے کہ اس کی لگن اور محنت سے کیا جانے والا ہر عمل اہمیت رکھتا ہے۔
- اگر ملازت کی وجہ سے کوئی عورت کے کردار پہ انگلی اٹھائے تو شوہر کو چاہیے کہ بیوی کی طرف داری کرے۔
- اگر شوہر کو بیوی میں منفی تبدیلیاں نظر آنے لگیں مثلاً یہ کہ بچوں کے حقوق صحیح طور پہ ادا نہیں کر رہی یا گھر کے معاملات میں جان بوجھ کے خرابیاں پیدا کر رہی ہے تو اسے سمجھائے۔ بار بار سمجھانے پر بھی اگر اس کا طریقہ کار درست نہیں ہو تا تو ملازمت چھڑوا دے۔

4۔ ملازمت پیشہ خواتین کے لیے تجاویز:

- صبح کا آغاز نمازِ فجر اور تلاوتِ قرآن سے کریں۔ نماز پنجگانہ ادا کریں۔
- اپنے اندر قوتِ برداشت پیدا کریں۔ اپنی صلاحیتوں کو بہترین انداز میں میں پیش کریں۔ وقت ملے تو عظیم لوگوں کے دستورِ حیات پڑھیں تا کہ آپ کی حوصلہ افزائی ہو۔
- اپنے لیے وقت نکالیں۔ خود پہ اضافی بوجھ نہ ڈالیں۔ اپنے آرام و سکون، خوراک اور صحت کا خود بھی خیال رکھیں۔ صحت اچھی ہو گی تو تمام ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کی جا سکیں گی۔
- راستے میں اور دورانِ ملازمت جب بھی موقع ملے تسبیحات کا ورد کرتی رہیں۔
- ملازمت کے دوران ہونے والے معاملات کے بارے میں گھر کے افراد خصوصاً شوہر کو آگاہ کرتی رہا کریں۔ آپ کو اپنی عزت کا خطرہ ہو تو شوہر کو جتنا جلدی ممکن ہو آگاہ کریں۔
- اگر ملازمت میں مرد ساتھ کام کرتے ہیں تو ان کی شخصیت کا رعب یا اسٹائل آپ کو ہر گز متاثر نہ کرے۔ آپ کبھی دوسروں کو دیکھ کر شوہر کے حوالے احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں۔
- خود انحصاری کے احساس سے تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔ گھر کے دوسرے افراد خصوصاً ملازمت نہ کرنے والی خواتین کو کم تر نہ سمجھیں۔ موقع ملنے پر ان کے ساتھ کام کاج میں مدد کریں۔ گھل مل کر رہیں۔ کبھی کبھار ساس سسر یا باقی افراد کے لیے تحفہ خرید لیا کریں۔

- شوہر کو ضرورت ہو تو اس کی مالی مدد کریں۔ اگر ساس سسر کے مالی حالات خراب ہیں تو حسبِ استطاعت مالی مدد کریں۔ جب گنجائش ہو تو گھر کی ضرورت کی کوئی چیز خرید لایا کریں۔ اس سے ساس اور باقی خواتین کو خوشی ملے گی۔ اور ان کے دل میں محبت پیدا ہو گی۔ جو خرچہ آپ سسرالی رشتہ داروں پہ کریں اس کا احسان نہ جتلائیں۔
- الگ رہائش کی صورت میں ساس سسر کو اپنے ہاں مدعو کرتی رہیں۔ کبھی وقت نکال کر شوہر اور بچوں کے ساتھ ساس سسر سے ملنے کے لیے جانے کا اہتمام کریں۔ وقت نکال کر خاندان میں تعزیت اور بیمار پرسی کے لیے ضرور جائیں۔
- اپنی اور شوہر کی کمائی کو میانہ روی کے ساتھ استعمال کریں، چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیں۔ محنت سے کمایا ہوا روپیہ پیسہ فضولیات میں ضائع نہ کریں۔ نیز اپنی حلال کمائی سے صدقاتِ واجبہ اور نافلہ ادا کرتی رہا کریں۔
- شوہر، بچے اور آپ کا گھر ہمیشہ آپ کی توجہ چاہتے ہیں۔ آپ ان سے کبھی غافل نہ ہوں۔
- کوشش کریں کہ شوہر کے گھر آنے سے پہلے گھر پہنچ جائیں تاکہ شوہر کی آمد پر آپ گھر ہی موجود ہوں۔
- شوہر کی گھر سے روانگی کے وقت اسے دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں۔ اور اس کی گھر آمد پر اچھی طرح استقبال کریں۔ اپنے کام کاج اور کسی طرح کی مصروفیت کو تھوڑے وقت کے لیے ملتوی کر دیں۔
- اکثر شوہر کے لیے تحفے تحائف لے آیا کریں کیونکہ مصروفیت زیادہ ہونے کے باعث میاں بیوی میں لامحالہ ایک دوسرے سے دوری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس احساس کو بڑھنے نہ دیں۔ اپنے رشتے کو بچانے کے لیے وقت نکالیں۔
- شوہر کے حقوق خوشی سے ادا کریں کہ ملازمت کی غرض سے غیروں کو خوش کرنے کے لیے تو پورا دن کوشاں رہتی ہیں لیکن شوہر کی خوشی کے وقت نیند اور تھکاوٹ حاوی ہو جانا باعث گناہ ہے۔
- گھر میں میلے کچیلے کپڑے نہ پہن کے رکھیں۔
- ملازمت کے لیے سادہ حلیے میں جائیں اور گھر میں شوہر کے لیے سجنے سنورنے کا خوب اہتمام کریں۔
- اگر آپ کو محسوس ہو کہ آپ کی ملازمت آپ کو آپ کے شوہر اور بچوں سے دور کر رہی ہے تو فیصلہ کر لیں کہ ملازمت کی بجائے اپنے گھر کو بچانا ہے۔ اگر اس صورت میں گزر بسر کرنا مشکل ہو تو گھر میں کوئی مصروفیت اختیار کر لیں مثلاً بچوں ٹیوشن پڑھانا، کپڑے سلائی کرنا، بچیوں کو گھر میں سلائی کڑھائی سکھانا، ہاتھوں سے مختلف اشیاء بنا کر بازار میں کسی مرد کے وسیلے سے فروخت کرنا یا انٹرنیٹ کو اس مقصد کے لیے استعمال کرنا وغیرہ۔

حاصلِ کلام:

سروے کے سلسلے میں مختلف خواتین سے ملاقات ہوئی جس سے ان کے مسائل کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ شوقیہ اور بغیر ضرورت کے ملازمت کرنے والی خواتین دوسروں کے لیے مسائل کی وجہ بنتی ہیں جبکہ مجبوری کے تحت ضرورت کی بنیاد پر ملازمت کرنے والی، کم آمدنی والی، مشترکہ خاندانوں میں رہنے والی، غیر ذمہ دار، کم تعلیم یافتہ یا مزدوری پیشہ شوہروں والی خواتین خود زیادہ مسائل کا شکار ہیں۔ ملازمت کرنا ان کی مجبوری ہے جس کے بغیر ان کی عزتِ نفس محفوظ نہیں رہ سکتی اس لیے یہ خواتین ملازمت نہیں چھوڑ سکتیں لیکن اپنے مسائل کا حل چاہتی ہیں۔

سروے کے مطابق بچوں کی تربیت و پرورش اور اپنی صحت کے حوالے سے 80٪ سے زیادہ، شوہر اور سسرال کے حوالے سے تقریباً 70٪ خواتین، تعاون کے معاملے میں 55٪، اعتماد کے حوالے سے 49٪ اور زدواجی عدم مطابقت کے حوالے سے 60٪ خواتین کو مسائل پیش آتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہمارے ملک میں ملازمت پیشہ خواتین خوشحال نہیں، نہ ہی وہ پر سکون زندگی گزار رہی ہیں۔ حالانکہ خواتین کی ملازمت کی وجہ سے ہی کئی گھروں کا چولہا جل رہا ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر فرد اپنی سی کوشش کرے تو ان مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ حکومت، ادارے، خاندان کے افراد، شوہر اور خود خواتین اپنے اپنے فرائض کو سمجھ لیں اور ترجیحات کو بدلیں تو ان مسائل میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

نتائج

- شوقیہ ملازمت کرنے والی خواتین کی اکثریت دوسروں کے لیے مسائل کا سبب بنتی ہے جبکہ ضرورت اور مجبوری کی بنا پر ملازمت کرنے والی زیادہ تر خواتین خود مسائل کا شکار رہتی ہیں۔
- ازدواجی عدم مطابقت، تعاون اور اعتماد کے حوالے سے بالترتیب 60٪، 55٪ اور 49٪ ملازمت پیشہ خواتین مسائل کا شکار ہیں۔
- دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے خواتین جسمانی اور ذہنی صحت کے بہت سے مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق 88٪ خواتین کو مناسب آرام و سکون کا وقت نہیں ملتا۔
- شماریات کے مطابق 77٪ ملازمت پیشہ خواتین کے نان نفقہ اور 52٪ کی اولاد کے اخراجات کا حق ادا نہیں کیا جاتا۔ بہت سی خواتین پہ شوہر اور گھر کے اخراجات کی ذمہ داری بھی عائد ہو جاتی ہیں۔
- زیادہ تر ملازمت پیشہ خواتین شوہر کی اطاعت، خدمت، بناؤ سنگھار اور تعظیم و تکریم کے معاملے میں مشکلات کا شکار رہتی ہیں۔ 64٪ سے 71٪ خواتین نے ان مسائل سے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔
- کچھ خواتین شوہر کے گھر، مال اور اپنی عزت کی حفاظت کا حق ادا نہیں کر پاتیں۔
- سسرالی رشتہ داروں کے ناانصافی پر مبنی اصول خواتین کے مسائل میں اضافہ کرتے ہیں۔ سسرال کے حوالے سے 70٪ خواتین کو مسائل درپیش ہیں۔
- خواتین کو ملازمت کا سب سے بڑا نقصان اولاد کی تربیت و پرورش کے معاملے میں ہوتا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ایسی خواتین کی تعداد 80٪ سے زائد ہیں۔
- شہری اور دیہاتی ہر دو قسم کی خواتین کو مسائل درپیش ہیں۔ جن خواتین کے گھر کا ماحول سازگار اور افرادِ خانہ کی ذہنیت مثبت ہے انہیں بنسبت دیگر خواتین کے کم مشکلات کا سامنا ہے۔
- اعلی درجہ پہ ملازمت کرنے والی خواتین عموماً مسائل کو خود پہ حاوی نہیں ہونے دیتیں۔ ایسی خواتین کے بچے، شوہر اور گھر زیادہ عدم توجہی کا شکار ہوتے ہیں۔ درمیانہ اور کمزور مالی حیثیت رکھنے والی خواتین کی انفرادی زندگی زیادہ متاثر ہوتی ہے۔
- بعض خواتین نے سوالنامہ پُر کرنے سے اس بنیاد پر انکار کیا کہ ان کی زندگی میں کوئی مسئلہ نہیں۔ بعض نے ذاتی معلومات کی تشہیر کا خدشہ ظاہر کیا۔

سفارشات

حکومتِ پاکستان کے لیے:

- اداروں میں ملازمت کرنے والی خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے سخت قوانین نافذ کیے جائیں۔
- حکومت خواتین کو گھر بیٹھے ملازمت کرنے کے مواقع فراہم کرے جن سے ان کا گزر بھی ہو، ملکی ترقی بھی اور ان کی عزت محفوظ رہے مثلاً آن لائن ملازمت۔
- تعلیمی نصاب میں بچیوں کے لیے ایسے مضامین لازمی قرار دیے جائیں جن کی مدد سے بچیوں کو ان کی اصل ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے، گھرداری سکھائی جائے اور ان کی ذہن سازی کی جائے تاکہ اگر ضرورت پڑنے پر ملازمت اختیار کریں تو اپنے اصل دائرہ کار اور ذمہ داریوں کی ادائیگی سے صرفِ نظر نہ کریں۔

محققین کے لیے:

- مدارس میں تعلیم دینے والی خواتین کے معاشی و معاشرتی مسائل پر تحقیق کی جائے۔
- سیاست دان اور ذاتی کاروبار کرنے والی خواتین کو درپیش مسائل پر تحقیق کی ضرورت ہے۔
- خواتین کے نفسیاتی مسائل پر تحقیق کی جاسکتی ہے۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	وَمَاتُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ	البقرۃ	22	16
2	فَالصّٰلِحَاتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللهُ	النساء	34	135
3	اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِبِمَافَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ	النساء	34	137
4	وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْها مَعَايِشَ	الاعراف	10	14،11
5	وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَه مَعِيْشَة ضَنَكاً	طٰہ	124	12
6	وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنَ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ	النور	31	142
7	وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهنَّ اِلَّامَاظَهَرمِنْهاوَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرُهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ	النور	31	138
8	وَلَايَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَايُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ	النور	31	140
9	اَبُوْنَاشَيْخٌ كَبِيْرٌ	القصص	23	133
10	قَالَتَالَانَسْقِىْ حَتّٰى يُصْدِرَالرِّعَآءُ	القصص	23	143
11	قَالَتْ اِحْدٰهُمَايٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْه	القصص	26	146
12	فَلَاتَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِه مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً	الاحزاب	32	142
13	وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّة الْاُوْلٰى	الاحزاب	33	140
14	وَاِذَاسَاَلْتُمُوْهنَّ مَتَاعاًفَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَاءِحِجَابٍ	الاحزاب	53	139
15	يَااَيُّهاالنَّبِىُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِالْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ	الاحزاب	59	138
16	نَحْنُ قَسَمْنَابَيْنَهمْ مَعِيْشَتَهمْ فِى الْحَيٰوة الدُّنْيَاوَرَفَعْنَابَعْضَهمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَبَعْضُهُمْ بَعْضاًسُخْرِيًّا	الزخرف	32	11،16
17	وَفِىْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ	الذاریات	19	16
18	فَاِذَاقُضِيَتِ الصَّلَاة فَانْتَشِرُوْافِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْامِنْ فَضْلِ اللهِ	الجمعہ	10	15
19	هوَالَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْافِىْ مَنَاكِبِهاوَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِه	الملک	15	15
20	وَّ جَعَلْنَا النَّهارَ مَعَاشًا	النباء	11	14

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
1	اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْتَقِنَ الطَّرِيْقِ عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ----	سنن ابی داوٗد	137
2	اَلْاِقْتِصَادَ، جُزْء مِن خَمْسَةٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءًامِنَ النُّبُوَّة	شعب الایمان	19
3	الدُّنْيَامَتَاعٌ وَخَيْرُمَتَاعِ الدُّنْيَاالمرْأَةُ الصَّا لِحَة	صحیح مسلم	135
4	اَللّٰهمَّ اِكْثِرْ مَالَه وَ وَلَدَه،وَبَارِكْ له فِيْمَا اَعْطَيْتَه	صحیح بخاری	17
5	اَللّٰهمَّ اِنِّى أَسْأَلُكَ الْهدَى وَالتُّقى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى	السنن الترمذی	17
6	أَنْفِقِىْ وَلَاتُحْصِىْ فَيُحْصِىَ اللهُ عَلَيْكَ،وَلَاتُوعِى فَيُوعِىَ الله عَلَيْكِ	صحیح بخاری، صحیح مسلم	19
7	إِنَّهُ قَدْأُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ	صحیح بخاری	134
8	بَلى فَجُدِّى نَخْلَكِ فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِى أَوتَفْعَلِى مَعْرُوْفاً	صحیح مسلم	19
9	لَأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلىٰ ظَهْرِه خَيْرٌ لَّه مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحداًفَيُعْطِيْه أَوْ يَمْنَعه	صحیح بخاری	17
10	لَايَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ،تُسَافِرُمَسِيرَةَ يَوْمٍ أَلَّامَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ	صحیح مسلم	146
	لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مَنَ النِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ بِالنِّسَاءِمِنَ الرِّجَال	ترمذی	145
11	لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانه لَايُبَالِى الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَالْمَالَ،أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ	صحیح بخاری	18
12	ماَ أَكَلَ أَحَدٌ طَعَاماًقَطُّ خَيْرًامِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِه وَأَنَّ نَبِىَّ الله دَاوٗدَ عليه السلام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِه	صحیح بخاری	17
13	مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًامِنَ الْاَرْضِ بِغَيْرِحَقِّه،طُوِّقَه فِىْ سِبْعِ أَرْضِيْنَ يَوْم الْقِيَامَه	صحیح مسلم	18
14	نَعَمْ لَهَااَجْرَانِ اَجْرُالْقَرَابَةِ وَاَجْرُالصَّدَقَةِ	صحیح بخاری	134
15	وَالْمَرْأَة فِىْ بَيْتِ زَوْجِهارَاعِيَة وَهِى مَسْئُولَة عَنْ رَعِيَّتِها	صحیح مسلم	136

نمونہ سوالنامہ

نمبر شمار	سوال	متفق	انتہائی متفق	غیر جانبدار	غیر متفق	انتہائی غیر متفق
1۔	ملازمت کے لیے آنے جانے میں خواتین کے ساتھ تعاون نہیں کیا جاتا؟					
2۔	ملازمت کی وجہ سے خواتین عدم اعتمادی شکار ہوتی ہیں؟					
3۔	ازدواجی عدم مطابقت باہمی تعلقات میں خرابی کا باعث بنتی ہے؟					
4۔	ملازمت اور گھریلو کام کاج کی وجہ سے خواتین کو آرام وسکون کا موقع کم ملتا ہے؟					
5۔	دوہری ذمہ داریوں کی وجہ سے خواتین صحت کے مسائل کا شکار ہوتی ہیں؟					
6۔	دوہری ذمہ داریاں خواتین کے مزاج پر منفی اثر ڈالتی ہیں؟					
7۔	ملازمت پیشہ خواتین اپنے اخراجات کی خود ذمہ دار ہوتی ہیں؟					
8۔	ملازمت پیشہ خواتین کے ذمے بچوں کے اخراجات بھی آجاتے ہیں؟					
9۔	بعض اوقات خواتین پہ اضافی سرگرمیاں بھی عائد ہو جاتی ہیں؟					
10۔	ملازمت پیشہ خواتین خاوند کو کم وقت دے پاتی ہیں؟					
11۔	خواتین کو شوہر کی خدمت واطاعت میں مشکل پیش آتی ہے؟					

12۔	ملازمت سے تھکی ہاری خواتین شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کا اہتمام نہیں کر پاتیں؟					
13۔	ملازمت پیشہ خواتین سسرال واوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتیں؟					
14۔	گھریلو کام کاج میں کوتاہی کی وجہ سے سسرال والوں سے خواتین کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں؟					
15۔	ملازمت پیشہ خواتین کو گھریلو اہم معاملات میں کم اہمیت دی جاتی ہے؟					
16۔	دورانِ حمل اور زچگی کے بعد خواتین کو زیادہ چھٹیاں نہ ملنے سے بچوں کی حق تلفی ہوتی ہے؟					
17۔	بچو ں کی تربیت میں گھر کے دیگر افراد کا زیادہ کردار ہونے سے بچے اخلاقی کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں؟					
18۔	بچے موبائل،ٹی وی اور انٹرنیٹ کے عادی ہو جاتے ہیں؟					
19۔	بچوں کو ڈے کیئر سینٹر یا گھریلو آیا کے حوالے کرنا بچے کی تربیت پر منفی اثر ڈالتا ہے؟					
20۔	بچوں کا ہاسٹل میں رہنا(خصوصاً موجودہ دور میں)خطرناک ہے؟					

فہرست مصادر و مراجع

القرآن الکریم

عربی کتب:

- ابنِ حجر العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، (بیروت: دارالفکر، 1996ء)
- ابنِ خلدون، عبد الرحمن، کتاب العبر دیوان المبتد اوالخبر (المقدمہ)، (بیت الافکار الدولیۃ، 797ء)
- ابنِ عابدین، محمد امین، ردالمختار، (بیروت: داراحیاالتراث العربی، 1423ھ)
- ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر للعاجز الفقیر، (پشاور: مکتبۃ حقانیۃ، بدون السنۃ)
- الاوزجندی، فخر الدین حسن بن منصور، فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیۃ، (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، بدون التاریخ)
- البیضاوی، ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر بن محمد، تفسیر البیضاوی، (بیروت-لبنان: داراحیاالتراث العربی، طبعۃ جدیدہ، بدون السنہ)
- الزحیلی، وھبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلۃ، (دمشق: دارالفکر، بدون السنہ)
- الشرباجی، احمد، المعجم الاقتصادی الاسلامی، (لبنان: دارالجلیل، 1981ء)
- القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1995ء)
- الماوردی، علی بن محمد حبیب، الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ، (مصر: مکتبۃ التتوفیقیہ، بدون السنہ)
- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (ریاض: دارالسلام 1412ھ)
- بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، شعب الایمان، (ریاض: مکتبۃ الرشد، طبع اول، 2003ء)
- ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، (ریاض: دارالسلام، 1999ء)
- زین الدین، البحر الرائق، (بیروت: دارالمعرفۃ، بدون السنہ)
- شیخ نظام اور ہندوستانی علماء کا گروہ، الفتاوی ہندیۃ، (بیروت-لبنان: دارالکتب العلمیۃ، طبع اولی، 1411ھ)
- طبرانی، سلیمان بن احمد، معجم الکبیر، (بیروت: مکتبہ ابنِ تیمیہ، 1994ء)
- عثمانی، شبیر احمد، عثمانی، محمد تقی الدین، موسوعۃ فتح الملہم، (کراتشی: مکتبۃ دارالعلوم، 1414ھ)

- مسلم بن حجاج، قشیری، صحیح مسلم،(ریاض: دارالسلام،1999ء)

اردو کتب:

- اختر راز، ڈاکٹر، پریکٹس آف میڈیسن،(لاہور: منہاس پبلیشرز،1992ء)
- اسرار احمد، ڈاکٹر، عائلی زندگی کے بنیادی اصول،(لاہور: مکتبہ خدام القرآن)
- اعوان، محبت حسین، اسلامی قانون اور مظلوم پاکستانی عورت،(کراچی: مکتبہ بخاری،2002ء)
- بشریٰ ناہید، خواتین کے مسائل اور حل،(اورنگ مہاراشٹر: گلوبل لائیٹ پبلشر،2022ء)
- حاصلپوری، محمد عظیم، خواتین کا انسائیکلوپیڈیا،(گوجرانوالہ: مکتبہ نعمانیہ،2007ء)
- خالد رحمن، سلیم منصور خالد، خواتین: معاشی اختیار اور تعلیم،(اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز،2007ء)
- دہلوی، قطب الدین، مظاہر الحق،(لاہور: مکتبۃ العلم، س ن)
- ذوالفقار احمد، امورِ خانہ داری میں حسنِ انتظام،(اسلام آباد: مکتبۃ الفقیر،2017ء)
- ذوالفقار احمد، مولانا، مثالی عورت،(فیصل آباد: مکتبۃ الفقیر،2017ء)
- رحمانی، خالد سیف اللہ، خواتین کی ملازمت شریعتِ اسلامی کی روشنی میں،(نئی دہلی: ایفا پبلیکیشنز، س ن)
- رحمانی، خالد سیف اللہ، سنبھلی، محمد برہان الدین، خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات،(نئی دہلی، ایفا پبلیکیشنز،2010ء)
- رحمانی ، خالد سیف اللہ، سنبھلی، محمد برہان الدین، اعظمی، محمد نعمت اللہ، خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق،(نئی دہلی، ایفاء پبلیکیشنز،2013ء)
- رومی، شیخ احمد، مجالس الابرار، مترجم، کفایت اللہ دہلوی،(کراچی دارالاشاعت، س ن)
- شبیر احمد، ہائی جین اینڈ پبلک ہیلتھ،(لاہور: ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی،2012ء)
- صدیقی، عبدالحمید، اسلام اور معاشی تحفظ،(لاہور: البدر پبلیکیشنز،1987ء)
- صدیقی، نعیم، عورت معرض کشمکش میں،(لاہور: ادارہ معارف اسلامی،1993ء)
- عامرہ احسان، اکیسویں صدی اور مسلمان عورت،(راولپنڈی: ادارہ عفت، اشاعت دوم،2010ء)
- عبدالحمید ڈار، محمد عظمت، میاں محمد اکرم، اسلامی معاشیات،(لاہور: علمی کتاب خانہ،2014ء)

- عبد الرحیم، سید، فتاوی رحیمیہ، (کراچی: دارالاشاعت، 2009ء)
- عبید الرحمن، مفتی، مشترکہ خاندانی نظام اوراس سے متعلقہ شرعی مسائل اوراحکام، (مردان: مکتبہ الرحمانیہ، 2019ء)
- علوی، ثریابتول، جدید تحریکِ نسواں اوراسلام، (لاہور: منشورات منصورہ، 2000ء)
- علوی، خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، 2005ء)
- عمری، سید جلال الدین انصر، عورت اسلامی معاشرہ میں، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2005ء)
- غازی، محمود احمد، محاضراتِ معیشت وتجارت، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، 2010ء)
- غزالی، ابوحامد محمد، کیمیائے سعادت، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س ن)
- غفاری، نور محمد، اسلام کا اقتصادی نظام، (کراچی: شیخ الہند اکیڈمی، س ن)
- غوث رفیع، محمد، ڈاکٹر، پریکٹس آف میڈیسن، (لاہور: مکتبہ دانیال، س ن)
- فاخرہ تحریم، عورت کا المیہ، (لاہور: ادارہ تخلیقات، 1999ء)
- قادری، محمد طاہر، اقتصادیاتِ اسلام، (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، 2007ء)
- کیلانی، محمد اقبال، نکاح کے مسائل، (لاہور: حدیث پبلیکیشنز، 1419ء)
- لکھوی، صلاح الدین، حیدر، اسلام کا عائلی قانون، (لاہور: حارث بک کارنر، 2021ء)
- مجذوبی، محمد طارق محمود، عورت اسلام اور جدید سائنس، (لاہور: عبقری پبلیکیشنز، س ن)
- محمد امین، مفتی، حقوق الزوجین، (فیصل آباد: مکتبہ سلطانیہ، س ن)
- مدنی، عبد الہادی، بیوی اور شوہر کے حقوق، (سدھارتھ نگر۔یوپی: دارالاستقامہ، طبع دوم، 2005ء)
- معاویہ ہارون، محمد، ازدواجی زندگی کی مشکلات اوران کا حل، (کراچی: دارالاشاعت، 2005ء)
- مودودی، ابوالاعلی، پردہ، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1995ء)
- مودودی، ابوالاعلی، معاشیاتِ اسلام، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1986ء)

English Sources:

- Aarti Verma,Challenges and Issues of working Women in 21st Century,International Journal of Research in all Subjects in Multi Languages
- Dr.P.V Ghouri Prabha,Challenges And Problems of A working woman,Inernational Journal of Innovative Research and Advance Studies
- M.S Gore,Urbanization and Family Change,Ramdas Bhatkal for Popular Prakashan,Pvt.ltd,1968

- Muhammad Atif Nawaz,Noreen Afzal,Kiran Shehzadi,Problems of Formally Empolyed Women",Asian journal of Empirical Research,v,2013
- Overview Of The Economy 2019-20
- Shahana Naz,Ali Madeeh Hashmi ,Aftab Asif,Burnout and quality of life in nurses of a tertiary care hospital in Pakistan,Current Research in Psychology,2017
- Urdu English Dictionary
- World InequalityReport ,2018

لغات:

- ابوالحسین، احمد بن فارس بن زکریا، معجم المقاییس، (ایران: دارالکتب العلمیۃ، س ن)
- الافریقی، ابنِ منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)
- فیروزالدین، مولوی، فیروزالغات، (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، س ن)
- لوئیس معلوف، المنجد فی الغۃ، (بیروت: المطبعۃ الکاثولیکیۃ، 1908ء)

تحقیقی مجلات:

- امِ سلمیٰ، "خاندانی نظام کا استحکام اور معاشرتی فلاح"، العلم، (2017ء)
- سیدہ سعدیہ، ڈاکٹر، "پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے قانونی مسائل ، مجوزہ حل"، العلم، (2017ء)
- شاہدہ پروین، ڈاکٹر، "ذاتی مال پر عورت کا حقِ تصرف اور شریعتِ اسلامیہ"، القلم، (2011ء)
- شاہدہ پروین، ڈاکٹر، "بیوی کی معاشی کفالت اور اس کی جہات، القلم، (2012ء)
- ظہور حسین، خواتین کے مسائل اور حیدر آباد کی صحافت، اردو ریسرچ جرنل، (2015)
- فاخرہ تحسین، معاصر خاندانی مسائل اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان کا حل، العلم، (2018ء)
- فرحان، حافظ، راؤعلی، "عہدِ نبوی میں صحابیات کی معاشی سرگرمیاں، عہدِ حاضر کی خواتین کے لیے مشعلِ راہ"، البصیرہ، (2018ء)
- مسعود قاسم، ڈاکٹر، یاسر فاروق، "ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل"، البصیرہ، (2020ء)

مقالہ جات:

- عائشہ مدنی،حافظہ،"بیسویں صدی میں حقوقِ نسواں کی تعبیرِ نو"،(مقالہ برائے پی۔ ایچ ڈی،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،2004ء)
- ہاجرہ مدنی،پاکستانی عورت کے معاشی مسائل اورکردار،(مقالہ برائے ایم فل،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،2011ء)

اخباورسائل:

- بی بی سی اردو نیوز
- روزنامہ 92نیوز

Websites:

- https://www.businessinsider.com
- https://www.statista.com
- https://www.worldbank.org